سلف صالحین اور مشاہیر ملت کے
نادر و نایاب رسائل کا بیمثال مجموعہ

رسائل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترتیب و تدوین
صلاح الدین سعیدی

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

سلف صالحین اور مشاہیر ملت کے نادر و نایاب رسائل کا بیمثال مجموعہ

5350

رسائل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترتیب و تدوین
صلاح الدین سعیدی
ڈائریکٹر تحقیقات اسلامیہ فاؤنڈیشن لاہور

کتب خانہ رضوی قادری لاہور
042-7213575

81479

نام کتاب ...------... رسائل میلاد النبی ﷺ

ترتیب ...------... صلاح الدین سعیدی ڈائریکٹر

...------... تاریخِ اسلام فاؤنڈیشن لاہور

پروف ریڈنگ ...------... صلاح الدین سعیدی

اشاعت اوّل ...------... ربیع الاوّل 1429 فروری 2008

کمپوزنگ ...------... عزیز کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ لاہور

تحریک ...------... چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر ...------... چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت ...------... =/200 روپے

قادری رضوی کُتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
Hello.042-7213575--0333-4383766

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

انتساب

میرے پرائمری کے اُستاد

حضرت مولانا ماسٹر **محمد عالم امیری** فیروز پوری

(جنہوں نے مثنوی مولانا روم کا ترجمہ ''انوار العلوم'' کے نام سے کیا)

کے نام ....

جن سے میں نے ....

''دینیات'' میں ہمیشہ شاباش پائی

اور ....

''ریاضی'' میں ہمیشہ مار کھائی

صلاح الدین سعیدی

فہرست

تقریظ

محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کیلئے یہ خاص فضل واحسان فرمایا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وما ارسلنٰك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

آپ کے ذکر مبارک کو خاص مقام عطا فرما کر دوام عطا کیا اور پھر اسے اپنی ساری مخلوق میں عام فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ورفعنا لك ذكرك اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

عزیز گرامی محترم محمد صلاح الدین سعیدی حفظہ اللہ نے بہت اچھا کیا کہ ذکر میلاد کے حوالے سے اردو زبان میں موجود اہل علم کے رسائل میں سے چند ایک کو منتخب کیا اور پھر ان کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ ''رسائل میلاد النبی'' کی اشاعت پوری قوم کیلئے اور اہل وطن کیلئے خوشخبری ہے میں اس کار عظیم پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی ایسے کاموں میں اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس کام کو امت وملت کیلئے نفع کا باعث بنائے۔ آمین

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۳-۰۲-۲۰۰۸

قطعہ تاریخ

معروف تاریخ گو شاعر حضرت طارق سلطان پوری

قطعہ تاریخ سال طباعت کتاب مستطاب ''رسائل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم''

مرتبہ: شاعر و صحافی صلاح الدین سعیدی زید مجدہ

سال اشاعت............۲۰۰۸ء............۱۴۲۹ھ

''نغمات میلاد رسول کونین''

۸ ۰ ۰ ۲ ء

کام کرتا ہے مفید و نفع بخش — وہ نہیں کرتا کوئی کار فضول
اس کے علمی کارنامے خوب تر — کیا بیاں مجھ سے ہو اس کا عرض وطول
اہتمام ذکر محبوب خدا — ہے یہ اس کی زیست کا اصل اصول
اس کی محنت بار آور یوں ہوئی — اس کے کاموں کو ملا حسن قبول
جن میں ہے خوشبوئے میلاد نبی — اس نے یکجا کر دیے وہ خوب پھول
اہل وجد و حال چاہیں گے اسے — اور سراہیں گے اسے اہل عقول

اس کی ''طوبیٰ'' سے کہی تاریخ چاپ
''بابِ شہرستانِ میلادِ رسول''
۲۷ + ۱۴۰۲ = ۱۴۲۹ھ

طارق سلطان پوری

۲۳ فروری ۲۰۰۸ء

مقدمہ

اس دنیائے آب وگل میں حضور سرور کائنات ﷺ کی رونق افروزی سے ایک ہزار برس قبل یمن کے بادشاہ تبع اول حمیری نے یثرب (موجودہ مدینہ منورہ) میں حاضری دی وہاں کے باسیوں میں تحائف تقسیم کیے اور اپنے ۴۰۰ لشکری علماء و صلحا کی فرمائش پر ان کی رہائش کیلئے یثرب میں ۴۰۰ مکانات تعمیر کروا کے انہیں وہاں آباد کیا۔ ان علماء کی خواہش تھی کہ ہم یثرب میں رہیں یہیں مریں اور یہیں ہمارے مدفن بنیں تا کہ اگر ہم سرکار مدینہ ﷺ کا ظاہری زمانہ نہ بھی پاسکیں تو کم سے کم ہمارے مدفن ضرور سرکار کے قدموں کی دھول سے مشرف ہوں اور ہماری آئندہ نسلیں ضرور سرکار کی زیارت سے بہرہ ور ہوں۔ بادشاہ یمن تبع اول حمیری نے خط رسول اللہ ﷺ کے نام لکھ کر ان علماء کے سردار ''شامول'' کو عطا کیا اور وصیت کی کہ میرا یہ خط تمہاری اولاد میں نسل در نسل محفوظ رہنا چاہیے اور تمہاری آل کا جو شخص اللہ کے آخری اور برگزیدہ رسول کا زمانہ پائے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرے۔ اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔ ''تبع اول حمیری کے طرف سے اللہ جل شانہ کے آخری اور برگزیدہ نبی کے نام

میں تبع اول حمیری آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی کتاب کی تصدیق کرتا ہوں میں آپ کا سب سے پہلا امتی ہوں میرا سلام نیاز قبول فرمایئے اور محشر کے دن مجھے اپنے غلاموں میں یاد رکھیے گا''۔

علماء کے شامول سردار کی اولاد میں یہ خط پشت در پشت منتقل ہوتا رہا اور اس

کی آل میں سے جس شخص نے حضور ﷺ کا ظاہری زمانہ پایا تاریخ اس فیروز بخت کو "ابوایوب انصاری" کے نام سے یاد کرتی تھی۔

جب اللہ کے محبوب نے اپنے مقدس قدموں کی برکت سے یثرب کو مدینۃ النبی بنایا اور ابوایوب انصاری کے گھر کو جلوہ گاہ بنایا تو ابوایوب انصاری نے اپنے غلام ابویعلیٰ کو حکم دیا کہ بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کرو اور تبع اول حمیری کا وہ خط جو ایک ہزار سال میں ہمارے خاندان کے بزرگوں سے ہمیں پہنچا ہے وہ حاضر خدمت کرو۔ ابویعلیٰ وہ تاریخی خط لے کر بارگاہ نور میں حاضر ہوئے۔ اس سے قبل کہ ابویعلیٰ اپنا تعارف کراتے اور خط کا ذکر کرتے اہل محبت کے دلوں میں بسنے والے محبوب نے دل آویز اور معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ خود ہی سوال کر ڈالا کہ اے ابویعلیٰ لاؤ ہمارا وہ خط ہمیں دے دو جو تبع اول حمیری نے ہمارے نام لکھا تھا۔ (تاریخ ابن کثیر بحوالہ سچی حکایات از مولانا بشیر احمد کوٹلی لوہاراں رحمۃ اللہ علیہ)

ساتویں صدی ہجری میں "اربل" کے سلطان ملک معظم ابوسعید مظفر الدین نے (جو رشتے میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی تھے) سرکاری سطح پر جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کی طرح ڈالی "تاریخ مراۃ الزماں" کی تحقیق کے مطابق اس جشن پر سالانہ تین لاکھ دینار خرچ کئے جاتے تھے اس پر جشن کے چشم دیدہ گواہ "اربل" کے مشہور مورخ ابن خلکان شافعی اربلی (متوفی ۶۸۱) نے اس مبارک جشن کی جو تفصیلات تاریخ کے سپرد کیں وہ یہ ہیں کہ "اس جشن میں دور و نزدیک کے علماء و صلحا واعظین اور شعراء بڑے اہتمام سے شریک ہوا کرتے تھے۔ ان تقریبات میں شرکت کیلئے مختلف علاقوں سے ماہ محرم کے آغاز ہی میں قافلے چل پڑتے تھے اور ربیع الاول تک تانتا بندھا رہتا تھا۔ ایک کھلے میدان میں بہت وسیع پیمانے پر لکڑی کے دیدہ زیب خیمے بنوائے جاتے۔ شب میلاد میں بڑی تعداد میں جانور ذبح

کئے جاتے اور مہمانوں کیلئے لنگر کا انتظام کیا جاتا۔ مغرب کے بعد شاہی قلعہ میں محفل میلاد منعقد ہوتی۔ بادشاہ خود "مشعل بردار جلوس" کی قیادت کرتا ہوا محفل میں شریک ہوتا۔ یہ محفل صبح تک جاری رہتی نماز فجر کے بعد پھر دستر خوان بچھ جاتے اور خواص عوام کو کھانا کھلایا جاتا یہ دستر خوان نماز عصر تک بچھے رہتے لوگ دور دراز سے آ کر شاہی کھانا تناول کرتے اور بادشاہ کو دعائیں دیتے"

حافظ سیّد عبداللہ تلمسانی نے لکھا ہے کہ "تلمسان کا بادشاہ سلطان ابوحمو موسیٰ تلمسانی معززین اور صاحب رائے لوگوں کے مشورے سے شب ولادت میں ایک دعوت عام کا اہتمام کیا کرتا تھا اس میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش چادریں بچھائی جاتیں سنہرے کار چوبی غلافوں والے گاؤ تکیے لگائے جاتے ستونوں کے برابر بڑے بڑے شمعدان روشن کئے جاتے۔ نصب شدہ بڑے بڑے گول خوشنما بخور دانوں میں بخور سلگا تا جاتا جو دیکھنے میں پگھلا ہوا سونا معلوم ہوتا طرح طرح کے کھانے اس انداز سے چنے جاتے جیسے موسم بہار میں رنگا رنگ پھول کھلے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کی خوشبوئیں بسائی جاتی جن کی مہک سے فضا معطر ہو جاتی اور حاضرین محفل پر عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال و وقار چھایا رہتا۔ موذن کے حی اعلی الفلاح کہنے تک یہی کیفیت رہتی"۔

برصغیر میں لودھی خاندان کے آخری فرمانروا "ابراہیم لودھی" کے والد سلطان سکندر لودھی کے وزراء سلطنت "ملک زین الدین" اور "ملک وزیر الدین" یکم ربیع الاول کو ایک ہزار روپے دو ربیع الاول کو دو ہزار روپے اسی طرح ہر تاریخ کے عدد کے مطابق روزانہ ایک ہزار روپے بڑھا کر میلاد النبی پر خرچ کرتے تھے اور خاص ۱۲ ربیع الاول کو ۱۲ ہزار روپے خرچ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جمعہ کے روز کئی من چالوں کا لنگر پکا کر غریبوں میں تقسیم کرتے ان چاولوں کی خصوصیت یہ ہوتی کہ

پکانے سے پہلے چاول کے ہردانے پر تین تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی تھی۔
(حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی اخبارالاخیار)

مصر کے ایک بادشاہ نے ایک عجوبہ روزگار شامیانہ تیار کرایا تھا جو سال میں صرف ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی استعمال ہوتا تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی صرف اس ایک ہی شامیانے کے اندر ۱۲ ربیع الاول کی نسبت سے بارہ ہزار افراد آرام سے بیٹھ کر میلاد مصطفیٰ ﷺ کا بیان سنتے تھے۔ اور جلسہ کے اختتام پر یہ شامیانہ اگلے سال تک ۱۲ ربیع الاول کیلئے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا۔

تیرہویں صدی ہجری کے بزرگ سیرت نگار اور مورخ مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ کے مدیر الشیخ محمد رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول عرب وعجم کتاب ''محمد رسول اللہ'' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور میں رقم طراز ہیں ''خاص قاہرہ شہر میں ۱۲ ربیع الاول کے دن ظہر کی نماز کے بعد عید میلاد النبی کا جلوس غوریہ' اشرافیہ' کوئلہ بازار اور حسینیہ سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان پر ختم ہوتا ہے ان رستوں پر عاشقان رسول کا ہجوم بڑھتا رہتا ہے جلوس کے آگے آگے پولیس کے گھڑ سوار دستے ہوتے ہیں دائیں بائیں فوج کے اعلیٰ عہدیدار ہوتے ہیں۔ بادشاہ مصر جلسہ گاہ میں حاضر ہوتا ہے فوج سلامی دیتی ہے پھر بادشاہ شامیانے میں داخل ہوتا ہے مختلف سلاسل کے صوفیاء اور مشائخ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لئے تشریف لاتے ہیں اور بادشاہ ان کا استقبال کرتا ہے پھر خود بادشاہ شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہوکر میلاد مصطفیٰ کا بیان سنتا ہے اور محفل کے اختتام پر میلاد کا بیان کرنے والے عالم دین کو شاہی خلعت عطا کرتا ہے حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ شربت پلایا جاتا ہے۔ شام کے سائے بڑھتے ہی خیموں پر نصب شدہ تمام قمقموں کو روشن کیا جاتا ہے یہ مبارک دن مصر میں سرکاری سطح پر منایا جاتا ہے اور اس دن ملک میں عام تعطیل ہوتی ہے''۔

عہد حاضر کے خوش قلم مورخ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی اپنے ایک سفرنامہ میں لکھتے ہیں ''سعودی شاہی خاندان کا ایک خوش عقیدہ شہزادہ شیخ العادل الفہمی جبل احد کے دامن میں واقع اپنے باغات اور محلات میں جشن میلاد النبی کا اہتمام کرتا ہے ایک وسیع ایئر کنڈیشنڈ ہال ہے جس میں منقش قالینیں بچھی ہوئی ہے جن میں پانچ سو سے زیادہ مہمانان گرامی جمع ہوتے ہیں۔ علماء کرام' نعت خوانان' قاریان کرام اور اشراف مدینہ کیلئے چاروں طرف صوفے لگے ہوتے ہیں۔ ترکی یمنی' مکی' مدنی پاکستانی اور دوسرے کئی ممالک سے مہمانان عزیز آتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قاری' نعت خواں' قصیدہ خواں اور خوش آواز مدحت سرایان رسول جمع ہوکر عربی میں نعتیں سناتے ہیں' قصیدہ بردہ شریف تمام حاضرین مجلس مل کر پڑھتے ہیں حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن زہیر کا کلام اہتمام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ تمام مہمان اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھتے ہیں شیخ العادل الفہمی کے چاق و چوبند خادمین خوبصورت ٹرے اٹھائے محفل میں گھومتے ہیں۔ خوشبودار شربت کے پیمانے' کوکا کولا کی بوتلیں' جوس کے پیکٹ' قہوے کی پیالیاں' ہر مہمان کو پیش کرتے ہیں۔ مہمان اپنے ذوق کے مطابق جو پسند کرے اٹھا لیتا ہے مگر محفل کے آداب میں کسی قسم کا خلل نہیں آنے پاتا۔ کسی پیالے کے ٹکرانے یا کھنکنے کی آواز نہیں سنائی دیتی سحری کے قریب دعوت طعام کا اہتمام ہوتا ہے دستر خوان بچھ جاتے ہیں۔ ابلے ہوئے زعفرانی چاولوں کے تاش بچھا دیئے جاتے ہیں۔ چاولوں کی ہر تاش پر عربوں کے خاص انداز میں تیار کردہ ایک ''مسلم بزغالہ'' رکھ دیا جاتا ہے۔ سرکے میں تیار کردہ اچار کی پلیٹیں سجا دی جاتی ہے۔ مدینہ منورہ کی سرزمین کے پودینے کھیرے اور دوسری سبزیوں کے سلاد سجا دیئے جاتے ہیں اس طرح مہمان اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق ضیافت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پانچ سو مہمانوں کی دعوت میں کہیں کوئی کمی نہیں ہوتی طلب کرنے سے

پہلے ہر چیز دستر خوان پر موجود ہوتی ہے۔ مجلس کے اختتام پر قہوے کا ایک دور چلتا ہے۔ سفید الائچیاں اور خوشبودار لونگ چھوٹی چھوٹی پلیٹوں میں سجائے خادم ساتھ ساتھ چلتے ہیں مجلس کے اختتام پر میزبان گرامی الشیخ العادل الفہمی کی گاڑیاں مہمانوں کو حرم نبوی تک پہنچانے کیلئے رواں دواں نظر آتی ہیں۔ (باتوں سے خوشبو آئے' مرتب صلاح الدین سعیدی' باب ''مدنی سفرنامہ'' مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

قارئین کرام! تاریخ اسلام کے چمنستان سے چند گلہائے رنگا رنگ آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ دیدہ و دل کو منور کرنے والے ایسے ہی بیشمار ذوق آفریں واقعات' قرآن و حدیث کے نکات اور بزرگوں کے اقوال و ارشادات آپ کو زیر نظر کتاب میں ملیں گے قارئین آپ کے ذوق سے قوی امید ہے کہ ہماری یہ کاوش آپ کو پسند آئے گی اور آپ ہماری قدردانی اور حوصلہ افزائی فرمائیں۔

قادری رضوی کتب خانہ اس سے قبل بھی راقم کی ایک کتاب ''انتخاب حدائق بخشش (اُردو)'' شائع کر چکا ہے۔ مولائے کرام ان کی دینی' ادبی خدمات کو شرف قبول بخشے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں قارئین کے دینی ذوق اور ادبی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق بخشے۔ آمین

آخر میں مندرجہ ذیل احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' جنھوں نے زیر نظر کتاب کی تیاری کے مختلف مراحل میں میرے ساتھ مخلصانہ تعاون جاری رکھا۔ سینئر صحافی ماہر اقبالیات سعید بدر قادری' میرے محسن و مربی حضرت مفتی غلام رسول فیضی دامت برکاتہم العالیہ آف ڈیرہ غازی خان' میرے برادر عزیز سعید احمد کریمی آف ملتان' ڈاکٹر قاری رحمت اللہ عارف آف ڈیرہ غازی خان' شیخ محمد سرور اویسی حفظہ اللہ تعالیٰ۔

صلاح الدین سعیدی

المیلادالنبویہ

فی الالفاظ الرضویہ

حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۵۶ء ۱۹۲۱ء

الحمدللہ الذی فضل سیدنا و مولانا محمد علی العالمین جمیعا واقامۃ یوم القیامۃ للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعا فصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ وعلی کل من ھو محبوب ومرضی لدیہ صلاۃ تلقی وتدوم بدوام الملک حی القیوم واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا مولانا محمدا عبدہ ورسولہ بالھدی ودین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین۔ آمین

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گسترده فرماتا اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے' یہ سورۂ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی[1] اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتداء اس کی اور ہر سورۂ قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی۔

---

[1] سورۃ فاتحہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے۔ الصراط المستقیم۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان کے اصحاب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم۔ انعمت علیھم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں۔ انبیاء کے سردار مصطفیٰ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی تفسیر بتائی جس پر انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے۔ اس میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے۔ سورۃ فاتحہ رحمت الٰہی ہے' دعا و ثناء ہے کہ رب عزوجل نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی۔ کسی خاص واقعہ کیلئے اس کا نزول نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۲۶۹)

اول حقیقی تو اللہ عزوجل ہے۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم

(سورۃ الحدید ۳)

ترجمہ) وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہیے تھی کہ اللّٰہ الرحمن الرحیم مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم وہ جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال اس سے پہلے اسم کا لفظ لایا اور اس پر "ب" کا حرف داخل فرمایا۔ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی و باطن شئے اس تک وصول کیلئے علامت درکار۔ اور اسم کہتے ہیں۔ علامت کو جو دلالت کرے ذات پر تو اسم اللہ ذریعہ ہوا وصال کا اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شے کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی شئے کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کیلئے تین چیزیں ہونی چاہیں۔ ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کو اس ذات کی طرف وہ ذات ذات الٰہی ہے اور وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے وہ محمد ﷺ ہیں تو گویا ابتداء ہی نام اقدس سے فرمائی گئی۔ اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے۔ اسم اللہ تمام مخلوقات کیلئے ہے جو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی ذات اقدس کی طرف دال ہے۔ اس واسطے کہ تمام جہان کو اللہ کی طرف ہدایت حضور ﷺ ہی نے فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے۔ یہاں تک کہ انبیائے کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں تو حضور کے سوا جتنے ہادی ہیں دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی ہو ان کو کسی نے دلالت نہ کی

ہوا ایسا نہیں۔ اگر وہ امتوں کے دال ہیں تو حضور ﷺ کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس (ﷺ) ہی کیلئے ہے۔ تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں' جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے' کچھ وہ جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ' مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا' مہدی ہیں ہادی نہیں یعنی ہادی بالذات نہیں' اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم' فعل' حرف' حرف نہ تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی تو وہ جو بے علاقہ ہیں ذات الٰہی سے وہ حرف ہیں کہ

امنهم من يعبدالله على حرف فان اصابه خير اطمئن به وان اصابته فتن انقلب على وجهه خسرا لدنيا والاخرة ذالك هوالخسران المبين

ترجمہ) کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارے پر کھڑے ہی ہیں۔ فوراً ایک قدم میں بدل گئے' پلٹ گئے' ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے۔

تو یہ نہ مسند ہیں نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا۔ وہ تمام مومنین و ہادین کہ مسند ہیں مگر بالذات مسند الیہ نہیں' وہ فعل ہیں حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی اور اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہوتا ہے اور تعریف کی حد ہے حمد' اور حمد کی تکثیر ہے تحمید اور اسی سے مشتق ہے محمد ﷺ یعنی بار بار اور بکثرت بیشمار تعریف کئے گئے' حمد کئے گئے تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور

اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں جس کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل و پرتو ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں۔

کیف ترقی رقیك الانبیاء یا سماء ما طاولتها سماء

لم یدانوك فی علاك وقد حال سنا منك دونهم وسناء

انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء

انبیاء حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پاسکیں۔ اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب بھی نہ پہنچے حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہوگئی۔ وہ تو حضور کی صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھارہے ہیں۔ جیسے ستاروں کی تشبیہ پانی دکھاتا ہے۔ حضرت کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ لاتعدو لاتحصی (ان گنت' بیشمار) ہیں۔ انبیائے کرام غایت انجلا میں مثل پانی کے ہیں اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں حمد ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفات کمال مخلوقات میں خاص ہیں حضور کیلئے باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ و صدقہ ہے' حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔

انما انا قاسم واللّٰه المعطی

ترجمہ) عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں۔

کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم (عموم' عام' کسی چیز کا خاص نہ ہونا) ہے۔ اور کون سی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ نہیں۔ تو جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں۔ جو اطلاق و تعمیم وہاں بھی ہے جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا

اور بٹے گا۔ ابتدائے خلق سے ابدالاباد تک۔ ظاہر و باطن میں روح و جسم میں ارض و سما میں عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی ابدالاباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔ (ﷺ)

اسم کا خاصہ ہے "جر" اور جر کے معنی ہیں کشش یعنی جذب فرمانا یہ خاصہ ہے حضور اقدس کا۔ کھنچنا دو طرح ہوتا ہے۔ ایک کھینچنا بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے، وہ کھنچنا نہیں چاہتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

انتم تتحقحمون فی النار کالفراش وانا اخذ بحجز کم هلم الیٰ

ترجمہ) تم پروانوں کی مانند آگ پر گرتے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ۔

یہ شان ہے ہے "جر" یعنی کشش کی۔ اسم نحوی کا خاصہ "جر" من حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا من حیث الصدور۔ ہاں "جر" ان احوال و کیفیات سے ناشی (ظاہر ہونا، پایا جانا، کسی چیز کا خاص ہونا) ہوتا ہے جن پر حرف جارہ دلالت کرتے ہیں۔ وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔ مثلاً "ب" کے معنی الصاق یعنی ملانا، یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں یا من کہ ابتدائے غایت کیلئے ہے، یہ بھی خاص ہے حضور ہی کیلئے۔

یا جابران اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

اے جابر! تمام جہان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ہر فضل اور ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتداء انہیں سے ہے۔ "الیٰ" آتا ہے انتہائے غایت کیلئے۔ انتہائے کمال انہیں پر۔ بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے، اول الانبیاء بھی وہی ہیں اور خاتم النبیین بھی وہی (ﷺ) تلمسانی عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبریل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی السلام علیك یا اول السلام علیك یا آخر السلام علیك یا ظاهر السلام علیك یا باطن رب العزت نے قرآن میں اپنی صفت کریمہ فرمائی ہے۔

"هوالاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شيئ عليم"

اس آیت کے لحاظ سے حضور نے جبرئیل سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں عرض کی اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا' اللہ نے حضور کو اول کیا تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو ظاہر کیا اپنے معجزات مبینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہ کی مجال نہیں اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے تو پر ہیں۔ آفتاب میں شک ہوسکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجئے اگر ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو اور حضور فرمائیں یہ آفتاب نہیں کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے' یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق وصحیح ہے اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے' آخر اس کی وجہ کیا یہی ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں' آفتاب سے کروڑوں درجہ روشن ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت سبب ہے اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف ہی نہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو "اعرف الناس" یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں' اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔

معرفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زائد ہے اس کو معرفت الٰہی بھی زائد ہے' صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہان سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں۔ ان سے حضور

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی"

ترجمہ) اے ابوبکر! جیسا میں ہوں سوا میرے رب کے اور کسی نے نہ پہچانا۔

باطن ایسے کہ خدا کے سوا کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں۔ اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ، ہر ذرہ شجر و حجر، وحوش و طیور حضور کو جانتے ہیں، یہ کمال ظہور ہے۔ صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں، جبریل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں، انبیاء و مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق۔

باقی رہا حقیقتاً ان کو پہچاننا تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے تبارک وتعالیٰ ان کا بنانے والا۔ ان کا نوازنے والا۔ ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلاتشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ اللہ تمام جہان سے زیادہ غیرت والا ہے۔ حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں۔

انہ لغیور وانا اغیر منہ واللہ اغیرمنی

ترجمہ) وہ غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

وہ کیوں کر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو جو میرے ساتھ ہے، اسی واسطے فرمایا جاتا ہے جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا ہم تو "قوم نیام تسلوا عنہ بالحلم" ہی ہیں۔ سوتے ہیں خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔ 81479

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حقیقت اقدس کے

لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔ دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔ الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا لوگ سوتے ہیں جب مریں گے جاگیں گے۔

خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے۔

وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور

خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں ﷺ۔

من رانی فقد رای الحق فان الشیطان لایتمثل جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

پھر لوگ مختلف اشکال واحوال میں دیکھتے ہیں کہ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان واحوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے' یونہی بیداری میں جتنے دیکھنے والے تھے۔ سب اس آئینہ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے' ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے آفتاب جل کر خاک ہو جائے جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو احتراق میں کہلاتا ہے' تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی۔ نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔ نہ جمال انور حضور اقدس کو۔

حضور انور ﷺ نے شب معراج کہ رب العزۃ جل وعلا کو بیداری میں چشم سر سے دیکھا' وہ دیکھنا دنیا سے وراء تھا کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور یہ رویت لامکاں میں ہوئی۔

بالجملہ: اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور

اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں۔ ابوجہل لعین حاضر ہو کر عرض کرتا ہے ''زشت نقشے کز بنی ہاشم شگفت'' حضور فرماتے ہیں ''صدقت'' تو سچ کہتا ہے۔ ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں حضور سے زیادہ کوئی خوبصورت نہ پیدا ہوا۔ حضور بے مثل ہیں۔ حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی نہ غربی ارشاد فرمایا ''صدقت'' تم سچ کہتے ہو صحابہ نے عرض کی۔ حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

میں تو اپنے چاہنے والے رب تبارک وتعالیٰ کا اجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابوجہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔ اور ابوبکر سب سے بہتر ہیں۔ انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور وکمال بطون ہے۔

ظہور کسی شے کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے، وہ شے نظر آتی ہے اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سرخی مائل کچھ بخارات وغبارات میں ہوتا ہے۔ ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے۔ اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں۔ خیرہ ہو کر واپس آتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا، وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزۃ نے اپنی ذات کیلئے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے۔ حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے (ﷺ)۔ اسی سبب سے نام اقدس میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔

محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کئے گئے۔ اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا ہے یہ تو شان ہے غایت ظہور کی اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی عن التعریف ہیں۔ تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی۔ تعریف عہد یا استغراق

یا جنس کیلئے ہے' وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل' اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام محمد بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

منزه عن شريك في محاسنه

فجوهر الحسن فيه غير منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت و استغراق نامتصور اور عہد فرع معرفت ہے اور ان کو ذاتاً و حقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا' تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح ''من الی'' جر کرتے ہیں اسی طرح کاف تشبیہ بھی جر کیلئے آتا ہے ذات الٰہی کمال تنزیہ کے مرتبے میں ہے اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہ ہے اس کی ذات و صفات کیلئے اور تشبیہ ہے تجلیات کیلئے' دونوں کو اس آیہ کریمہ میں جمع فرمادیا لیس کمثله شيي وهو السميع البصير لیس کمثله شیی کوئی شے اس کے مثل نہیں یہ تنزیہ ہوئی اور ''وھو السمیع البصیر'' وہی ہے سننے دیکھنے والا' یہ تشبیہ۔

جب تک اللہ نے عالم نہ بنایا تھا تشبیہ نہ تھی۔ جب عالم بنایا تو نہ عالم خیال نہ عالم مثال میں بلکہ عالم تمثیل میں تجلی تدلی کیلئے ایک تشبیہ پیدا ہوئی جو عبارت ہے۔ ذات اقدس ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے شبیہ سے ہاں پہلی تجلی جو فرمائی ہے اسی کا نام ہے محمد ﷺ اور اس تجلی کی اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے۔ الرحمن الرحیم مدح کا قاعدہ ہے کہ اخصاص پہ دلالت کرتی ہے الرحمن کو الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمن کہ رحمت کاملہ بالغہ

رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' پھر فرمایا گیا الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں یہ کیا ہے جن سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردے میں دکھایا۔ القھار المنتقم نہیں فرمایا جاتا الرحمن الرحیم خالص رحمت دکھائی جاتی ہے یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے جس میں صفات قہریہ بھی آکر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں۔

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين (سورۃ الانبیاء ۱۰۷)

آپ ﷺ اولین کیلئے رحمت' آخرین کیلئے رحمت' ملائکہ کیلئے رحمت' تمام مومنین کیلئے رحمت' یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین مشرکین منافقین مرتدین کیلئے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔

"ماكان الله ليعذبهم وانت فيهم" (سورۃ الانفال ۳۳)

ترجمہ) اللہ اس لئے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے رحمت عالم تم ان میں ہو۔

اسی لئے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرح ورفعنه مكاناً عليا اختیار نہ فرمایا گیا۔ حالانکہ ان کے غلام و اہل محبت کی نعش تک آسمان پر اٹھالی گئی ہے۔ سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا اکابر اولیاء جمع ہیں مگر نماز نہیں ہوتی انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ کہا امام کا انتظار ہے۔ ایک صاحب کو نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا۔ جب قریب آئے معلوم ہو کہ یہ وہ صاحب ہیں جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں وہ امام ہوئے سب نے ان کی اقتدا کی۔ نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہو گیا۔ جب نماز ختم ہوئی۔ نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اڑتے ہوئے چلے گئے' انہوں نے پوچھا' جواب ملا' یہ اہل محبت ہیں ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی مگر حضور

رحمت عالم ﷺ نے یہیں تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کیلئے عذاب عالم سے اماں ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہے ہی دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں۔ جنت کا رحمت ہونا ظاہر' حضور کے نام لیوؤں کی جاگیر ہے دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔ اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے' دوسرا: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ انعام ملیں گے۔ یہ رحمت ہے۔ تیسرا: قاسی سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے' ان کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے کہ اگر اطاعت نہ کرو گے تو جیل میں بھیجے جاؤ گے۔ وہ انعام تو عین رحمت ہے اور یہ کوڑا عذاب کا' یہ بھی رحمت ہے' اسلئے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں' اطاعت کریں انعام کے مستحق ہوں تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی' ان کی توہین کی' رب العزۃ نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کیلئے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر ضد کی ضد سے معلوم ہوتی ہے' گرمی کی قدر سردی ہے' سردی کی گرمی سے' چراغ کی اندھیرے سے معلوم ہوا کرتی ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا تو اہل جنت کو یہ دکھاتا ہے کہ دیکھو اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔

وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارك وسلم اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم والہ الکرام اجمعین ○

حضور تمام جہان کیلئے رحمت ہیں۔ رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ تو رحمت کیلئے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے' دوسری خیر اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی ﷺ پر

اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی نہ کوئی خیر کا پانے والا تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہو۔ مگر صورت وجود نبی (ﷺ)

میں تمام نعمتیں' تمام کمالات' تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ فرشتہ ہو خواہ نبی یا رسول جس کو جو نعمت ملی حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔ حضور نعمۃ اللہ ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا نام نعمۃ اللہ رکھا۔ ان الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ نعمۃ اللہ محمد ﷺ ہیں۔

وللہذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال (بمطابق) امر الٰہی ہے۔

قال تعالیٰ "واما بنعمۃ ربک فحدث" اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے' یہی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا' قبر' حشر' برزخ' آخرت' غرض ہر وقت ہر جگہ' ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے

اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے مجلس میلاد آخر وہی شے ہے جس کا حکم رب العزۃ دے رہا ہے "واما بنعمۃ ربک فحدث" مجلس مبارک کی حقیقت مجمع المسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بندیا رقعہ بانٹنا یا طعام و شیرینی کی تقسیم اس کا جزء حقیقت نہیں'

نہ ان میں کچھ جرم۔ اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ''من احسن قولا ممن دعیٰ الی اللہ'' اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

''من دعیٰ الی ھدی کان لہ اجر مثل اجور من تبعہ ولا ینقص ذالك من اجورھم شیئا''

ترجمہ) جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا بلانا قبول کریں۔ ان سب کے برابر ثواب اسے ملے گا اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بروئے صلہ واحسان وصدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود۔

ان مجالس کیلئے ایک تم ہی نہیں ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں جہاں مجلس ذکر شریف ہوتے دیکھی، ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے۔ پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں۔ تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو۔ ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ وہ بھی ایسی عام کہ نامستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

یہ مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی، کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں۔ اول روز سے آدم علیہ السلام کو تعلیم ہی یہ فرمائی گئی کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب و محبوب کا ذکر کیا کرو جس کیلئے عملی کاروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ السلام کے پتلے میں داخل ہوتی ہے آنکھ کھلتی ہے، نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے لکھا دیکھتے ہیں۔

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' (ﷺ) عرض کی الٰہی! یہ کون ہے؟

جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے۔ ارشاد ہوا اے آدم! وہ تیری اولاد میں سے پچھلا پیغمبر ہے۔

''لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولاسماء''

اسی کے طفیل میں نے تجھے پیدا کیا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین وآسمان بناتا تو کنیت اپنی ابو محمد کر

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا۔ پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا۔ وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا۔ ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے' جب زمانہ وصال شریف کا وصال آیا شیث علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہوگا عماد تقویٰ وعروہ وثقیٰ کو نہ چھوڑنا العروة الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا۔

فانی رایت الملائکه تذکرہ فی کل ساعاتها کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔

اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا' پہلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔

واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه قال اء قررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالوا قررنا قال فاشهد وانا معکم من الشهدین فمن تولی بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون (سورۃ آل عمران ۸۱)

ترجمہ) جب عہد لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں' پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں ان باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں' تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے انبیاء کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا

عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔

مجلس میثاق میں رب العزۃ نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے سنا اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا' ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر تو سب سے پہلے تمہارے پاس وہ رسول تشریف آوری کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ثم جاء کم رسول'' پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب سے پہلی مجلس' مجلس انبیاء ہے علیہم السلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانے میں حضور کا ذکر والا ولادت وتشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و ذکریا علیہم السلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانے میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک بتول کا بیٹا جسے اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا' نشانی سارے جہان کیلئے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے فرماتے ہوئے۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد (سورۃ البقرہ) میں بشارت دیتا ہوں اس رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ ہے مجلس جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی' عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل میلاد ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں' سر جھکائے کھڑے ہیں۔ جبرئیل و میکائیل علیہم السلام حاضر ہیں اس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری بارات بنائی گئی ہے۔ سبع

سماوات میں عرش وفرش پر دھوم ہے۔

ذرا انصاف کرو تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا۔ وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے' اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المرادین ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ قادر علی کل شیی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا' شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے' غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے' اس نے بچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ کہ اس کی نظیر نہیں۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے' دو کو بچا سکتا ہے' کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے ادر بچانے والے وہی ایک:

''انا اخذ بحجزکم عن النار هلم الی'' میں تمہارا بند کمر پکڑے کھینچ رہا ہوں۔

ارے میری طرف آؤ یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں۔ قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعالمین بنایا آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کر پکڑا اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

الحمد اللہ کیا کافی پایا۔ اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے' پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ (بگڑے ہوئے) سرکش قید کر دیئے گئے تھے' اسی کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں' خوشی کے نام سے مرتے ہیں' ملائکہ سبع سماوات دھوم مچا رہے تھے۔ عرش عظیم ذوق وشوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت مشرق سے مغرب

تک ہے تمام جہان انہیں کی سلطنت انہیں کی قلم رو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آن پہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدم کی مبارکباد ہورہی ہے قادر علی کل شیء نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے۔

جبرائیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے لے کر حاضر ہوئے اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کیا۔ "اظهر یا سید المرسلین اظهر یا خاتم النبیین اظهر یا اکرم الاولین والاخرین"۔ جلوہ فرمایئے! اے تمام رسولوں کے سردار! جلوہ فرمایئے! اے تمام انبیاء کے خاتم! جلوہ فرمایئے اے سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ کریم یا اور الفاظ ان کے ہم معنی مطلب یہ کہ دونوں جہان کے دولہا' بارات سج چکی اب جلوہ افروزیٔ سرکار کا وقت ہے۔ "فظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم کالبدر المنیر" پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

ان لفظوں پر قیام ہوا جس میں متوجہ مدینہ طیبہ ہو کر یہ درود عرض کیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے رسول

الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی الله

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے نبی!

الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب الله

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے پیارے

الصلوٰۃ والسلام علیك یاخیر خلق الله

درود وسلام حضور پر اے تمام مخلوق الٰہی سے بہتر

الصلوٰة والسلام علیك یا سراج افق الله

درود وسلام حضور پر اے منتہائے آسمان الٰہی کے آفتاب

الصلوٰة والسلام علیك یا قاسم رزق الله

درود وسلام حضور پر اے رزق الٰہی کے تقسیم فرمانے والے

الصلوٰة والسلام علیك یا مبعوث بتیسیر الله ورفق الله

درود وسلام حضور پر اے وہ کہ اللہ کی آسانی اور نرمی کے ساتھ بھیجے گئے

الصلوٰة والسلام علیك یا زینة عرش الله

درود وسلام حضور پر اے عرش الٰہی کی رونق

الصلوٰة والسلام علیك یا سید المرسلین

درود وسلام حضور پر اے تمام رسولوں کے سردار

الصلوٰة والسلام علیك یا خاتم النبیین

درود وسلام حضور پر اے انبیاء کے خاتم

الصلوٰة والسلام علیك یا شفیع المذنبین

درود وسلام حضور پر اے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے

الصلوٰة والسلام علیك یا اکرم الاولین والاخرین

درود وسلام حضور پر اے تمام اگلے پچھلوں سے زیادہ کرم والے

الصلوٰة والسلام علیك یانبی الانبیاء

درود وسلام حضور پر اے سب نبیوں کے نبی

الصلوٰة والسلام علیك یا عظیم الرجاء

درود وسلام حضور پر اے وہ جن سے بہت بڑی امید ہے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا عمیم الجود والعطاء

درود وسلام حضور پر اے وہ جن کی بخشش وعطا سب پر عام ہے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا ماحی الذنوب الخطاء

درود وسلام حضور پر اے تمام گناہوں اور خطاؤں کے محو فرمانے والے

الصلوٰۃ والسلام علیك یاحبیب رب الارض والسماء

درود وسلام حضور پر اے مالک زمین وآسمان کے پیارے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا مصحح الحسنات

درود وسلام حضور پر اے نیکیوں کے درست فرمانے والے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا مقیل العثرات

درود وسلام حضور پر اے لغزشوں کے معاف فرمانے والے

الصلوٰۃ والسلام علیك یانبی الحرمین

درود وسلام حضور پر اے دونوں حرم کے نبی

الصلوٰۃ والسلام علیك یا امام القبلتین

درود وسلام حضور پر اے دونوں قبلوں کے امام

الصلوٰۃ والسلام علیك یا سید الکونین

درود وسلام حضور پر اے دونوں جہان کے سردار

الصلوٰۃ والسلام علیك یا وسیلتنا فی الدارین

درود وسلام حضور پر اے دونوں جہان میں ہمارے وسیلے

الصلوٰۃ والسلام علیك یامن زینۃ اللہ من کل زین

درود وسلام حضور پر اے وہ جن کو اللہ ہر زینت سے آراستہ فرمایا

الصلوٰۃ والسلام علیك یا جد الحسن والحسین

درود و سلام حضور پر اے حسن و حسین کے جد کریم

الصلوٰۃ والسلام علیک یامن نزہ اللہ من کل شین

درود و سلام حضور پر اے وہ جن کو ہر عیب سے پاک فرمایا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سر اللہ المخزون

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے محفوظ راز

الصلوٰۃ والسلام علیک یا در اللہ المکنون

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے پوشیدہ موتی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نور الافئدۃ والعیون

درود و سلام حضور پر اے دلوں اور آنکھوں کی روشنی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سرور القلب المحزون

درود و سلام حضور پر اے دل غمگین کی خوشی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا عالم ما کان وما یکون

درود و سلام حضور پر اے تمام گزشتہ و آئندہ کے جاننے والے

الصلوٰۃ والسلام علیک وعلی الک واصحابک

درود و سلام حضور پر اور حضور کے آل و اصحاب پر

وابنک وحزبک واولیاء امتک وسائر اھل کلمتک اجمعین دائما ابد الابدین وسرمداد ھرالدھرین امین والحمدللہ رب العالمین○

اور بیٹوں پر اور گروہ اور امت کے اولیاء اور دین کے علماء اور حضور کے سب نام لیوواں پر ہمیشگی والوں کی ہمیشگی تک اور بے نہایت جاودانیوں کی جاودانی تک، الٰہی ایسا ہی کر اور سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان کا۔

تمت بالخیر

میلاد شریف
کے فیوض و برکات

تالیف: امام محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ

سن ھ ۱۳۴۵ھ

ترجمہ، تخریج، حواشی: علامہ محمد شہزاد مجددی

سن ء ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہِ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

فصل اوّل

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا ○
عَطِّرِ اللّٰھُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِیْبِ ذِکْرِ حَبِیْبِ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاہٗ وَمُنَّ عَلَیْنَا بِسُلُوْکِ سَبِیْلِہٖ وَھُدَاہٗ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ صَلَاۃً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِھِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَھْوَالِہٖ ○

اے اللہ! ہماری محافل کو اپنے حبیب اعظم کے ذکر و نعت کی خوشبو سے معطر فرما! اور ان کے نقش قدم کی پیروی کے شرف سے ہمیں مشرف فرما اور حضور اکرم ﷺ اور آپ کی آل اطہار پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور ہمیں صلوٰۃ و سلام کی برکت سے گردش زمانہ کی دستبرد سے نجات عطا فرما آمین۔

تمام تعریفیں اس اللہ جل شانہٗ کیلئے ہیں جس نے کائنات کو معزز پیغمبر کے باعزت میلاد سے عزت بخشی۔ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ مقدس نبی اور صاحب مقام محمود ہیں جو صاحب شفاعت کبریٰ اور مالک حوض کوثر ہیں' جو تمام ممکنہ خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔ بزرگ والدین اور اجداد والے ہیں' خلاصۂ کائنات اور اولاد آدم کے سردار ہیں۔ وہ جن کا نور روشن جبینوں میں منتقل ہوتا رہا اور ان کے میلاد و ظہور قدسی سے سارا عالم منور ہو گیا اور ان کی صبح نوری کے پھوٹنے سے تمام جہانوں پر ہدایت و

معرفت کے آفتاب طلوع ہو گئے۔

اور صلوٰۃ و سلام ان کے نور عام پرٗ مرتبہ و مقام پرٗ راہ حق نظام پرٗ قامت موزوں اندام پرٗ خانوادہ ٗ ذی احتشام پرٗ عالی شان اکرام پر آپ کے آل و اصحاب پر اور اطاعت گزاروں اور نسبت والوں پر بھی سلام و رحمت ہو۔

اما بعد

اے امت محمد مصطفیٰ (ﷺ) خصوصاً سادات کرام! بیشک اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی۔ اور کوئی بھی اس کے دائرہ شہود میں شریک نہ تھا۔ پس اس کی حکمت کاملہ نے تقاضا کیا' اور اس کی مشیت خاصہ اس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ کائنات کو تخلیق کیا جائے اور انہیں اس ذات اور اس ذات کی صفات یعنی عظمت و کمال اور رفعت شان سے متعارف کروایا جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے انوار احدیت و صمدیت سے حقیقت احمدیہ (علیٰ صاحبھا الصلوات والتحیات والتسلیمات) کی تخلیق فرما کر اس کا آغاز کیا۔ تا کہ ذات خود ذات کیلئے اپنے جلال و جمال اور تقدیس کے پردوں میں متجلی ہو۔

پس اس تجلی سے اس حقیقت کی وحدت ظہور میں آئی۔ جو اپنی ابتداء کے اعتبار سے بے مثل اور انتہا کے لحاظ سے لا ثانی ٹھہری' تا کہ اس کی سبقت' فضیلت اور خصوصیت واضح ہو جائے اور رب العزت کی طرف سے اس پر ہونے والے احسانات و انعامات اور اس کی بارگاہ میں اس کے شرف و بزرگی کا اعلان بھی ہو جائے اور اس کی قدر و منزلت کا چرچا بھی ہو جائے۔ اور اس کا رتبہ بلند اور اعزاز زیادہ ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ حتمی طور پر ''اول الخلق'' ہیں۔ آپ سے پہلے نہ لوح و قلم تھے نہ آب و عرش نہ ہی ان کے سوا کوئی اور تھا۔ آپ نور کی صورت میں اپنے مولا کے سامنے اس کی بزرگ و برتر بارگاہ خاص میں قربت معنوی کی انتہائی منزل پر تھے۔

ہر چیز سے پہلے آپ ہی نے اس کی تسبیح و تعظیم کی، آپ ہی نے اس کی تکبیر و تہلیل اور تقدیم کی کما حقہ تعریف و ثناء کا نذرانہ پیش کیا اور اس کے شایان شان اس کی صفات پر بہترین اظہار فرمایا۔

اتنا عرصہ کہ اس کی مدت و غایت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس کی مقدار کا اندازہ (سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے اس انعام و قرب سے نوازا ہے) کسی اور کو ہو سکتا ہے۔

اور حق تعالیٰ شانہ نے اس عرصہ میں اپنے انوار سے اس کی تائید فرمائی اور اسے اپنے فیوضات و اسرار سے بہرہ ور فرمایا اور اس پر وہ احسانات فرمائے جن کا علم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے اور اس کی خوشبو اس کے علاوہ انتہا درجے کی کوشش و کاوش کے باوجود بھی کوئی اور نہ سونگھ پایا۔

یہی سبب ہے کہ اس مقام پر اپنے رب کے اولین عارف و عابد حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور اللہ کے شایان شان اس کے پہلے ثناء گستر آپ ہی ہیں۔ اور آپ ہی سب سے پہلے دائرہ ربوبیت و نورانیت کی تائید و حمایت سے نوازے گئے۔ آپ ہی ہیں جن کیلئے پہلے پہل حق تعالیٰ نے اپنے اسرار کے ساتھ جلوہ گری فرمائی اور اپنی عنایات و التفات اور تجلیات سے مستفیض فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کی تخلیق کا آغاز فرمایا اور آپ کو ایسے سانچے میں ڈھالا جس کی نظیر پہلے موجود نہ تھی تو اسی دوران ہر حسن و خوبی جو مشیت کو منظور تھی اس پیکر میں ودیعت فرمادی۔

ازل سے ابد الآباد تک ابتداء و انتہاء کا ماخذ اسی کو ٹھہرایا۔ الغرض ہر تمنا اور آرزو کا نتیجہ اس کے پیکر سے ظاہر ہوا۔ یہی سبب ہے کہ عالم آب و خاک کا فروغ آپ ہی کے ظہور سے مربوط ہے مخلوقات اور عوام کی نشو و نما آپ ہی سے ہے۔

حضور ﷺ اسی لئے ''اصل اصول'' یعنی ہر مخلوق کا منبع و مصدر ہیں اور ہر واصل کیلئے ذریعۂ وصول ہیں۔ اور ہر فضیلت والے سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں۔ اور آپ ہر سبقت والے سے سابق تر ہیں۔ اور تمام بنی نوع انسان میں نسب و حسب کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہیں' اور تمام موجودات بشمول انسان کے روحانی باپ ہیں۔ اور ہر موجود کا باعث وجود آپ ہی ہیں۔ اور عدم سے ہستی کی طرف اس کے اخراج کا سبب بھی آپ ہی ہیں۔

''مطالع المسرات'' میں نقل کیا گیا ہے۔

ہمارے آقا عبدالنور الشریف العمرانی اپنے شیخ ابوالعباس الحمامی سے اور وہ اپنے شیخ ابوعبداللہ بن سلطان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا سیدی یارسول اللہ! کیا آپ ملائکہ و مرسلین کی دادرسی کرنے والے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں میں فرشتوں' نبیوں' رسولوں اور اللہ کی ساری مخلوق کی دادرسی کرنے والا ہوں اور میں اصل موجودات ہوں۔ ابتداء و انتہاء ہوں اور میں ہی سب غایتوں کی غایت ہوں اور کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

فصل دوم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ○

ہر موجودہ چیز قدیم ہو یا جدید خواہ اس کا تعلق کسی بھی زمانے اور عالم سے ہو یہاں تک کہ عناصر زمان و مکان بھی' عالم امکان میں ظہور پذیری کیلئے صاحب لولاک ﷺ کے محتاج ہیں۔ آپ کی برکت سے قائم اور نسبت عالی سے ممتاز ہیں اور ان کا سبب تخلیق بھی آپ ﷺ ہیں۔

ہر بزرگی' شرف' بخشش و عطا' نعمت و فضیلت اور عنایت و رحمت آپ ہی کے طفیل اتمام و تکمیل کو پہنچی ہے۔ سارے عوالم بالائی و نشیبی' کثیر و قلیل' نحیف و ضخیم' عروج والے نزول والے' عیاں ہوں کہ نہاں آپ ہی کے باعث تھے' وجود و ظہور آپ ﷺ ہی کے سبب نوازے گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی طلعت ریزیوں سے ان کو اظہار نصیب ہوا اور آپ ہی سے ان کو سب کچھ ملا۔

آپ ﷺ ہر چیز کا وسیلہ ہیں اور آپ ہی کے واسطے سب کچھ تخلیق ہوا ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے امداد طلب کرتے ہیں اور دوسری ہر چیز آپ کے وسیلے و واسطے سے فیض یاب ہوتی ہے۔ آپ ﷺ زمین اور افلاک والوں کے مددگار ہیں۔ آپ ﷺ ستر پردوں والے (ملائکہ) اہل عالم بالا' اور آج تک زمین پر نازل ہونیوالے اور پھر اوپر چڑھنے والے اور بلندی والے فرشتوں کے بھی ممد و معین ہیں۔

آپ ﷺ تمام جہانوں میں ہونے والے نیک اعمال کا سبب ہیں اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کیلئے نبوت و رسالت کے منصب تک رسائی کا ذریعہ ہیں۔ اولیائے کاملین اور ملائکہ مکرمین کیلئے بھی مرتبۂ قرب و حصول ولایت کا وسیلہ آپ ہی ہیں۔

علم حقیقت[1] (طریقت و تصوف) جس سے محروم رہنے والا شخص فاسق ہے اور علم شریعت (فقہ و احکام) جس سے دور رہنے والا زندیق ہے۔ دونوں (علوم) کا منبع آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کی ذات گرامی کے طفیل تمام موجودات کو گزشتہ ادوار میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا ہوتی رہیں اور آج بھی جسے جو نعمت مل رہی ہے۔ آپ ہی کے حوالے سے مل رہی ہے۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وہ مخلوق ہیں جن کی حقیقی قدر و منزلت اور مرتبہ و عظمت کا اندازہ مخلوقات میں سے کوئی نہیں لگا سکتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مخلوق کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سب سے اعلیٰ، افضل، بہترین اور لائق فخر نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے محبوب اقدس اور بلند شانوں والے رسول ﷺ عطا کر دیئے۔

اور یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ساری نعمتوں کا دارومدار ہے اور وہ "وسیلۂ کبریٰ" ہے جس کے توسل سے ہمارے مصائب و آلام ٹلتے ہیں۔ اور حضور ﷺ ہمارے ایسے محسن ہیں جن کی ہمارے اوپر ایسی منفرد کرم نوازیاں ہیں۔ جن عنایات سے ہمارے آباؤ اجداد والدین اور عزیز و اقارب کی نوازشات کو کچھ نسبت نہیں ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ ہی ہمارے وجود و اعانت کا وسیلہ اور ہماری حیات و ارواح اور عافیت و سلامتی کی بقاء کا سبب ہیں۔

---

[1] حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور قول کی طرف اشارہ ہے۔

آپ ہی ہماری تکالیف و رنج سے خلاصی کا ذریعہ ہیں' اور انشاء اللہ' اللہ کے فضل' کرم' جود و بخشش اور قدرت و عنایت سے جنت میں بھی ہمارے دائمی قیام کا وسیلہ آپ ہی ہوں گے اور ہمیں اس مہربان رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبیٔ امین کے طفیل ہمیں اس (سعادت) سے محروم نہ رکھے۔ آمین

آپ ﷺ وہ فاتح ہیں جن کی برکت سے اللہ نے ہدایت کا بند دروازہ کھول دیا اور آپ ﷺ (کے وجود) سے کفر و گمراہی کے طبقات کو مٹا ڈالا اور آپ ﷺ (کی برکت) سے نفع بخش علوم اور نیک و مقبول اعمال کے راستے کشادہ فرما دیئے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیاں آپ کے صدقے عام ہوگئیں۔ بڑے بڑے ہوشیار اور چالاک قلوب مائل بحق ہوگئے۔

آپ کی آمد سے آنکھوں اور کانوں کے پردے اٹھ گئے اور غیروں کی طرف متوجہ نگاہیں' مشاہدۂ حق میں مشغول ہوگئیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی کیونکہ آپ ﷺ ہی کا نور سب سے پہلے تخلیق ہوا اور آپ ہی پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوا۔ کیونکہ آپ کی بعثت اور تشریف آوری ان سب سے آخر میں ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ وہ رسول ہیں' جن کی رسالت تمام عالمین کیلئے ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین' گزشتہ ساری امتیں اور ان کے علاوہ ساری مخلوقات آپ پر ایمان لانے کی پابند ہے۔ اور آپ وہ حبیب کردگار (ﷺ) ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ...... ارض و سماء نہ ہوتے' طول و عرض نہ ہوتے' دوزخ و جنت' عرش و کرسی نہ ہوتے' جنات' ملائکہ اور انسان بھی نہ ہوتے' جیسا کہ احادیث و روایات صحیحہ اور صلحاء و عرفاء کے درست مکاشفات اس پر دلالت کرتے ہیں۔

فصل سوم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهٖ○

پھر اس بزرگی والے اور بے شمار نوازشات والے بابرکت نور میں سے جب حق تعالیٰ شانہٗ نے انوار اخذ کئے اور کائنات کی مخلوقات کا تعین فرمالیا‘ تو اس نور سے اپنی مشیت کے مطابق دیگر خلائق و مظاہر کو پیدا کیا۔

آخر میں اللہ جل مجدہٗ الکریم نے اس کامل نور کو آدم علیہ السلام کی پشت (صلب) میں رکھا‘ تاکہ ان کے دل و دماغ میں نظم اور جوش قائم رہے اور یہ اس لئے بھی تھا کہ وہ اس سے منور اور مضبوط ہوں اور یہ نور ان کی پیشانی میں سورج کی طرح آب وتاب سے چمکے۔

حضرت امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے شارح ''الاکتفاء'' نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیر (طینت) کی تخلیق کے بارے میں نقل کیا ہے۔ جب دنیا کو بنے ہوئے سترہ ہزار سال گزر گئے‘ تو یہ نور اتم حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے معزز ترین فرزند اور نائب حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا جو عظیم المرتبت رسول اور نبی ہوئے ہیں۔

جس وقت حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے شیث علیہ السلام اور اپنی نسل میں آنے والے دیگر جانشینوں کو بالواسطہ مستقل وصیت جاری فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی اس نور کو ضائع نہ کرے اور اس جھلکتے چھلکتے راز کو فاش نہ کرے‘ سوائے پاک باز اور عفت مآب خواتین کے دوسری عورتوں

سے متمتع نہ ہوا جائے۔ یہ وصیت مستقل طور پر نسل در نسل نافذ اور مستقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ مولا کریم نے اس نور کو حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی طرف اور ان سے مخدومہ کونین عظمت و بزرگی والی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھیر دیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کے نسب شریف کو والد اور والدہ دونوں کی طرف سے جاہلیت کی بدکاری اور آلودگی سے پاک رکھا' اور زمانہ جاہلیت کی نجاست اور میل کچیل سے نور محمدی (علیٰ صاحبہ السلام) کی برکت سے انہیں بچایا۔ اسی نور نے اپنی موافقت کرنے والے ہر شخص کو ہدایت بخشی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق و مولا اور رزاق کے ہاں ایسی قدر و منزلت والے ہیں کہ اس نے آپ کو سوائے اہل کمال کے اور اہل سیادت کے کسی اور کی طرف منتقل نہیں کیا اور انہیں اس کرامت سے نوازا کہ ان کے قریب دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کی برکت سے بارشیں برسا کرتی تھیں۔ آپ کے آباء اور امہات میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوا جو اللہ اور اس کے انبیاء و رسل پر ایمان نہ رکھتا ہو' اور صاحب فضیلت نہ ہو یا اپنے تمام معاصرین سے افضل نہ ہو' یا سردار نہ ہو اور وقت کے اہل شرف و سیادت میں سے نہ ہو۔

مزید برآں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی پر انعام واحسان فرمایا اور آپ کی فضیلت و بزرگی میں اس طور اضافہ کیا کہ آپ کے والدین کریمین کو آپ کیلئے زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے' تاکہ ان کا شمار آپ کے گروہ اور اُمت خاصہ میں ہو جائے۔ یہ ان دونوں (شخصیات) کی خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف بخشا' عزت دی اور رفعت و منزلت سے نوازا۔ یہ امر نہ صرف لازم ہے بلکہ اعتقادیات میں شامل ہے کیونکہ اکثر ائمہ وعلماء نے اس

پر اعتماد کیا ہے۔ اگرچہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں لیکن ضعیف روایت پر فضائل و مناقب میں بلا اختلاف عمل کیا جاتا ہے۔ پاکیزہ قلوب سے صادر ہونے والے کشف صحیح اور علم وسیع سے بھی اس (عقیدے) کی تائید ہوتی ہے۔

آپ کے والدین کریمین یا آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کے بارے میں (معاذ اللہ) جہنمی ہونے کا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی طرف سے اس کے جرم کے مطابق عتاب نازل ہو۔ ایسا شخص صدیقین و صالحین کے مراتب سے محروم ہی رہتا ہے اور وہ اپنی تحقیق اور اجتہاد کے اعتبار سے غلطی پر ہے اور اپنے افکار و نظریات کے لحاظ سے ناقص الفہم ہے، اور اگر بالفرض اس کا کہا صحیح مانا جائے تو اسے شرم آنی چاہیے اور اس قسم کے قول اور فتویٰ سے کتنی خرابی ہوتی ہے۔

ان علماء کرام سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت میں سچے ہیں اور انہوں نے بے شمار تصانیف کے ذریعے اس عظیم بارگاہ کا مکمل اور جامع دفاع کیا۔ ان اہل دانش میں سے بعض اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا[1] ○

(ترجمہ) بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس سے بڑی ایذاء رسانی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ کوئی کہے، آپ ﷺ کے والدین (نعوذ باللہ) دوزخی ہیں۔

اے اللہ! اے غالب اور بخشنے والے ہمیں اپنی رحمت کی پناہ میں رکھنا۔

---

[1] سورۃ الاحزاب آیۃ: ۵۷

علماء کرام نے فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ حقیقتاً اپنے نسب اور کنبے و قبیلے کے لحاظ سے تمام اہل زمین سے بہتر ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب فضیلت اور کمال کے اس مرتبہ پر فائز ہے کہ کوئی اور سلسلہ نسب خواہ کتنا ہی عالی مرتبہ ہو اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ ایسے ہی آپ کی برادری' افضل الاقوام ہے اور آپ کا قبیلہ بہترین قبائل سے ہے اور آپ ہی کا خانوادہ فضیلت و بڑائی والا ہے۔ آل و اولاد بھی آپ ہی کی پاکیزہ و نفیس ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کی محبت پر کرے اور ہمارا حشر حضور اور آپ کی آل کے پرچم تلے کرے اور ان ہی کے غلاموں کے زُمرہ میں ہمیں شامل فرمائے۔ آمین

فصل چہارم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ○

اور جب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح مخدومۂ عالم سیدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور جناب عبداللہ نے ان سے اختلاط کیا اور مجامعت فرمائی، تو یہ معزز نوران کی طرف منتقل ہو گیا اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (کے نور) سے حاملہ ہوئیں۔

اکثر آئمہ کی تصریح کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ نوع انسانی میں سے کوئی اور حضرت بی بی آمنہ کے بطن مبارکہ میں نہیں ٹھہرا۔ جب یہ نور جناب عبداللہ سے سیدہ آمنہ کی طرف منتقل ہوا تو یہ ماہ رجب کے جمعہ یا پیر کی رات تھی۔ اس وقت (ابوین نبی علیہ السلام) شعب ابی طالب میں درمیانی ستون (جمرۃ الوسطیٰ) جیسے مقدس مقام کے قریب مقیم تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی منتقلی (حمل) کے وقت عجیب و غریب علامات اور خرق عادت واقعات کا ظہور ہوا۔ تاکہ آپ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا بج جائے اور آپ کے بلند مقام و مرتبہ کا اعلان و اظہار ہو جائے۔ زمین و آسمان میں یہ بشارت سنا دی گئی...... اے کائنات والو۔ سنو!

آمنہ سید البشر (کے نور) سے حاملہ ہو گئی ہیں......

ساری دنیا کے بت منہ کے بل گر پڑے۔ بادشاہان عالم کی شان و شوکت

ماند پڑ گئی اس صبح کو دنیا کا ہر بادشاہ گونگا ہو گیا اور پورا دن گفتگو نہ کر سکا البتہ اپنا مدعا اشاروں سے ظاہر کرتا تھا۔ قریش مکہ کا ہر مویشی اس رات بول اٹھا اور ہر ایک نے کہا' رب کعبہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ اور کل عالم کے امام' شکم مادر میں تشریف لے آئے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے۔ عالم کے چارہ گر اور اہل عالم کے مہر منیر اپنی والدہ کے شکم میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔

ایسے ہی اس رات کوئی گھر ایسا نہ تھا جو چمک نہ گیا ہو اور کوئی خطۂ زمین نہ تھا جس میں روشنی اور فرحت سرایت نہ کر گئی ہو۔

مشرق کے حیوانات مغرب کے چوپایوں کی طرف بشارتیں دیتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

اسی طرح سمندری مخلوقات ایک دوسرے کو بہترین خلائق اور دونوں عالم کے دولہا کے ظہور کی خوش خبریاں سنا رہے تھے فرش خاکی کا طول و عرض سرسبز ہو گیا۔ درختوں کی شاخیں قسم قسم کے ثمرات اور میوہ جات سے لد گئیں۔

اس سے پہلے اہل مکہ سخت تنگی اور طویل معاشی بدحالی میں مبتلا تھے۔ حضور علیہ السلام کی صورت میں انہیں "خیر کثیر" مل گئی اور عطیات و عنایات کے خزانے ان پر لٹا دیئے گئے۔ لہٰذا اس سال کا نام "سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاجْ" یعنی "کشائش و خوشحالی والا سال" رکھ دیا گیا۔ کیونکہ اس سال پرچم حمد اور تاج کرامت والے (نبی علیہ السلام) رحم مادر میں متمکن ہوئے۔

سیدتنا بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا خواب اور بیداری کے درمیانی عالم میں تھیں کہ انہیں بشارت دی گئی اور ان سے کہا گیا۔

بیشک آپ سرور کونین ﷺ کے حمل سے ہیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مجھے محسوس تک نہیں ہوا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ ہی میں نے کسی قسم کی گرانی اور دقت

محسوس کی۔ البتہ حیض کے بند ہو جانے سے مجھے تشویش ہوئی کیونکہ اس سے پہلے مجھے اس کی عادت نہ تھی۔

سیدہ آمنہ بارہا خواب میں اپنے وجود سے روشن انوار کو نکلتے ہوئے دیکھتی تھیں۔ جن کی تابانیوں سے مشرق و مغرب جگمگا اٹھتے تھے۔ صحیح ترین اقوال و روایات کے مطابق سیدہ کو حاملہ ہوئے دو ماہ مکمل ہوئے تھے کہ حضور علیہ السلام کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ' نہایت پاکیزہ اور پسندیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت اٹھائیس برس تھی۔ امام سیوطیؒ امام علائی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ کے نزدیک یہی درست اور معتبر قول ہے۔

آپ کو شہر فضیلت مآب مدینہ منورہ میں آپ کے والد جناب عبدالمطلب کے ننھیال بنو عدی بن النجار کے مکانات میں سے ایک مکان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مدفن آج تک ایک لمبی سی گلی میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ تو کیا ہی سعادت ہے اس خوش نصیب کی جو ان کی بارگاہ میں حاضری کا قصد کرے۔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ملائکہ نے عرض کی۔ اے ہمارے معبود مالک! اے آقا! اے ہمارے خفیہ و ظاہر کو جاننے والے! تیرا پیارا نبی یتیم ہو گیا اور باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ فقر کا عالم ہے اور مال و زر بھی اس کے پاس نہیں ہے۔

تو رب العزت نے ارشاد فرمایا: جس کا مفہوم (الفاظ کی رعایت کے بغیر) کچھ یوں ہے۔

میں خود اس کا محافظ و نگہبان ہوں۔ میں اس کا حامی و مددگار ہوں۔ میں خود اس کا رزاق اور کفیل ہوں۔ پس تم سب میرے محبوب پر خوب صلوٰۃ و سلام بھیجو اور ان کے اسم پاک سے احتراماً برکتیں حاصل کرو۔

اور اس سال اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام عالم کی حاملہ خواتین کو حکم دیا کہ وہ

لڑکوں کو جنم دیں۔ یہ سب آپ کی عظمت کے اظہار کیلئے تھا تا کہ قیامت تک اس کا شہرہ کتب سیر و تاریخ میں ہوتا رہے۔

صحیح و واضح ترین روایات کے مطابق آپ کی والدہ ماجدہ نو ماہ تک آپ کے حمل سے رہیں اور نویں ماہ آپ کی ولادت تائید و حمایت ایزدی اور الطاف بے پایاں کے ساتھ ہوئی۔ مستند عالم حافظ مغلطائی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

بعض نے کہا مدت حمل دس ماہ تھی۔ ''الابریز'' میں عارف باللہ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایسا ہی لکھا ہے۔

اس اعتبار سے آغاز حمل ماہ جمادی الآخر کے بابرکت۔ باسعادت اور خیر و فلاح والے مہینے سے ہونا قرار پاتا ہے۔

ا حافظ مغلطائی بن قلیج الکبریٰ المصری الحکری الحنفی ترکی النسل تھے۔ کنیت ابوعبداللہ اور لقب علاء الدین تھا۔ ایک سو سے زائد کتب کے مصنف اور حافظ حدیث تھے۔

فصل پنجم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهِ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهٖ○

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں پورے نو ماہ یا دس ماہ مکمل کشادگی کے ساتھ' بلا تکلیف اس شان سے جلوہ فرما رہے کہ نہ کوئی زخم پیدا ہوا' نہ ہی آپ کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں کوئی بل (درد) ہوا اور نہ ہی کسی قسم کی بدبو ظاہر ہوئی۔ اور نہ ہی انہیں کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جیسا کہ حاملہ خواتین کو پیش آتا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

قسم بخدا! میں نے اس سے زیادہ ہلکا پھلکا اور عظیم برکت والا حمل نہیں دیکھا۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے انہیں کہیں آنے جانے' چلنے پھرنے اور دوڑ دھوپ والے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی۔

جب آپ کو حاملہ ہوئے چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور ان سے کہا: اے آمنہ! بیشک تم بہترین خلائق اور سرور کونین کے حمل سے ہو۔ جب تم اسے جننے کا شرف حاصل کرلو تو اس کا نام "محمد" رکھنا اور اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھنا اور وضع حمل سے پہلے کسی سے بھی اپنا حال بیان نہ کرنا۔

اور ابو نعیم اصفہانی نے عمرو بن قتیبۃ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے۔

قال: سمعت ابی و كان من اوعية العلم' قال: لما حضرت آمنة

الولادة' قال الله الملائكة: افتحوا أبواب السماء كلها وأبواب الجنان والبست الشمس يومئذ نوراً عظيما

(ترجمہ) عمرو بن قتیبہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا' جو بہت بڑے عالم تھے' انہوں نے بیان کیا: جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: سارے آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس دن سورج کو نور کا عظیم لبادہ اوڑھایا گیا۔

اور ابو نعیم ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی نقل کی ہے۔

قالت يعني آمنة: ثم أخذني ما يأخذ النساء تعني من الطلّق الذي هو وجع الولادة' ولم يعلم بي ذكر ولا انثى' واني لوحيدة في المنزل' وعبدالمطلب في طوافه' فسمعت وجبةً عظيمةً وأمراً عظيما هالني' ثمّ رأيت كأنّ جناح طائرٍ أبيض قد مسح على فوادي' فذهب عنّي الرّوع وكلّ وجع أجده' ثم التفت: فاذا أنا بشربة بيضاء ظننتها لبناً' وكنت عطشى فشربتها' فاذا هي أحلىٰ من العسل' واصابني' نورٌ عالي' ثمّ رأيت نسوةً كالنخل طوالاً كأنهنّ من بنات عبد منافٍ يحدقن بي' فبينما أنا أتعجب وأقول: واغوثاه! من أين علمن بي؟

قال في غير هٰذه الرواية: فقلن لي نحن آسية امرأة فرعون' ومريم بنت عمران وهٰؤلاء من الحور العين' واشتدبي الأمر' وأنا اسمع الوجبة في كل ساعة اعظم وأهول ممّا تقدّم' فبينما أنا كذٰلك اذا بديباج أبيض قد مدّمن السماء الى الارض' واذا بقائلٍ يقول: خذاه' يعني اذا ولدعن اعين النّاس' قالت: ورأيت رجالاً قد وقفوا في الهواء بأيديهم أباريق من فضّةٍ' ثمّ نظرت فاذا أنا لقطعةٍ من الطّير قد أقبلت حتّى غطّت حجرتي' مناقيرها من

الزّمرّد' واجنحتها من الیاقوت' فکشف اللّٰه عن بصری' فرأیت مشارق الأرض ومغاربها' ورأیت ثلاثة اعلام مضروبات' علماً بالمشرق وعلماً بالمغرب وعلماً علیٰ ظهر الکعبة' فأخذنی المخاض فولدت سیدنا محمدًا صلی اللّٰه علیه وسلم۔ الحدیث۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

پھر مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو (حاملہ) عورتوں پر ہوتی ہے اور مجھے دردِ زہ شروع ہو گیا' جو ولادت کے وقت ہوتا ہے۔ میری حالت سے کوئی مرد و زن آگاہ نہ تھا اور میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت عبدالمطلب حرم کعبہ میں طواف کر رہے تھے۔ اتنے میں' میں نے کسی اہم واقعہ سے پہلے ہونے والے دھماکے کی سی آواز سنی' جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا' پھر میں نے دیکھا جیسے کوئی سفید پرندہ اپنا پر میرے سینے پر پھیر رہا ہے' اس سے میری گھبراہٹ اور درپیش تکلیف دور ہو گئی۔

پھر میں نے دیکھا کہ سفید مشروب ہے جو میرے خیال میں دودھ تھا مجھے پیاس لگ رہی تھی سو میں نے اسے پی لیا۔ یہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر بہت زیادہ نور میرے اوپر چھا گیا۔ پھر میں نے سرو قد عورتیں دیکھیں جو بنو ہاشم کی دو شیزاؤں جیسی تھیں۔ انہوں نے چاروں اطراف سے میرے گرد حلقہ بنا لیا۔ میں سخت تعجب کے عالم میں تھی۔ میرے اللہ! انہوں نے مجھے کیسے جان لیا؟

ایک دوسری روایت میں ہے۔

ان خواتین نے مجھ سے کہا: ہم آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ خاص حوریں ہیں' معاملہ مجھ پر گراں تر ہوتا جا رہا تھا اور میں ہر گھڑی پہلے سے شدید دھماکے کی آواز سن رہی تھی۔ میں اسی عالم میں تھی کہ ایک سفید مخمل کا کپڑا آسمان سے

زمین کی طرف لٹکتا نظر آیا' اور ایک کہنے والے نے کہا: اسے ڈھانپ لو! یعنی جب (بچہ پیدا ہو تو) اسے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رکھو۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

میں نے کچھ اشخاص دیکھے جو چاندی کے کٹورے ہاتھوں میں لئے ہوا میں معلق تھے۔ پھر میں نے کافی سفید پرندے دیکھے جو چلے آ رہے تھے' یہاں تک کہ میرا حجرہ بھر گیا' ان کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت سے بنے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔ پھر میں نے تین جھنڈے نصب شدہ دیکھے' ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبہ کی چھت پر لگا دیکھا۔

پھر مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور میں نے سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کو جنم دیا۔ الحدیث۔

السّلام علیك ایّها الرسول المحمد صلی اللّٰه علیك وسلم۔

السّلام علیك یا سیّدنا ومولانا محمد' صلی اللّٰه علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یا ابن سیدنا عبدالله ابن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا هاشم' صلی اللّٰه علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یامن الله یعطی منّا وفضلا وهولو ساطته العظمی القاسم' صلی الله علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یا ابن آمنة الطّاهرة' صلی اللّٰه علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یامن اضحت امّته بوجوده امنة ظاهرة' صلی اللّٰه

علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك ایّھا البشیر النّذیر' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك ایّھا الدّاعی الی اللّٰہ باذنہ السّراج المنیر صلی اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك ایّھا الصّادق الامین' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یامن بعثہ اللّٰہ رحمۃ للّعالمین' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك ایّھا الفاتح الخاتم' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یامن کنیتہ المشھورۃ ابو القاسم' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك ایّھا الخلیفۃ الاعظم' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك یامن ھو المجلی الاکرم' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك من جمیع الخلائق' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك بکل الوجوہ وانواع الطّرائق' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك من جنابك عظیم الجاہ والقدر' صلے اللّٰہ علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك من مولاك الکریم' صلے الله علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك ممّن اناریك الوجود و کرّمك ای تکریم' صلے الله علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك حبیب اللّه وخلیل اللّه ونجی اللّه'صلے اللّه علیك وعلی آلك وسلم۔

السلام علیك بکل سلام اوجدہ الله' صلے الله علیك وعلی آلك وسلم۔

ترجمہ) اے عالی مرتبت رسول! آپ پر سلام

اے ہمارے آقا و مولا محمد! آپ پر سلام

اے حضرت سیدنا عبداللہ ابن حضرت حضرت عبدالمطلب ابن حضرت سیدنا ہاشم کے لال! آپ پر سلام

اے وہ ذات کہ جسے اللہ نے اپنا فضل و احسان عطا فرما کر اپنے خزانوں کا قاسم بنا دیا' آپ پر سلام

اے پاکیزہ خصال سیدہ آمنہ کے پیارے بیٹے! آپ پر سلام

اے وہ نوری پیکر! جن کے وجود کی برکت سے ان کی امت چمک کر حفظ و امان میں آ گئی' آپ پر سلام

اے خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے آپ پر سلام

اے اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے' روشن آفتاب! آپ پر سلام

اے سچے اور امانت دار آپ پر سلام

اے وہ جنہیں اللہ نے سارے جہانوں کیلئے رَحۡمَةٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن بنا کر بھیجا

آپ پر سلام

اے شروع کرنے والے اور ختم کرنے والے! آپ پر سلام

اے ابوالقاسم جیسی مشہور کنیت والے! آپ پر سلام

اے اللہ کے خلیفۂ اعظم! آپ پر سلام

اے وہ جو سب سے بڑھ کر معزز و محترم ہیں آپ پر سلام

آپ پر تمام مخلوقات کی طرف سے سلام

آپ پر ہر طرح، ہر قسم اور ہر جہت سے سلام

آپ پر آپ ہی کی طرف سے بلند مرتبہ اور فخریہ سلام

آپ پر آپ کی عظیم المرتبت اور عالی قدر بارگاہ کا سلام

آپ پر اس ذات کی طرف سے سلام جس نے آپ کے وجود سے کونین کو اعزاز بخشا اور آپ کو ہر قسم کی تکریم سے نوازا

اے اللہ کے حبیب! اے اللہ کے خلیل! اے اللہ کے نجی! آپ پر سلام

آپ پر ہر وہ سلام جو اللہ کے علم میں ہے۔ صلی اللّٰہ علیك وعلٰی آلك وسلم۔

فصل ششم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبَ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهٖO

یہ بات ظاہر ہے کہ ولادت باسعادت اور معراج النبی ﷺ والی دونوں راتیں دنیا کی دیگر تمام راتوں سے بلاحیل و حجت افضل ہیں۔ جیسا کہ واضح اور روشن ہے کہ جو کچھ ان دو راتوں میں پیش آیا اور وقوع پذیر ہوا ہے وہ ان دو کے علاوہ میں ناپید ہے۔

اسی طرح وہ دن جو ان راتوں کے اختتام پر طلوع ہوا' باقی تمام ایام سے افضل ہے اور اس بات کا اظہار اسی موقع پر مناسب لگتا ہے اور یہ سب کچھ اگر واقعتاً ایسا ہی ہے تو یہ دو راتیں اسی قابل ہیں کہ ان کی مثل (ہر سال) آنے والی رات کو شب عید کی طرح منایا جائے اور نیکی و بھلائی کے موسم کے طور پر اسے اپنایا جائے۔ اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے اس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس بکثرت پڑھی جائے۔ اس کی نصف شب میں وہ امور بجالائے جائیں جو فرحت' مسرت اور اس کی فضیلت پر دلالت کرتے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر شکر ادا کیا جائے جو اس نے خاص میلاد کی رات (شب میلاد النبی ﷺ) کو عنایت فرمائی۔

اس کیلئے ایسا طریقہ اپنایا جائے جو خلاف شرع نہ ہو اور نہ ہی میلاد منانے والے کو ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کی جائے۔

سیرت نبویہ اور شمائل محمدیہ کے مؤلف علامہ شامی نے ذکر کیا ہے اور ان سے

سیدی حمدون ابن الحاج علیہ الرحمۃ نے اپنی منظوم شرح "عقود الفاتحة" میں نقل کیا ہے۔ایک بزرگ (شیخ طریقت) نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا وہ کہتے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں فقہاء کے وہ اقوال عرض کئے جو وہ میلاد شریف کے موقع پر محبت کے غلبے میں کئے جانے والے امور کے بارے میں کہتے ہیں۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا: "من فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِهِ"

جو ہماری خوشی میں شامل ہوتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا معروضات' اور اس خواب و مضمون کی تائید و تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام دیلمی نے "مسند الفردوس" میں نقل کیا ہے اور "جمع الجوامع" اور "کنز العمال" میں بھی مذکور ہے۔

عن جابر بن عبدالله مرفوعاً' أنا أشرف الناس حسباً ولا فخر' وأكرم الناس قدراً ولا فخر' أيها الناس' من أتانا أتيناه' ومن أكرمنا أكرمناه' ومن كاتبنا كاتبناه' ومن شيع موتانا شيعنا موتاه' ومن قام بحقنا قمنا بحقه الحديث[1]۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

میں لوگوں میں سب سے اعلیٰ حسب والا ہوں' مگر کوئی فخر نہیں' اور میں لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور قدر والا ہوں مگر کوئی فخر نہیں۔

اے لوگو! جو ہماری موافقت کرے گا ہم اس کی موافقت کریں گے۔

اور جو ہماری عزت کرے گا ہم اسے عزت دیں گے۔جو ہمارے ساتھ نباہے گا ہم اس کے ساتھ نباہیں گے۔جو ہمارے جنازوں میں شامل ہوگا ہم اس کے

[1] (ا) فردوس الاخبار: الدیلمی (۴۴۵۔۵۰۹) جلد اول' ص: ۴۵' رقم الحدیث' ۱۱۱ مطبوعہ مکۃ المکرمہ (ب) کنز العمال: للامام علی المتقی (۹۷۵ھ۔۱۵۶۷ء) الجزء الثانی عشر' ص: ۶۶' رقم حدیث ۲۸۴۔مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ۔حیدر آباد دکن۔الہند۔

جنازوں میں شامل ہوں گے اور جو ہمارے حقوق کا تحفظ کرے گا ہم اس کے حقوق کا تحفظ کریں گے۔ الحدیث۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اطاعت گزار کیلئے نبی کریم ﷺ کے انعامات اس کی کارکردگی سے کئی درجہ بہتر، افضل، کثیر اور شاندار ہوں گے کیونکہ عطا سخی کے شایان شان ہوتی ہے اور تحفہ دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔

دنیوی بادشاہوں اور سرداروں کی عادت ہوتی ہے کہ تھوڑی خدمت کے بدلے بہت زیادہ اور بیش قیمت نوازشات فرماتے ہیں تو دنیا و آخرت کے بادشاہوں کے آقا و مولا ﷺ کی شان عطا کیا ہوگی۔ وہ کہ اللہ کے تمام خزانوں کی کنجیاں جن کے ہاتھ میں ہیں اور آپ ان میں سے جہاں چاہیں، جیسے چاہیں ابتدا تا انتہاء خرچ کرنے کے مجاز ہیں۔

محافل میلاد کے بارے میں لوگ بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر اس میں چراغاں کرنے کا رجحان ہے جو ساعتوں اور بصارتوں کیلئے باعث فرحت ہوتا ہے۔ صدقات و خیرات کے علاوہ مبنی بر عقیدت اعمال کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نعتیہ قصائد پڑھے جاتے ہیں، بلند آواز سے خیر الخلائق ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جاتا ہے اور اس کے علاوہ وہ امور جن کی شریعت میں ممانعت نہیں اور عرف و عادت میں بھی جن کا بجالانا معیوب نہ ہو۔ ائمہ محققین اور اکابر علوم ظاہر و باطن کے ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسے اعمال بجالانے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسے اعمال اگر اچھی نیت سے ہوں تو کرنے والے کیلئے بہترین اجر کی امید اور توقع ہے۔

والاعمال بالنیات[1] اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی

---

1 (ا) الجامع الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۲۔ مطبوعہ کراچی
(ب) الصحیح المسلم الجلد الثانی ص:۱۴۰، عن عمر بن خطاب، مطبوعہ کراچی۔

ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

ولکل امرئ ما نوی وما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن[1]

اور جس (عمل) کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس عمل کو ہرگز بری بدعت یا ناپسندیدہ عمل نہیں کہنا چاہیے کیونکہ جب اس کافر (ابولہب) کو جس کی ساری عمر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت میں گزری' اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی' اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوگئی۔ اس نے خواب میں اپنے بھائی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی کہ ہر پیر کی رات اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنانے والی کنیز "ثویبہ" کو اس خبر کے سنانے کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا۔

تو اس مومن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ آپ کی دعوت برحق پر ایمان رکھنے والا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت تک رسائی کیلئے ہر ممکن کوشش کرنے والا ہے اور آپ کی شان و عظمت کی خوشی میں ہر مناسب طریقہ اختیار کرنے والا ہے۔

امام ابونعیم اصفہانی حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک ایسا شخص مر گیا جس نے سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ اہل قوم نے اسے پکڑ کر (حقارت سے) کوڑے کرکٹ پر پھینک دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اسے اٹھا کر لائیں اور اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا' یا اللہ! ساری قوم بنی

[1] (ا) مستدرک حاکم: الجزء الثالث' ص: ۸۴' مطبوعہ بیروت' لبنان۔
(ب) موطا امام محمد ص: ۱۴۰' مطبوعہ ایچ' ایم' سعید کمپنی' کراچی۔

اسرائیل گواہ ہے کہ اس نے سو سال تیری نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ہاں وہ ایسا ہی تھا۔ مگر اس نے ایک بار تورات کھولی اور اس کی نظر اسم ''محمد'' ﷺ پر پڑ گئی تھی تو اس نے اس پاک نام کو چوم لیا تھا اور آنکھوں سے لگا کر اس پر درود پڑھا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کو اجر دیا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے اور ستر حوریں اس کے نکاح میں دے دیں۔

اس حکایت کو امام سیوطی نے ''خصائص الکبریٰ'' میں' امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول البدیع'' میں' امام حلبی نے ''سیرت النبی'' میں اور سیدی ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''رسائل الکبریٰ'' میں اور دیگر علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

دیکھو اس عظیم الشان کرم نوازی کا ربط اس گنہگار شخص کی ذات سے کس طرح بے اختیار قائم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے گناہوں کا نام ونشان مٹ گیا اور اس کا ٹھکانہ شقاوت سے سعادت کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ اس نے امام الانبیاء ﷺ کے اسم عظیم کی تعظیم کی اور اپنی محبت وعقیدت بھری آنکھوں سے مَس کیا اور کمال اشتیاق ومروت سے اس پر درود پڑھا۔

تو اس کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کی محبت میں اپنا کثیر مال وزر صرف کرے اور اپنی تمام عمر ان کی اطاعت وپیروی میں بسر کرے اور کثرت سے آپ کی ذات پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اور آپ کے اہل بیت وقرابت سے عقیدت رکھے اور آپ کی ذات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھنے والی ہر چیز کو محترم سمجھے۔

درج ذیل ائمہ امت نے محفل میلاد کو بدعت حسنہ اور اعمال صالحہ میں شمار کیا ہے۔

(۱) الحافظ ابوشامۃ الدمشقی الشافعی (۲) شیخ الاسلام امام ابوزکریا النووی (۳) الحافظ شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری میلاد کے موضوع پر آپ نے رسالہ ''عرف التعریف بمالولد الشریف'' تالیف کیا۔ (۴) الحافظ ابوالخطاب ابن دحیہ

آپ نے اس موضوع پر کتاب "التنویر بمولد البشیر النذیر" تصنیف کی۔

(۵) الحافظ ابن رجب الحنبلی (۶) الحافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی، آپ نے کتاب "وردالصادی بمولد النبی الھادی" تصنیف کی۔ (۷) الحافظ زین الدین العراقی الاثری (۸) حافظ ابن حجر عسقلانی، جنہوں نے میلاد کی اصل صحیحین کی حدیث سے ثابت کی (۹) اور حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے میلاد کی ایک اور اصل حدیث سے ثابت کی ہے اور اس موضوع پر "حسن المقصد فی عمل المولد" کے نام سے رسالہ لکھا ہے۔ جس میں تفصیل سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ میلاد کی محفل شرائط و آداب کے ساتھ کرنے والے کو اجر و ثواب اور نیکیاں ملتی ہیں۔ ساتھ ہی مخالفین کا رد بلیغ کرتے ہوئے آخر تک ان کا تعاقب کیا ہے (۱۰) اور شیخ و امام الفقیہ الاوحد ابوالطیب السبتی (حال مقیم قوص) جو اجل مالکی علماء میں سے ہیں اور عارف باللہ بلکہ اپنے زمانے کے عارفین کے سردار، (۱۱) ابوعبداللہ سیدی محمد عباد النفزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "رسائل کبریٰ" کے بعض مقامات پر اس حوالے سے لکھا ہے۔ ان ائمہ کے علاوہ بھی بیشتر علماء نے اس موضوع پر بکثرت تصانیف چھوڑی ہیں۔

ہمارے مالکی اصحاب میں سے (ایک) تاج فاکہانی نے اس عمل (مولد) کو بدعت مذمومہ اور گھٹیا فعل سمجھا ہے۔ (امام زرقانی) شرح "مواہب اللدنیہ" میں فرماتے ہیں۔

"امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس (فاکہانی) کے ایک ایک حرف کا کامل رد کیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا مزید لطف و کرم فرمائے۔ آمین

فصل ہفتم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبَ اللّٰهِ الأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ○

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد پڑھتے ہوئے عین ذکر وولادت کے وقت نعتیہ قصائد اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے قیام کرنے کا معمول بھی چلا آ رہا ہے۔ یہ مروجہ قیام اسلاف کے ہاں رائج نہیں تھا بلکہ ان کے بعد والے بزرگوں نے اسے اختیار کیا' درحقیقت ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں موجودگی (بذاتہٖ) کے تصور میں نہیں ہوتا جیسا کہ ایک مخصوص گروہ کا خیال ہے' جو اس پر بے جا اعتراض اور تشدد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عمل کا انکار کرتے ہیں[1]۔

حالانکہ یہ قیام تو محض خوشی اور مسرت کے اظہار کیلئے ہے اور ذوق فرحت و سرور اور جشن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم وجود میں جلوہ فرمائی کا اور اس دن میں عالم کی ہر شے پر ان کے انوار کی کرم فرمائی کا۔

اور یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر ہے جو اس نعمت کبریٰ اور عطیہ عظیم کے عطا فرمانے پر تشکر کا بجا طور پر حق دار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر وہ لاثانی

---

[1] حضرت مصنف نے عقاید صحیحہ کی درست ترجمانی فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ''تشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے اور قیام تعظیمی ذکر قدوم (ولادت) شریف کیلئے ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو یہی دلوں کا تقویٰ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم (قدیم) ص: ۱۴۷)

احسان ہے جو اس نے بلا استحقاق، کسی ظاہری سبب اور ان کے کسی کمال و خوبی کو ملحوظ رکھے بغیر فرمایا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

محسن اعظم نبی اکرم، رحمت عالم ﷺ کی نسبت شریفہ کے حوالے سے اظہار مسرت، رقص و قیام اور اس سے متعلقہ دیگر تمام امور کی مضبوط، لائق بھروسہ اور قابل اعتماد اصل شرع شریف میں موجود ہے۔

جس وقت رحمت کونین، سید عالمیان ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو وہاں کے سیاہ فام حبشیوں نے آپ کی جلوہ فرمائی اور کرم نوازی کی خوشی میں آلات حرب و ضرب (جنگی اوزار) کے ساتھ جھوم جھوم کر روایتی رقص کا مظاہرہ کیا۔

اسے امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[1]۔

ایسے ہی کسی کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں ان حضرات نے ڈھالیں اور نیزے پکڑ کر اپنے مخصوص روایتی انداز میں کھیل کا مظاہرہ کیا اور رقص کی سی صورت اختیار کی، جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں انہیں دیکھ رہے تھے۔

اس موقع پر حضور ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے خوشی سے انہیں کلمات داد سے نوازا اور فرمایا:

دونکم یابنی أرفدة، یعنی جدو افیما انتم فیه من هذا اللعب المباح، الذی لا حرج فیه ولاجناح۔

اے بنو ارفدة! جاری رکھو! یعنی تم جس جائز کھیل میں مشغول ہو وہ اچھا بھی ہے اور شریعت میں ناپسندیدہ اور قابل مؤاخذہ بھی نہیں ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد: الجزء الرابع، کتاب لأدب رقم الحدیث۔ ۴۹۲۳۔ مطبوعہ ریاض (عرب)

ان امور سے متعلقہ احادیث صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں مرقوم ہیں، اور علم حدیث کے ہر امام کی نظر میں لائق اعتبار اور قابل استدلال ہیں[1]۔

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔

انه علیه السلام کان یقلس له ای یضرب بین یدیه بالدف والغناء یوم الفطر، ذکره فی الجامع الصغیر[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عید الفطر کے دن دف بجا کر اشعار پڑھے گئے۔ امام سیوطی نے اسے جامع الصغیر میں نقل کیا ہے۔

یہ سب کچھ دراصل بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت پا لینے اور آپ کے دیدار پرانوار کی خوشی میں تھا اور خصوصاً اس برکتوں والی عید کے موقع پر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان کے درمیان موجودگی کی برکت سے لائق صد رشک اور اشتیاق انگیز بن چکی تھی۔

اور حبشیوں کا یہ مظاہرہ (رقص) محض رسم و عادت کے طور پر نہ تھا، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کیونکہ مسجد ان معاملات کیلئے نہیں ہے اور نہ ہی یہ امور بالعموم مساجد میں سرانجام پاتے ہیں۔

اسی طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو بنو نجار کی بچیاں راستوں میں نکل کر دف بجاتی ہوئی بلند آواز سے یوں کہہ رہی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

1۔ صحیح البخاری: جلد اول ص: ۶۵ عن عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ الجامع الصغیر الجزء الثانی، ص: ۱۱۹، مطبوعہ بیروت لبنان۔
ایضاً۔ سنن ابن ماجہ: جلد اول رقم الحدیث۔ ۱۳۰۳ اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات۔

ہم بنونجار کی بچیاں ہیں' واہ! ہماری خوش نصیبی کہ محمد ﷺ ہمارے پڑوس میں تشریف لے آئے ہیں۔

بعض سیرت نگار اتنا اضافہ کرتے ہیں۔

فَمَرْحَبًا بِذَا النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ

وَمَرْحَبًا بِسَیِّدِ الْاَبْرَارِ

(الحدیث)

خوش آمدید! اے نبی مختار! خوش آمدید! اے صالحین کے سردار!

امام ابوسعد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ''شرف المصطفیٰ'' میں نقل کیا ہے۔

جبکہ امام بیہقی اور ان کے استاذ امام حاکم نے اس روایت کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

غور کرو! کیا اس میں حضور علیہ السلام کے جمال جہاں آراء کی زیارت اور ان کی شان وشوکت سے تشریف آوری کی والہانہ خوشی کے علاوہ اور کچھ ہے؟

سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے[1]۔

أَنَّہٗ علیہ السلام مَرَّ بِبَعْضِ أَزِقَّةِ الْمَدِیْنَةِ فَإِذَا هُوَ بِجَوَارٍ یَضْرِبْنَ بِدُفِّهِنَّ وَیَتَغَنَّیْنَ وَیَقُلْنَ

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ   یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

فقال: علیہ السلام' اَللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّی اُحِبُّکُنَّ

ترجمہ) رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے ایک محلہ سے گزرے' تو وہاں موجود انصاری بچیوں نے اپنی دفیں بجا کر استقبالیہ نغمات گاتے ہوئے یوں کہا:

ہم بنونجار کی بچیاں ہیں' اور ہماری کیا ہی سعادت مندی ہے کہ اللہ کے محبوب

[1] سنن ابن ماجہ: المجلد الاول کتاب النکاح رقم حدیث: ۱۸۹۹' طبع دارالفکر' بیروت' لبنان

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پڑوس میں تشریف لے آئے ہیں۔

یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اے بچیو! اللہ جانتا ہے کہ میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں۔

اسی طرح وہ روایات بھی دیکھو! جن میں بعض صحابیات کا ذکر آیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر یا جہاد سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو میں آپ کی صحیح سلامت اور بحفاظت واپسی کی خوشی میں، آپ کے روبرو دف بجاؤں گی۔

لہٰذا حضور علیہ السلام نے ان سب کو اپنی نذر پوری کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

اسی حوالے سے کئی روایات ایک سے زیادہ اسناد کے ساتھ مروی ہیں۔

سنن ابی داؤد، جامع الترمذی اور ان دو کے علاوہ بھی کتب حدیث میں ایسی احادیث مرقوم ہیں۔

جامع الترمذی کی روایت باب مناقب عمر میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

عن بریدة: قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض مغازیہ، فلمّا انصرف جاء ت جاریةٌ سوداءُ فقالت یارسول اللہ! انّی کُنتُ نَذَرْتُ انْ ردّت اللہ صالحًا أن أضرِبُ بیْنَ یَدَیْکَ بالدُّفِ واتغنی، فقال لها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انْ کُنْتِ نَذَرْتِ فاضْرِبِی وَالافلا، فجَعَلَتْ تضْرِبُ۔ الحدیث قال الترمذی حدیث حسن صحیح غریب من حدیث بریدہ رضی اللہ عنہما[1]۔

حضرت سیدہ بریدۃ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کیلئے تشریف لے گئے، جب لوٹ کر واپس آئے تو ایک سیاہ فام کنیز نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نذر مانی تھی، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت

---

[1] جامع الترمذی: الجلد الثانی، ص: ۲۱۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی۔ کراچی

واپس لے آیا' تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی' تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں واقعی منت مانی تھی تو دف بجالو ورنہ نہیں' تو اس کنیز نے دف بجائی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: بریدۃ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

اس روایت کو سیدی ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں بالمعنی نقل کیا ہے۔

اور اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے اوقات میں اظہار خوشی کرتے ہوئے کسی نئے مباح عمل (کھیل تماشے) کا آغاز کرے اگرچہ بغیر کسی التزام اور منت کے ہو' تو کون سی چیز اس کیلئے ممانعت کا سبب ہے۔

شیخ فرماتے ہیں۔

اگر حضور علیہ السلام کے تائیدی ارشادات مبارکہ نہ ہوتے' جن پر شریعت کا دارو مدار ہے تو یہ امور دین میں سب سے بڑی بدعت قرار پاتے۔

اسی قبیل سے ہے وہ روایت جسے امام عقیلی اور ابونعیم اصفہانی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال: لما قدم جعفر من ارض الحبشة' تلقاه رسول اللہ ﷺ فلما نظر جعفر الی رسول اللہ ﷺ حجل' قال سفیان بن عیینه من احد رواته یعنی مشی علی رجل واحدة اعظاما منه لرسول اللہ ﷺ' فقبل رسول اللہ ﷺ بین عینیه' الحدیث۔(۱)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ سے تشریف لائے تو حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات کی' جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی

---

۱ سنن ابی داؤد: المجلد الرابع' ص:۳۵۶ رقم حدیث: ۵۲۲۰

سنن ابوداؤد کی روایت امام شعبی سے مروی ہے جس میں فالتزمہ" (آپ نے انہیں سینے سے لگایا) زائد ہے۔

نظر چہرۂ انور پر پڑی تو انہوں نے حجل کیا۔ امام سفیان ابن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں' فرماتے ہیں۔ احتراماً اپنے ایک پاؤں پر چلنے لگے' تو حضور علیہ السلام نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

''مسند احمد'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی روایت ہے جو حسن سے کم درجہ کی نہیں۔

حجل زید بن حارثة وجعفر وعلي بين يديه صلی اللہ علیہ وسلم لما قال: للاول انت مولای' وللثاني انت اشبهت خلقي وخلقي' وللثالث انت مني وانا منك۔(۱)

ترجمہ) حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقص کیا' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کو فرمایا: تو میرا پیارا غلام ہے' دوسرے کو فرمایا: تو سیرت وصورت میں میرے مشابہہ ہے' اور تیسرے کو فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

اور طبقات ابن سعد میں ایک مرسل روایت یوں ہے جس کی سند امام ابن سعد کے نزدیک امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے۔

فقال جعفر فحجل حول النبي صلی اللہ علیہ وسلم دار عليه۔

یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ' اٹھے اور حضور علیہ السلام کے اردگرد حلقے کی صورت میں رقص کیا۔

والحجل: قال في النهاية: ان يرفع رجلا ويقفز على الاخرىٰ من الفرح۔ النہایۃ (لغت الحدیث) میں ہے۔ حجل کے معنی ہیں' فرط مسرت سے ایک پاؤں پر اٹھا کر دوسرے پاؤں پر اچھلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هو رقص بهيئة مخصوصة۔

---

۱ صحیح بخاری' ج:۲' ص:۶۱۰' ایضاً' ج:۱' ص:۳۷۲' مسند احمد جلد:۵' ص:۲۰۴

حجل: خاص حالت میں رقص کرنے کو کہتے ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حبشہ سے واپس آنے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا رقص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور آپ کے دیدار کی خوشی اور احترام میں تھا۔ اور ان کے ساتھ دیگر دو اصحاب کا رقص اپنی تعریف سننے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف مخاطبت کی لذت کے باعث تھا۔ اور اس بات کے شکرانے میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عزت و محبت اور قرب سے نوازتے ہوئے انہیں اپنی طرف نسبت عطا کی۔ اور یہ وہ عظیم کرم نوازی ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر توقف فرمایا اور قول و فعل سے ان کی تردید نہیں کی۔

اسی طرح رقص و قیام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی اور کائنات میں ان کی جلوہ آرائی سے مشرف ہونے کی خوشی میں کیا جاتا ہے۔ جو بلاتوقف اسی وقت ہوتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ اکثر مقتدایان علم و دین، اہل تقویٰ اور اہل نظر نے اس موضوع پر تصنیفات فرمائی ہیں اور جمہور علماء امت نے اس حوالے سے ان کی پیروی کی ہے۔

غور کیجئے! آج کل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کیلئے جو قیام کیا جاتا ہے یعنی کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے نہ پابندی، اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی شک و شبہ ہے کیونکہ اس کے جائز ہونے پر سلف و خلف پہلے اور بعد والے علماء کا اتفاق ہے۔

مشرق و مغرب کے تمام ائمہ مذاہب اربعہ کے فقہاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت، مواجہ شریف میں حاضری اور تربت مقدس و مطہر و منور کے نزدیک (حالت) قیام کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات سے رحمت عالمیان ﷺ کا انصار کی خواتین اوران کے چھوٹے بچوں کیلئے قیام فرمانا ثابت ہے۔ اسی طرح احادیث میں آپ ﷺ کا سیدتنا بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت علی و سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کیلئے قیام فرمانا اوران کے علاوہ بھی بعض (محترم) لوگوں کیلئے کھڑا ہونا مذکور ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح منہاج" میں مضبوط اور مستند دلائل سے واضح کیا ہے کہ حضور ﷺ کا دوسروں کیلئے قیام فرمانا ہمیشہ کا معمول تھا۔ ملائکہ کرام جو فوت ہو جانے والے کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں' ان کے اکرام کیلئے بھی آپ ﷺ نے قیام فرمایا' خواہ وہ جنازہ کسی غیر محترم یہودی کا ہی کیوں نہ ہوتا۔

اسی طرح یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے سرداران قوم اور معززین کیلئے احتراماً کھڑے ہونے کا حکم فرمایا' جب بھی کبھی کوئی صاحب سیادت انصاری یا بزرگ صحابی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو آپ فرمایا کرتے:

قوموا الی سیّدکم او قال خیرکم۔ الحدیث (۱)

اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا! اپنے سے بہتر کے استقبال کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ گمان کرنا کہ آپ ﷺ نے یہ حکم صرف ان صحابی کو سواری سے اتارنے کیلئے ارشاد فرمایا تھا' بالکل غلط ہے۔ علماء محققین اور ائمہ کرام نے اس زعم کی تغلیط کے بیشتر اسباب اپنی تصنیفات میں بیان کئے ہیں۔

رہا آپ ﷺ کا اپنی حیات ظاہری میں' اپنے لئے تعظیماً کھڑے ہونے سے منع فرمانا تو اکثر و بیشتر علماء کے نزدیک یہ ممانعت وہ ہے جو بطور انکساری اور اپنے

۱؎ سنن ابی داؤد' ج:۴' ص: ۳۵۵ رقم حدیث' ۵۲۱۵

بعض حقوق کی معافی کے طور پر فرمائی گئی حالانکہ اس قیام تعظیمی کے آپ ﷺ بجا طور پر مستحق اور حق دار ہیں[1]۔ واللہ اعلم۔

---

[1] رحمت کونین ﷺ کا ادب و احترام اور تکریم و تعظیم ایمان کی جان اور اصل دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لتومنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ (الفتح آیت ۹) تم پر لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے احترام و ادب اور تعظیم و تکریم کو لازم و واجب کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تعزروا کا مطلب ہے ان کا احترام کرو اور امام الادب المبرد کہتے ہیں۔ تعزروہ: تبالغوا فی تعظیمہ: یعنی ان کا احترام مبالغے کی حد تک کرو۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ (۲۴۲) حضرت امام بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

جو بات عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی وہ نہ کہہ یعنی حضور کو اللہ کا بیٹا یا شرک نہ کہہ

(اس کے علاوہ) جو کچھ ان کی تعریف و توصیف میں تو چاہے بیان کر۔

ائمہ امت کے فرمودات کا خلاصہ تو یہ ہے کہ وہ قیام تعظیم جس کی خواہش رکھی جائے ممنوع ہے۔ اس طرح یوں کھڑے رہنا کہ کوئی بڑا شخص بیٹھا ہوا اور باقی سب اس کیلئے احتراماً مسلسل کھڑے ہوں یہ بھی شرعاً ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔ حدیث شریف میں بھی عجمیوں جیسی ہیئت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ محقق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کن بات فرمائی ہے۔ وازیں جا معلوم مے شود کہ مکروہ و منہی عنہٗ دوست داشتن برایستادن مردم است بخدمت بطریق تعظیم و تکبر و آں چہ بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۴، ص:۴۹)

یہاں سے معلوم ہوا کہ ممنوع و ناجائز یہ بات ہے کہ کوئی شخص از راہ تکبر یہ خواہش کرے کہ لوگ اس کی خدمت و تعظیم کیلئے اور اس کی بڑائی کیلئے کھڑے رہیں، اور جو قیام اس قسم سے نہ ہو وہ مکروہ و ممنوع نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مکروہ و ناجائز قیام محبت نہیں بلکہ محبت قیام ہے۔ (مجددی)

فصل ہشتم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبَ اللّٰه الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ○

صحیح حدیث (مسلم) کے مطابق بلا شک وشبہ آپ کی ولادت باسعادت دو شنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رات کا آخری پہر تھا "الأبریز"[1] میں حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔

کچھ لوگوں نے لکھا کہ دن کا وقت تھا جبکہ بعض اہل علم فرماتے ہیں۔

حدیث شریف کے بیان کی روشنی میں صبح صادق کے آثار ظاہر ہو چکے تھے' یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن تمام ائمہ محدثین کے نزدیک فضائل میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اس دوسرے قول پر اکثر علماء کا اتفاق ہے اور انہوں نے اس کی تصدیق کی ہے جبکہ مذکورہ بالا حدیث مسلم سے بھی اس احتمال کی تائید ہوگئی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا تھا۔

اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولادت مبارکہ مکہ معظمہ میں رات کے آخری پہر صبح صادق کے وقت ایک بلند پہاڑی کے قریب اس مشہور مقام پر ہوئی جو آج کل "مسجد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے مشہور ہے۔ جبکہ قبل ازیں یہ ایک رہائش گاہ

[1] تصوف کی شہرہ آفاق کتاب جو حضرت غوث زماں سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ شیخ احمد بن مبارک سلجماسی (مفتی مصر) نے ان ملفوظات کو جمع کر کے تحریر کیا۔ اس کا جامع اُردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے بعنوان "خزینۂ معارف" شائع ہو چکا ہے۔

اور مکان تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ ''خیزران''[1] نے حصول ثواب وقرب الٰہی کیلئے یہاں مسجد بنوادی تھی۔

اکثر علماء کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت موسم بہار میں ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں ہوئی۔ پھر کچھ نے کہا سات ربیع الاوّل کو ہوئی۔ ''صاحب ابریز'' کا بھی یہی خیال ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاوّل کا دن تھا اکثر محدثین اور اہل تحقیق بھی اس طرف گئے ہیں۔

جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا' اہل مکہ کا عمل اس پر ہے اور ان کے علاوہ بھی لوگوں کی اکثریت اس پر عمل پیرا ہے۔

علماء کرام کی کثیر تعداد نے اس کو راجح (لائق اعتبار) قرار دیا ہے' اس حساب سے کہ عام الفیل کے اختتام کو اس وقت ایک ماہ بیس دن (۵۰ ایام) باقی تھے۔ (۲)

صاحب ''ابریز'' فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو عام الفیل میں' مگر ہوئی ہاتھیوں کے آنے سے

---

[1] خیزران بنت عطاء الجرشیہ' یمن کے علاقہ جرش کی رہنے والی تھی۔ بربر قوم سے تعلق رکھنے والی یہ حسین و جمیل کنیز شعر و ادب کا بھی اچھا ذوق رکھتی تھی۔ اس کی ذہانت اور حاضر جوابی سے متاثر ہوکر مشہور عباسی خلیفہ محمد مہدی نے اسے خریدا اور پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ خیزران کے دو بیٹے موسیٰ الہادی اور ہارون الرشید یکے بعد دیگرے خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ بغداد کی اس بااثر ملکہ کا انتقال ۱۷۳ھ ۲۷ جمادی الاخر بمطابق ۷۸۹ء بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ اور مقبرہ بغداد میں موجود ہے۔ امام اعظم کا مزار بھی اسی احاطے میں ہے۔ ابن جریر کے مطابق والی بصرہ محمد بن سلیمان (ہارون کے بہنوئی) کا انتقال بھی اسی روز ہوا۔

[2] حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ''مدارج النبوت'' جلد ۲ ص ۱۵ میں لکھتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ کسی وقت اور زمانے سے (نسبت) حضور ﷺ کیلئے باعث شرف نہیں' بلکہ جس وقت زمانے اور لمحے کو حضور ﷺ سے نسبت ہوگئی وہ متبرک و محترم ہوگیا۔

پہلے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے وجود اقدس کی بدولت ہی تو ہاتھیوں کو مکہ سے دور دھکیل دیا تھا۔

آپ ﷺ کی پیدائش بغیر کسی ناپاکی اور کدورت کے نہایت پاکیزگی کی حالت میں ہوئی' آپ اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے' جو کہ قبلۂ دعا بھی ہے اور عزت و تفکر والا مقام بھی ہے۔ آپ کی بقیہ انگلیاں بند تھیں۔ نہایت خشوع و خضوع' عاجزی و انکساری اور تڑپ کے ساتھ لوازمات بندگی و علامات عبدیت لئے صرف اور صرف اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو کر غیر سے مکمل انقطاع کی کیفیت میں مسرور و مختون (ختنہ شدہ) دست قدرت الٰہیہ سے آراستہ و پیراستہ معطر و معنبر ہو کر' عنایت ازلی کا سرمہ آنکھوں میں لگا کر جلوہ فرما ہوئے۔

بعض سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کے ختنے کئے اور آپ کا اسم گرامی (محمد) رکھا۔

اس خوشی میں کھانے اور دعوت عقیقہ کا اہتمام کر کے حضور ﷺ کا اعزاز و اکرام فرمایا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے ختنے فرشتوں نے شق صدر کے موقع پر اس وقت کئے جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تربیت و پرورش پا رہے تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے ظہور قدسی کے وقت ایک ایسا نور دیکھا' جس کی تابانیوں میں انہیں شام کے محلات دکھائی دینے لگے' اور ولادت باسعادت کے وقت ساری زمین جگمگا اٹھی' ستارے خوشی اور عقیدت و احترام کے مارے آپ کی طرف جھکنے لگے' یہاں تک کہ آپ کے قرب و وصال کے حصول کیلئے عین ممکن تھا کہ وہ ارض خاکی پر گر جاتے۔

جب ولادت باسعادت کی مبارک رات تھی تو سارے عالم میں عجیب و غریب

علامات اور خرق عادت امور و واقعات کا ظہور تھا۔ یہ آپ کی نبوت کی ابتداء اور آپ کے ظہور قدسی کے اعلان واحترام کے طور پر تھا۔

ان میں سے جنات کی آپ کے بارے میں خبریں ''یہودی عیسائی' راہبوں اور عرب کاہنوں کی پیشن گویاں بھی ہیں کہ اس رات اللہ کے آخری نبی مختار اور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں' جن کا دین باقی ادیان کو منسوخ کر دے گا۔ ان علامات میں سے ایک کسریٰ (شاہ ایران) کے محل کا تھرتھرانا اور یکے بعد دیگرے زلزلے کی زد میں آنا' اور ظاہری طور پر معلوم ومحسوس انداز سے متزلزل ہونا اور اس محل کے چودہ کنگروں کا ٹوٹ کر گر جانا بھی ہے۔

یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتکریم اور جلالت شان کے اظہار کیلئے تھا۔ حالانکہ محل اپنی مضبوطی اور استحکام کے اعتبار سے نہایت پختہ اور عالی شان عمارت ہوتی ہے' جسے بادشاہوں اور حکام کیلئے اس خیال سے تعمیر کیا جاتا ہے کہ اب قیامت اور صور اسرافیل سے پہلے اسے کوئی مسمار نہیں کر سکتا۔

ان علامات میں سے ایک فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا بھی ہے۔ جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے اور صبح وشام اسے روشن رکھتے تھے یہ آتش کدہ ہزار سال سے بجھا نہیں تھا اور اس کے آغاز سے لیکر اب تک اس کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

عام طور پر یہ طویل عرصے تک بجھنے کا نام نہیں لیتا تھا' اور بجھنے پر اسے فوری طور پر تقریباً گھڑی بھر میں پھڑ پھڑ کا دیا جاتا تھا۔

ان ہی علامات میں سے ایک دریائے ساوہ کے پانی کا خشک ہو جانا ہے۔ ساوہ ایران کی مشہور ومعروف بستیوں میں سے ایک ہے۔ جس کی وجہ شہرت مجوسیت اور آگ کی پرستش ہے۔ دریائے ساوہ کی لمبائی چوڑائی چھ فراسخ[1] (اٹھارہ میل) سے

---

[1] ایک فرسخ میں تین میل ہوتے ہیں' اس کو فارسی میں فرسنگ کہتے ہیں۔ غیاث اللغات۔

کچھ زائد بنتی ہے۔ اس میں چلنے والی کشتیاں مسافروں کو قریبی خشک علاقوں تک پہنچانے کا کام دیتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات یہ دریا ایسا خشک ہوگیا' گویا کہ اس میں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

آج کل شہر ''ساوہ'' اسی مقام پر آباد ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا درود وسلام ہو۔ ہر لمحہ ولحظہ اس کے پیارے نبی وحبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

ان عجیب علامات میں سے ایک وادی ''سماوہ'' کا سیراب ہونا بھی ہے' جو کوفہ کے قریب ایک بے آب وگیاہ بستی تھی اور اس سے قبل اس میں پانی کا ہونا سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ لیکن شب ولادت شریفہ کی صبح یہاں سے موجیں مارتا' لہراتا اور بل کھاتا ہوا ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔

ایک علامت یہ ظاہر ہوئی کہ شہاب ثاقب سے آسمان کی حفاظت کا اہتمام کر دیا گیا۔ شہاب ثاقب آتشی شعلے (میزائل نما آگ) کی طرح کا ہوتا ہے جو دور سے مدہم اور مختصر دکھائی دینے والے ستارے کی مانند ہوتا ہے۔

باقی اس طرح شیاطین و جنات کو آسمانی راز چرانے سے روک دیا گیا کیونکہ کچھ باتیں ایسی باقی رہ جاتی تھیں جن سے آگاہی اور واقفیت کا حصول ان (جنات) کیلئے آسان تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ○ (الجن:۹)

ترجمہ) اور یہ کہ پہلے ہم آسمان میں سننے کیلئے کچھ ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ پس اب جو سننے کی کوشش کرے گا تو اپنی تاک میں آگ کا شعلہ (آسمانی میزائل) پائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے۔

کہ ابتداء میں جنات کیلئے آسمانوں میں کوئی پردہ نہیں تھا۔ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمان ان کیلئے ممنوع قرار دے دیئے گئے اور جب حضرت محمد ﷺ کی ولادت طیبہ ہوئی تو ان کا داخلہ آسمانوں میں بند کر دیا گیا۔ اب ان میں سے اگر جاسوسی کرنے کیلئے جاتا ہے تو اس کی طرف نہ چوکنے والے شہاب ثاقب داغے جاتے ہیں' جو اسے یا تو ہلاک کر دیتے ہیں' یا زخمی کر دیتے یا اسے جلا دیتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کو آٹھ خواتین نے دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا' پہلے سات دن آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے' پھر ابولہب کی آزاد کردہ کنیز ''ثویبہ''[1] نے چند ماہ شرف رضاعت حاصل کیا۔ تا آنکہ حضرت حلیمہ شفیقہ رضی اللہ عنہا پہنچ گئیں۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جنہیں سرکار دو عالم ﷺ کی ذات سے بڑی

---

1 ثُوَیْبَہ: درست لفظ ہے' جسے عام طور پر ثوبیہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ خوش بخت خاتون ہیں' جنہیں نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے انہوں نے ہی حضور ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ثویبہ کی گود میں ان کا بیٹا مسروح تھا۔ اس سے قبل وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلا چکی تھیں۔ پھر ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس طرح مسروح' حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی ٹھہرے۔ قیام مکہ کے دوران' جب کبھی وہ آپ سے ملنے آتیں تو آپ اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔

ہجرت کے بعد بھی آپ اپنی رضاعی ماں کے بارے میں' جو مکے میں رہائش پذیر تھیں' اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے اور تحفے تحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ۷ھ میں خیبر سے واپس پر آپ کو ان کی وفات کی خبر ملی۔ ان کا بیٹا مسروح اپنی والدہ سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا۔ امام ذھبی' امام عسقلانی اور امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مترجم (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۹)

سعادتیں، برکتیں اور مرادیں حاصل ہوئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کہ بنو سعد کی ایک اور خاتون نے آپ کو دودھ پلا کر دارین کی سعادتیں حاصل کر لیں۔

ایک خاتون ''اُمِّ فروہ'' نامی نے بھی شرف رضاعت حاصل کیا اور تمام نعمتیں سمیٹ لیں۔

مشہور قبیلہ بنی سلیم کی تین کنواری خواتین نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ ان میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔

ان تینوں خواتین نے گزرتے ہوئے آپ کو کسی کی آغوش میں دیکھ کر (فرط عقیدت سے) اپنا اپنا پستان پیش کیا اور آپ کے دہن اقدس سے لگایا، ان میں دودھ اتر آیا اور آپ نے نوش فرمایا۔

بعض علماء کا کہنا ہے، درج ذیل مشہور حدیث میں کمال مہربانی سے آپ نے ان ہی تین خواتین کو یاد فرمایا ہے۔

أنا ابْنُ العَوَاتِكِ مِنْ سُلَيْم [1] میں بنو سلیم کی عفت مآب خواتین کا بیٹا ہوں۔

امام ابن العربی المعافری [2] علیہ الرحمۃ نے ''سراج المریدین'' میں لکھا ہے۔

---

[1] الجامع الصغیر، ج:۱ص:۱۰۷، بیروت

[2] ابن العربی المعافری: ابوبکر محمد بن عبداللہ (بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی) جمعرات ۲۲ شعبان المعظم ۴۶۸ھ کو اشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔ اُندلس کے اکابر محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اشبیلیہ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی فائز رہے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ ان کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ۵۴۳ھ میں فارس میں فوت ہوئے۔

''احکام القرآن''، ''عارضۃ الأحوذی فی شرح الترمذی'' اور ''العواصم من القواصم'' ان کی مطبوعہ تصنیفات میں سے ہیں۔ محب الدین الخطیب (العواصم کے مرتب و محقق) نے ان کی ۳۵ تصنیفات کی فہرست مقدسہ کتاب میں دی ہے۔ جن میں سے چھبیسویں نمبر پر ''سراج المریدین'' کا تذکرہ موجود ہے۔ (مترجم)

جس خوش بخت خاتون نے بھی نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا' اسے دولت ایمان نصیب ہوئی اور اس نے اپنے مالک حقیقی سے تعلق جوڑ لیا۔

یہ بات دلوں کیلئے باعث تسکین وتقویت ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی عظمت و رفعت ہر حال میں' مختلف معاملات کو مجتمع کر کے ظاہر فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔

أن الجن والطیر تنافست فی ارضاعه فنودیت ان کفوا افقد أجری اللّٰہ تعالیٰ ذلك علی ید الانس

جنات اور پرندے اس بات پر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مباحثہ کر رہے تھے کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت رضاعت سرانجام دیں گے کہ اتنے میں انہیں ندا دی گئی' خاموش ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت انسانوں ہی کے سپرد کی ہے تاکہ محبوب کریم ﷺ بکمال راحت واحترام پرورش پا سکیں۔

لہٰذا اس سعادت عظمیٰ سے قبیلہ بنوسعد سے تعلق رکھنے والی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو مشرف کیا گیا۔ حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ کی نہایت سرکردہ خاتون تھیں۔ اپنے عزیز و اقارب میں بے حد احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

سوائے نیک بختی اور بھلائی کے کچھ اور ان سے متوقع نہ تھا۔ جبکہ حضور ﷺ کی خدمت رضاعت کی برکت سے ان حسنات میں مزید اضافہ ہوا۔ ان کی معیشت میں فراخی خوشحالی اور کثرت ہوگئی اور انہیں طویل عسرت اور شدید تنگدستی و افلاس کے بعد توقع سے بڑھ کر بھیڑ بکریاں اور مال و متاع کی صورت میسر آئی۔ بلکہ یہ فیوض و برکات نہ صرف حلیمہ بلکہ تمام قبیلہ بنوسعد کو حاصل ہوئے۔ ''فتح الباری'' میں سیرت واقدی کے حوالے سے ہے۔

انہ علیہ السلام تکلّم فی اوائل ماولدو عند ابن عائذ اوّل ماتکلّم بہ حین خرج من بطن امّہ اللہ اکبر کبیراً والحمدللہ کثیراً و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا○

حضور اکرم ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا' اور ابن عائذ کے نزدیک آپ ﷺ نے شکم مادر سے ظہور فرماتے ہی یہ الفاظ کہے۔

اَللّٰہُ اکبر کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کثیراً وسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا○

اللہ سب سے بڑا اور عظمت والا ہے اور تمام تعریفیں بکثرت اسی کی ہیں' اور اللہ کی پاکی ہے صبح بھی اور شام بھی۔

اور ''شواہد النبوۃ'' میں ہے۔

روی ان رسول اللّٰہ ﷺ لما وضع علی الارض رفع رأسہ وقال بلسان فصیح لا الہ الا اللّٰہ وانّی رسول اللّٰہ۔

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب زمین پر لٹایا گیا تو آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھا کر واضح الفاظ میں فرمایا:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وِانّی رَسُوْلُ اللّٰہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

امام السہیلی کی کتاب ''الروض الانف'' میں واقدی کے حوالے سے ہے۔

آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی یوں فرمایا: جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیْع[1]

---

[1] امام ابو عبداللہ' الحاکم نیشاپوری' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں: عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان آخر ماتکلم بہ: جلال ربی الرفیع فقد بلغت ثم قضی ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلمات فرمائے وہ یہ ہیں: جلال ربی الرفیع اتنا کہنا تھا کہ وصال ہو گیا۔
مستدرک حاکم: جزاء الثالث' ص:۵۹' بیروت' لبنان۔

میرے رب کی شان بلند ہے۔ ان مختلف عبارتوں میں تطبیق یوں ہو گی کہ آپ ﷺ نے ان سب کلمات سے کلام فرمایا ہے۔

امام ابن سبع نے خصائص میں ذکر کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا جھولا شریف فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

خطیب بغدادی، ابن عساکر اور امام بیہقی علیہم الرحمۃ وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ اپنے پالنے میں ہوتے تھے تو چاند آپ سے باتیں کرتا تھا اور آپ کو رونے سے روکتا تھا۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ اس سے باتیں اور گفتگو فرماتے ہوئے انگشت مبارکہ سے جس طرف اشارہ فرماتے وہ اس طرف ہو جاتا تھا۔

اور آپ ﷺ چاند کے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہونے کی زوردار آواز سماعت فرمایا کرتے تھے۔

فصل نہم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبَ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ○

رحمت عالم ﷺ کی نشو و نما کا انداز عام لڑکوں کے پلنے بڑھنے سے بالکل مختلف تھا' آپ ﷺ کی افزائش ایک دن میں اتنی تھی جتنی عام بچوں کی ایک مہینے کی مدت میں ہوتی ہے۔

''شواہد النبوۃ'' میں ہے۔

آپ ﷺ جب دو ماہ کے ہوگئے تو گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل بچوں کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر جانے لگے' اور تین ماہ کے ہوئے تو اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ چار ماہ گزرے تو دیوار کو پکڑ کر چلنے لگے۔ پانچویں ماہ از خود چلنے لگے۔ چھ ماہ ہوئے تو تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ جب آپ ﷺ سات ماہ کے ہوئے تو دوڑ کر ہر طرف آنے جانے لگے اور جب آٹھ ماہ کے ہو گئے تو بولنا شروع کر دیا اور فصیح کلام فرمانے لگے۔ دس ماہ پورے ہوئے تو آپ ﷺ لڑکوں کے ساتھ تیز اندازی کرنے لگے۔

جب آپ کی رضاعت کی مدت پورے دو سال ہوچکی تو سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئیں اور ان کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ﷺ کی مدت رضاعت کو بڑھا کر کچھ عرصہ مزید اس رحمت تمام کو میرے پاس رہنے دیں' تا کہ ان کی تربیت و پرورش اور زبان و بیان میں مکمل

پختگی اور مہارت پیدا ہو جائے۔

صحیح قول کے مطابق جب آپ کی عمر مبارکہ چار سال ہوئی تو جبریل و میکائیل علیہما السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کا سینۂ اقدس چاک کر کے قلب اطہر کو باہر نکالا اور اس میں سے سیاہ لوتھڑا نما کوئی چیز نکال کر پھینک دی۔

پھر دونوں نے کہا' اے معزز پیغمبر اور عظیم نبی! یہ آپ کے ساتھ شیطان کی لذت کا سامان تھا۔ پھر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا:

ان کو ان کے دس امتیوں کے ساتھ تولو' تو اس نے آپ کا وزن ان کے ساتھ کیا' لیکن آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا سو کے ساتھ تولو! مگر آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا ایک ہزار کے ساتھ تولو! مگر آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا بس رہنے دو! خدا کی قسم اگر تم ان کو پوری امت کے ساتھ بھی تولو گے تو ان کا وزن زیادہ ہوگا[1]۔

ان واقعات کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں جو اپنے لال کی جدائی میں مغموم اور رنجیدہ رہنے لگی تھیں[2]۔

جس وقت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال اور تین ماہ ہوئی تو مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے مقام ''اَبواء'' پر آپ کی والدہ کریمہ داغ مفارقت دے گئیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمسفر اور جلیس تھے۔

---

1 سنن الدارمی: جلد ا' ص: ۱۳۰' مطبوعہ مکتۃ المکرمہ۔ عن ابی ذر غفاری

2 حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہر چھ ماہ بعد آپ کو لا کر آپ کی والدہ ماجدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا' حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور آب و ہوا کی موافقت کے پیش نظر مزید دو سال کیلئے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو خدمت کا موقع فراہم کر دیا گیا۔

''ابواء شریف'' مکہ اور مدینہ کے مابین' مدینہ سے زیادہ نزدیک ایک قصبہ ہے جو تقریباً ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی تدفین مشہور' صحیح اور مختار قول کے مطابق ''ابواء شریف'' ہی میں ہوئی۔

ایک (ضعیف) قول کے مطابق انہیں مکہ معظّمہ میں کوہِ صفا کے قریب دفن کیا گیا۔ اللہ اس کے شرف میں اور اضافہ کرے۔

جبکہ اہل مکہ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قبر ''شعب أبی ذیب'' میں مقام حجون میں ہے۔ یہ بلند چوٹیوں والا ایک پہاڑ ہے۔

اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ وہ ''مَعْلاۃ'' پہاڑی ڈھلوان ہی میں دفن ہیں مگر ''دار رائعۃ'' میں ہیں۔ ''شعب ابی ذیب'' میں نہیں۔ صاحب ''قاموس'' نے اسی پر اکتفاء کیا ہے لیکن صاحب ''تاج العروس'' نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔

جبکہ بعض علماء نے کہا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو ابتداء میں ''ابواء شریف'' ہی میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر وہاں حفاظت و احترام سے موجود رہی لیکن بعد میں قبر کشائی کر کے مکہ معظّمہ کے مقام ''حجون'' میں انہیں منتقل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب نے کمال شفقت و محبت سے آپ کی سرپرستی و کفالت کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب کی دوسری تمام اولاد کے برعکس ان کی خلوت اور آرام کے وقت بھی ان کے ہاں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ یعنی دادا کے نہایت چہیتے تھے۔

آپ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ کے معزز دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور آپ کی کفالت کا ذمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے سگے بھائی ابو طالب نے لے لیا۔

ابوطالب آپ سے شدید محبت کرتے تھے اور ایسی محبت آپ کے علاوہ انہیں کسی اور سے نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کو اپنے پاس ہی سلاتے اور جب بھی کہیں جانا ہوتا آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

جب حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف بارہ سال دو ماہ دس دن ہوئی' تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر تشریف لے گئے' یہاں تک کہ (شام کی سرحدی شہر) ''بُصْریٰ'' پہنچے اور بحیرہ الراہب نے وہاں پر آپ کو دیکھا' وہ آپ کی صفات کریمہ کی نمود سے آپ کو پہچان گیا اور آپ کے پاس آ کر آپ کا دست اقدس تھام کر کہنے لگا۔

ھذا سید المرسلین' ھذا سید المرسلین' ھذا یبعثه اللّٰه رحمة اللعالمین۔

یہ تمام رسولوں کے سردار اور سارے جہانوں کے آقا ہیں' یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس سے پوچھا گیا کہ یہ سب تمہیں کیسے پتہ چلا؟

تو اس نے جواب دیا: جب تم کسی پہاڑی پر چڑھتے تھے' تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں تھا جو ان کو سجدہ نہ کر رہا ہو اور یہ سوائے نبی کے کسی اور کو سجدہ نہیں کیا کرتے۔

اور میں انہیں مہر نبوت کی وجہ سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے دونوں کندھوں کی ہڈی سے نیچے سیب کی طرح بنی ہوئی ہے۔ اور ہم نے یہ سب نشانیاں اپنی کتاب تورات میں سے اخذ کی ہیں۔

ابوطالب نے یہودیوں سے خطرہ کے پیش نظر آپ کو واپس لے جانے کا سوچا اور مکہ واپس لوٹ آئے[1]۔

جب آپ ﷺ چودہ سال کی عمر کو پہنچے یا ابن ہشام کے قول کے مطابق

[1] الجامع الترمذی جلد: ۲' ص ۲۰۳' مطبوعہ کراچی

پندرہ سال کے ہوئے یا ابن اسحاق کے مطابق بیس سال کے ہوئے تو "حرب فجار" (بروزن نجار) چھڑ گئی[1]۔

یہ جنگ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے قبائل اور بنو قیس کے مابین ہوئی۔ حضور ﷺ نے بھی اس کے بعض ایام میں جنگ میں شرکت کی' آپ کے بعض چچاؤں نے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فکنت أنبُلُ علی عُمُومَتِی: یعنی میں اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیتا تھا۔ اس جنگ کو "فجار" اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حرمت والے مہینے میں لڑی گئی' یعنی جن مہینوں میں قتل و غارت ہمیشہ کیلئے ممنوع و حرام تھی۔ لیکن ان سب قبائل نے ان مہینوں کی عظمت و حرمت کو اجتماعی طور پر پامال کرتے ہوئے ان کے تقدس کو مجروح کیا اور گناہ کے مرتکب ہوئے۔ مسعودی کا کہنا ہے کہ ایسی چار جنگیں (فجار) عربوں میں لڑی گئیں۔

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپ ﷺ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر ان کے غلام مَیْسَرَہ کی ہمراہی میں دوسری بار ملک شام تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے سے پہلے کا ہے۔

آپ ﷺ نے بُصْریٰ کے بازار میں سطور راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا:

راہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے سر اقدس اور پائے مبارک

---

[1] فجار کی لڑائیاں دو ہوئی ہیں۔ پہلی لڑائی اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر کم و بیش دس سال تھی' دوسری جنگ اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر چودہ یا بیس سال بیان کی جاتی ہے۔

کو بوسہ دیا اور کہنے لگا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ وہی نبی امی ﷺ ہیں، جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے سوائے نبی آخر الزماں ﷺ کے کوئی اور نہیں بیٹھے گا۔

ائمہ سیرت اور حفاظ حدیث کی تصریحات کے مطابق حضور ﷺ کا ان دو مواقع اور دو سالوں کے علاوہ کسی وقت شام کی طرف سفر کرنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

شام سے واپسی کے دو ماہ پچیس دن بعد ماہ صفر کے آخر میں جبکہ آپ کی ولادت باسعادت کو چھبیس سال گزرے تھے، آپ ﷺ نے حضرت ام المومنین خدیجہ خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، جن کی عمر اس وقت تقریباً چالیس سال تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی عفت و پاکبازی اور سلیقہ مندی کے باعث ''طاہرہ'' اور سیدۃ النساء قریشی خواتین کی سردار کے نام سے یاد کی جاتی تھیں۔ آپ تمام ازواج مطہرات سے افضل ہیں اور آپ ہی وہ نیک بخت خاتون ہیں۔ جنہیں سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ ہی اس امت میں سب سے پہلے ایمان سے مشرف ہوئیں۔

حضور اکرم ﷺ نے آپ کے ہوتے ہوئے نہ دوسرا نکاح فرمایا اور نہ ہی کسی لونڈی کو اپنے پاس رکھا۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سب سے پہلے آپ ہی کا انتقال ہوا۔ نبی ﷺ کی تمام اولاد آپ ہی کے بطن سے ہوئی۔ سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مقوقس حاکم اسکندریہ (مصر) نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

مشہور قول کے مطابق جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال

ہوئی تو آپ قریش مکہ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر میں شامل ہوئے اور ان کے ساتھ بھاری پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی ضرورت آتشزدگی یا سیلاب کے اثرات کی بناء پر پیش آئی تھی۔

دوران تعمیر' جب حجر اسود کی تنصیب اس کے مقررہ مقام پر کرنے کا وقت آیا تو باہم اختلاف پیدا ہو گیا اور فیصلہ ہوا کہ اگلے دن حرم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے کو "ثالث" مان لیا جائے۔

اگلے دن سب کی نگاہوں نے دیکھا کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ صادر فرمایا کہ ایک طویل و عریض کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر ہر قبیلے کا سردار کپڑے کا کونہ پکڑ کر اٹھائے۔ جب حجر اسود کا مقام قریب آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو پکڑ کر مقررہ جگہ نصب کر دیا۔ آپ کے اس عمل سے سرداران قریش کا باہمی اختلاف اسی وقت ختم ہو گیا۔

جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پورے چالیس سال ہوئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو تمام خلق کی طرف بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرما دیا' آپ کی نبوت و رسالت کی بنیاد بلاشک وشبہ حق و صداقت پر قائم تھی۔

لہٰذا آپ نے فیض رسالت مخلوق تک پہنچایا اور کفر و ضلالت اور جہالت کو مٹایا۔ امت کو دعوت و نصیحت کے ذریعے ہر مصیبت اور آفت سے نجات دلوائی۔ یہاں تک کہ لوگ جوق در جوق اللہ رب العزت کے دین کو اختیار کرنے لگے اور راہ حق سے منحرف کر دینے والے طریقے سے منہ پھیرنے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت کے ابتدائی ایام میں اپنے رب کی عطا کردہ فضیلت کے باعث جہاں سے بھی گزرتے تھے' راستے کے درخت اور پتھر یوں کہتے تھے۔

السلام علیک یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو[1]۔ اعلان نبوت کے بعد آپ نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور وحی کا نزول اسی جگہ ہوتا رہا' اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں اسی طرح آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

رب تعالیٰ نے عمر مبارک کے تریسٹھویں (۶۳) سال کی ابتداء ہی میں آپ کو اپنے پاس بلالیا۔ اس وقت آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس سال بھی سفید نہ تھے[2]۔

اہل علم نے نظم و نثر میں بکثرت ان واقعات اور معجزات کو کتابی صورت میں قلم بند کیا ہے جو آپ کے سبب یا آپ کے دست منتخب پر ظاہر ہوئے' اور جو علامات اور خرق عادات امور آپ کی نسبت اور مناسبت سے والدہ ماجدہ کے شکم میں جلوہ گری سے لے کر لحۂ وصال تک ظہور پذیر ہوئے' ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

صلواتُ اللّٰہِ وسلامُہ' علیہ' وعلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ منہ' والیہِ○ آپ پر اللہ کا صلوٰۃ وسلام ہو اور ہر اس شخص پر جو آپ کی بارگاہ سے کامل وابستگی رکھتا ہے۔ آمین

---

[1] الجامع الترمذی جلد ثانی' ص:۲۰۴ مطبوعہ کراچی۔ امام ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بمکۃ حجرا کان یسلّم علی لیالی بعثت انی لاعرفہ الان (ص:۲۰۳ ایضا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابتدائے نبوت میں مکہ شریف کا ایک پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔

(ب) سنن دارمی' ج:۱' ص:۱۵

[2] ترمذی جلد ثانی' ص:۲۰۳' مطبوعہ کراچی

فصل دہم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهٖ○

علماء کرام اور ائمہ محققین کے ارشادات کے مطابق اللہ کی مخلوق خصوصاً نسل انسانی کو اپنی تمام ضروریات زندگی سے زیادہ جس چیز کی احتیاج ہے وہ معرفت رسالت مآب ﷺ ہے۔[1]

یعنی آپ کے احوال و کیفیات اور صورت و سیرت سے آگاہی اور ان دینی و دنیوی محاسن و خصائص عالیہ سے واقفیت جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں جمع فرمائے ہیں۔

چہرۂ انور

آپ ﷺ کی ظاہری صفات میں سے یہ بھی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور ایسے دمکتا تھا جیسے چودھویں کی درخشاں رات میں بدر کامل چمکتا ہے۔

اللہ کی توفیق یافتہ کوئی بھی نگاہ جب پورے ذوق سے آپ کی طرف اٹھتی ہے تو آپ کا چہرۂ اقدس اسے سورج اور چاند کی طرح لگتا تھا بلکہ رخ انور ان دونوں سے کہیں بڑھ کر روشن اور تابدار تھا۔

---

[1] حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ فرماتے ہیں: جب تک سید الوجود ﷺ کی معرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور مرشد کی معرفت کے بغیر آپ ﷺ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ (خزینۂ معارف ص:۹۹)

قد و قامت زیبا

حضور اکرم ﷺ نہایت میانہ قد تھے' یعنی کوتاہ قامت سے بلند اور طویل القامت سے کچھ کم تھے۔

مطلعِ نورِ رسالت رُخِ زیبا تیرا   مقطعِ ختمِ نبوت قدِ رعنا تیرا

اور جب آپ ﷺ دراز قد لوگوں کے ساتھ چلتے تھے تو آپ ہی سربلند دکھائی دیتے تھے اور یہ آپ کے رب کی طرف سے معجزانہ طور پر تھا۔

جب آپ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے دونوں مبارک کندھے باقی لوگوں کے کندھوں سے نمایاں نظر آتے تھے۔

رنگت مبارک

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ نہ تو شدید سفیدی مائل تھا اور نہ ہی بہت زیادہ گندم گوں' بلکہ آپ ﷺ نہایت خوش نما سرخی مائل گوری رنگت والے تھے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے   اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

مبارک زلفیں

محبوب خدا' محمد مصطفیٰ ﷺ کے بال مبارک گہرے سیاہ تھے۔ آپ کی مقدس زلفیں نہ تو بہت زیادہ خمدار تھیں اور نہ ہی بالکل سیدھی تھیں۔ بلکہ ان دونوں کی درمیانی صورت میں تھیں' اور ہر وقت ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے کنگھی کی ہوئی ہے۔ آپ کے موئے مبارک کچھ خم دار اور نہایت موزونیت سے جدا جدا بھی تھے۔[1]

---

[1] کان شعر النبی ﷺ رجلاً لاجعداً ولا سبطا۔ آپ کے بال قدرے گھنگریالے تھے' نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل پیچ دار۔ (دلائل للبیہقی' ۱:۲۴۲)
شمائل ترمذی کا باب (ماجاء فی شعر رسول اللہ) بھی ملاحظہ فرمائیے۔ (مترجم)

معطر بدن

حضور اکرم ﷺ بہترین' موزوں اور حسین و جمیل جسم کے مالک تھے اور ایسا توازن و اعتدال آپ ہی کی شان عالی کے شایان تھے۔

آپ ﷺ کے جسم اقدس کی خوشبو کستوری' مشک اور عنبر تو کیا دنیا کی ہر خوشبو سے زیادہ معطر و معنبر تھی' بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پسینہ اطہر کو اپنی خوشبویات میں ملایا کرتے تھے تاکہ مہک میں مزید اضافہ ہو جائے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے جسم اطہر و انور کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ آپ ﷺ نور ہیں' اور نور سے ظلمت چھٹ جاتی ہے اور اس ظلمت سے پیدا ہونے والی قباحتیں مٹ جاتی ہیں۔

آپ ﷺ جب بھی سورج یا چاند کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کے نور سے سورج اور چاند یا چراغ کی روشنی دھندلا جاتی تھی۔

حضور اکرم ﷺ خالصتاً نور تھے یعنی آپ کے نورانی اعضاء مقدسہ لباس مبارک سے جدا لباس کی اوٹ میں اپنے ہونے کا احساس دلاتے تھے۔ گویا کوئی درخشندہ آفتاب ہے جو لوگوں کے درمیان رہ کر اپنی چمک والی رنگت کے ساتھ حسن و جمال کی انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

سراپا مبارک

آپ ﷺ کمال اعتدال کے ساتھ بھرے ہوئے جسم والے تھے' جس کی خوبی

میں کسی عیب کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ نہایت متوازن، معتدل اور ایسی حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے جس میں حسن تناسب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اپنی ذات میں مجسم موزونیت تھے اور کوئی عضو بھی افراط و تفریط کا شکار نہیں تھا۔

سر اقدس

آنحضرت ﷺ کا سر اقدس بڑا پروقار شکل میں تھا۔ جو آپ کے اعصاب دماغی کے بلا آمیزش غیر معمولی طور پر مضبوط ہونے کو ظاہر کرتا تھا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زلفیں کبھی شانوں سے مس ہوتی تھیں، تو کبھی آدھے کانوں تک، کبھی کانوں کی لو تک بھی ہوتی تھیں اور کبھی ان دونوں سے بڑھ بھی جاتی تھیں لیکن کندھوں تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔

آپ کبھی کبھار زلفوں کی آرائش فرماتے تھے اور اس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمات حاصل کرتے تھے لیکن داڑھی مبارکہ میں آپ بنفس نفیس کنگھی فرماتے تھے، کسی اور کے حصہ میں یہ سعادت نہیں آسکی۔

آپ پہلے پہل بالوں کو سر کے گرد یا پیشانی مبارک کی طرف چھوڑا کرتے، بعد میں سر کے درمیان سے مانگ نکال لیا کرتے اور دونوں طرف دو دو کی صورت میں چار گیسو بنا لیتے۔[1]

جبین سعادت

آنحضور ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور دیدۂ بینا کیلئے باعث کشش تھی۔ آپ ﷺ گھنی، تیکھی، محرابی اور پوری غیر متصل بھنوؤں والے تھے۔ یعنی جو ایک

[1] امام قرطبی علیہ الرحمہ نے آپ کے خصائص میں بیان کیا ہے۔ کان شعرہ ﷺ باصل الخلقۃ مسرحا آپ کے مبارک بال خلقی طور پر کنگھی شدہ تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۸ بحوالہ "شاہکار ربوبیت ص: ۱۴۰)

دوسری سے ملی ہوئی نہ تھیں یہ پیشانی کی کشادگی کو ظاہر کرتا ہے یعنی جس صورت میں دونوں ابروؤں کے بالوں کے مابین فاصلہ ہوتا ہے۔ اہل عرب بھنوؤں کی اس فاصلے والی صورت کو ترجیحاً پسند کرتے ہیں اور اس کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ عجمی لوگ بھنوؤں کے ملاپ کو بہتر سمجھتے ہیں اور اس کو اختیار کرتے ہیں۔ عربوں کی نگاہ تیز اور طبیعت نازک ہوتی ہے۔

چشمان مبارک

حضور اکرم ﷺ کی (چشمان مبارک) آنکھوں کی پتلیاں گہری سیاہ اور پھیلی ہوئی تھیں جبکہ سفید حصہ دونوں آنکھوں کا بہت زیادہ سفید تھا۔ جبکہ آنکھوں کے سفید حصے کے ساتھ سرخ ڈورے ملے ہوئے تھے۔ گویا قدرتی سرمہ لگا ہوا تھا اور یہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل اور علامت کے طور پر تھا۔

آپ علیہ السلام کی پلکیں جدا جدا اور واضح تھیں یعنی پلکوں کے بال نمایاں نظر آتے تھے۔

آپ ﷺ جب سو جاتے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آپ کی آنکھیں سو جاتی تھیں لیکن قلب اطہر نہیں سوتا تھا۔

رخسار مبارک

حضور اکرم ﷺ کے دونوں رخسار مبارک ابھرے ہوئے نہ تھے یعنی دونوں رخساروں کا گوشت ابھرا ہوا ناہموار نہیں تھا[1]۔

بینی مبارک

آپ ﷺ کی ناک مبارک لمبی، پتلی اور درمیان سے قدرے بلند تھی، "دقنی"

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ واضح الخدین آپ کے رخسار نہایت ہی چمکدار تھے۔ (سبل الہدیٰ: ۲، ۴۱، بحوالہ شہکار ربوبیت)

یعنی اونچی اور لمبی ناک جس کا درمیانی حصہ مضبوط ابھار والا ہو۔

نیچی نظروں کی شرم و حیا پر دُرود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

دہن اقدس

وَاَنَّهٗ كَانَ ضَلِيْعَ الْفَمِ (صحیح مسلم' کتاب الفضائل)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن اقدس فراخ تھا' یعنی وسعت والا تھا جو کمال فصاحت پر دلالت کرتا تھا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

دندان مبارک

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک حد درجہ سفید' نورانی اور چمکیلے تھے' سفید ہونے کے ساتھ ساتھ خوش منظر اور حسن ترتیب کا شاہکار بھی تھے۔ آپ کے دانتوں کی رطوبت (تری) شیریں تھی' اور دانتوں کی صفائی کا کیا کہنا وہ اپنے انتہائے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن مبارک گاڑھے میٹھے پانی کی طرح تھا جو بچوں کو دودھ کی بجائے غذا کے طور پر کفایت کرتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دو دانت باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ہلکا سا خلا اور کشادگی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ان کے درمیان سے نور چھلکتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور دانتوں کے مابین خالی جگہ میں چمکتا رہتا تھا۔

لہجہ شیریں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان و بیان میں انتہائی فصاحت پائی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لہجہ بے حد شیریں تھا اور آواز میں ایک طرح کا رعب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں لچر پن اور گلہ شکوہ نہیں ہوتا تھا۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

(حدائق بخشش)

الغرض خالق لم یزل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعضاء و اجزاء اور حواس کو ایسا غیر معمولی بنا دیا کہ اس کی مثل و مثال کسی دوسرے انسان میں ملنا ممکن نہیں[1]۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی ایسے ہی دیکھتے تھے، جیسا کہ آگے اور سامنے دیکھتے تھے۔ ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اور شدید اندھیرے میں بھی چیزوں کو ایسے ہی ملاحظہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ دن کے وقت اور بہت زیادہ روشنی میں ملاحظہ فرماتے تھے[2]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دیکھتے تھے جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتا تھا اور وہ جانتے تھے جسے دوسرے نہیں جانتے تھے[1]۔ آپ وہ سب سنتے تھے جو دوسروں کو سنائی نہیں دیتا

---

[1] حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِیْ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: آپ جیسا حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا صاحب جمال کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا، گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق تخلیق کیا گیا۔

[2] الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۶۱، مطبوعہ بیروت، لبنان

تھا۔ آپ ﷺ کا کلام اور وعظ دور والوں کو قریب والوں کی طرح سنائی دیتا تھا اور آپ ﷺ خوشبو اور اس جیسی دیگر چیزوں کو کافی فاصلے سے سونگھ لیتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی قوت شامہ غیر معمولی طور پر تیز تھی۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضاء مبارکہ میں وہ کمالات رکھ دیئے تھے جن کا حصول کسی اور کیلئے محال ہے۔

آپ ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی طرح جماہی نہیں آتی تھی۔ کیونکہ جماہی اکثر کاہلی و سستی کے باعث آتی ہے اور ناکارہ لوگوں ہی سے اس کا صدور ہوتا ہے۔

چہرۂ انور

آپ ﷺ کا باعظمت روئے انور بے ہنگم انداز سے فربہ نہیں تھا بلکہ خوبصورتی سے بھرا ہوا تھا۔ اسی طرح مکمل طور پر گولائی میں نہیں تھا بلکہ بیضوی شکل میں تھا یعنی لمبائی اور گولائی کا حسین امتزاج لئے ہوئے تھا اور کیوں نہ ہو کہ آپ حسن و جمال میں تمام بنی نوع انسان اور ملائکہ و جنات سے بڑھ کر ہیں۔

حُسن یوسفؑ دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

---

۱ (ا) بخاری، باب الخشوع فی الصلوٰۃ، مسلم: کتاب الصلوٰۃ
(ب) الجامع الترمذی الجلد الثانی، ص: ۵۷، مطبوعہ کراچی۔
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنِّی اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ (الجامع الترمذی۔ ایضاً)

ریش مبارک

نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی' لمبائی اور چوڑائی میں نہایت موزوں اور حسن تناسب کا نمونہ تھی' کیونکہ آپ ﷺ کے تمام معاملات اعتدال اور توازن پر مبنی تھے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریشِ دل
ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

موئے مبارک

آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر اقدس میں سفید بال بیس سے زیادہ نہیں تھے۔ بلکہ محتاط اعداد و شمار کے مطابق انیس موئے مبارک سفید تھے۔

گردن مبارک

آپ ﷺ کی گردن مبارک کسی بے عیب' تراشیدہ پیکر کی مانند تھی۔ اور رنگ اس شفاف چاندی کی طرح نکھرا ہوا تھا جس میں تغیر اور ٹیڑھا پن نہ ہو۔

سینہ مبارک

آپ ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا اور کندھوں سے ملا ہوا تھا۔ یعنی نمایاں تھا بازو لمبے اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ آپ ﷺ لطیف الحس تھے یعنی ظاہری و باطنی طور پر سونگھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت غیر معمولی تھی' اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ان نوازشات سے بہرہ ور تھے' جن کے حصول سے شاہان عالم اور دیگر خلائق عاجز ہیں۔

ہتھیلی مبارک

حضور اکرم ﷺ کی ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم، مشک و عنبر سے زیادہ معطر اور برف سے زیادہ ٹھنڈی تھی، اور ہر بھلائی اور عطا کی طرف تیزی سے مائل ہونے والی تھی۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا　　　موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

بغل مبارک

آپ ﷺ کی مقدس بغلوں میں بال نہیں تھے۔ اہل سیرت نے اس کی رنگت سفید بیان کی ہے لیکن یہ سفیدی عبداللہ بن اقرم الخزاعی کی سفید رنگت جیسی ناگوار نہ تھی اور ان میں بدبو نہیں ہوتی تھی بلکہ بغلوں کے پسینہ مبارک سے نایاب کستوری جیسی خوشبو آتی تھی[1]۔

---

[1] حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: ''میں نے آپ کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تر و تازہ کستوری کی خوشبو کے حلے اٹھ رہے تھے''۔ (المواہب اللدنیہ الجزء الاول، ص:٦٦ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ولا شممت مسکا قط ولا عطرا کان اطیب من عرق النبی ﷺ میں نے کبھی کوئی کستوری اور عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (صحیح مسلم، ج:٢، ص:٢٥٧، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج:١، ص:١٨٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا پسینہ مبارک لے کر بطور عطر استعمال کرتی تھیں اور کبھی فرماتی تھیں: ھذا عرقك نجعله فی طیبنا وھو من اطیب الطیب۔ (ایضاً صحیح مسلم)

یارسول اللہ ﷺ! آپ کا پسینہ مبارک لے کر میں اسے اپنی خوشبوؤں میں ملاؤں گی کیونکہ یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ معطر ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔ نرجوا برکتہ، لصبیاننا ہم اسے برکت کیلئے اپنے بچوں کو لگائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اصبت تو نے درست کیا۔ (مسلم، ایضاً) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زانوئے مقدس

وَاِنَّہٗ کَانَ ضَخَمَ الکرادیس وھی رؤوس العظام[1]

آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کے جوڑ بڑے بڑے تھے یعنی مبارک ہڈیوں کی جڑیں وسیع مضبوط تھیں، اور یہ اس بات پر دلالت کرتی تھیں کہ آپ کے اندرونی اعضاء بھی کامل طور پر قوی اور مستحکم ہیں۔

شکم و سینہ مبارک

آپ ﷺ کا شکم مبارک ہموار اور سینہ اقدس فراخ تھا۔ حلق مبارک کے نیچے سے بالوں کی ایک لکیر پتلی نازک شاخ کی طرح ناف سے ملی ہوئی تھی[2]۔

آپ ﷺ کی پشت اور شکم (پیٹ) اقدس پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔

البتہ آپ ﷺ کے بازوؤں۔ شانوں اور سینے کے بالائی حصے پر بال مبارک تھے۔

(بقیہ) بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد جب میرے کفن اور میت کو خوشبو لگاؤ تو میرے آقا کے مبارک پسینہ کو اس میں ضرور شامل کر لینا۔ (البخاری، باب من زار قوما فقال عندھم)

صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی پسینہ مبارک کی خوشبو سے اندازہ لگایا کرتے تھے کہ معطر و معنبر وجود والے آقا و مولیٰ ﷺ اس راستے سے گزر کر تشریف لے گئے ہیں۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگذر کی ہے

(حدائق بخشش)

1۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ کے (جسم مبارک) کے جوڑ بڑے بڑے تھے۔ (دلائل النبوۃ، للبیہقی 1:182)

2۔ بعض روایات کے مطابق یہ تازہ مشک کی طرح خوشبودار تھی اور آپ کے شکم اقدس اور سینہ پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔

مہر نبوت

خاتم النبیین ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان جانب پشت مہر نبوت تھی۔ یہ ابھرے ہوئے سرخ گوشت کی طرح بائیں کندھے کی ہڈی سے نزدیک تھی[1]۔ شکل میں سیب یا کبوتری کے انڈے جیسی تھی۔ اس کے اردگرد تل تھے جو مسوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور اس پر گھچا نما بال بھی معلوم ہوتے تھے۔

فضلات مبارکہ

آپ ﷺ کے فضلات مبارکہ سطح ارض پر دکھائی نہیں دیتے تھے بلکہ خارج ہونے والا تمام مواد زمین نگل جاتی تھی اور وہاں سے اسی وقت تر و تازہ کستوری جیسی خوشبو اٹھا کرتی تھی۔ بلکہ ہر خوشبو اور عطر سے زیادہ اچھی مہک آتی تھی۔

حضور ﷺ اپنے وجود اقدس اور اعضاء مبارکہ کے غیر معمولی ہونے کے باعث لوگوں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ قوی و کامل حواس والے بھی تھے۔

آپ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے شیطان کو خفیہ یا اعلانیہ کسی حالت میں بھی آپ پر غلبہ نہیں پانے دیا۔

نظافت و نفاست

آپ ﷺ ہر ماہ زیر ناف بالوں کو مونڈتے تھے اور کبھی کبھار چونا (بال صفا پاؤڈر) بھی استعمال فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کی نماز سے پہلے ناخن شریف تراشتے

---

[1] حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے آپ کے شانوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب مہر نبوت دیکھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

اور مونچھیں مبارک پست فرماتے تھے اور خوشبو بھی لگاتے تھے۔

قدمین شریفین

آپ ﷺ کے مبارک تلوے درمیان سے گہرائی والے تھے۔ یعنی پاؤں کا درمیانی حصہ کچھ اٹھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام کے دونوں پاؤں نہایت ہموار اور نرم تھے یعنی ملائم، گداز اور چکنے تھے جن میں کوئی شکستگی اور گڑھا نہیں تھا۔ اور نہ ہی متوازن جلد میں کسی قسم کا کٹاؤ تھا۔

مبارک ایڑھیاں

آنحضرت ﷺ کی مبارک ایڑھیاں کم گوشت والی تھیں یعنی زیادہ بھری ہوئی نہیں تھیں اور ہر حسین ایڑھی پر اپنے حسن کے لحاظ سے فائق تھیں۔

آپ ﷺ قدم اقدس کو زمین سے بزور اور نپے تلے انداز سے اٹھاتے تھے اور جب زمین پر رکھتے تو نہایت نرمی، عاجزی اور احتیاط سے رکھتے تھے۔ آپ ﷺ وقار سے قدم بھر کر چلتے تھے۔ نہایت میانہ روی سے چلتے یعنی نہ اتنا تیز کہ باقیوں سے آگے نکل جائیں اور نہ اتنا آہستہ کے پیچھے رہ جائیں۔

ایسا تھا گویا زمین خوبصورتی سے ان کیلئے لپیٹ دی گئی ہے، ساتھ چلنے والے تیز چل کر جب پاس پہنچتے تو آپ کو معمول کے مطابق بلاتکلف رواں دواں پاتے تھے۔ آپ ﷺ چلنے میں آگے کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے اور کشتی کی طرح سامنے کی طرف مائل رہتے تھے۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ آپ کمال متانت اور وقار کے ساتھ دائیں بائیں جھکے جاتے تھے۔

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں
تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

''مسند احمد'' میں ہے۔

''ان سبابة قدميه كانت اطول من بقية اصابعهما لديه''[1]

آپ کے قدمین شریفین کی انگشت سبابہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی بقیہ انگلیوں سے ذرا لمبی تھی۔

''الابریز'' میں غوث وقت حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت دیکھنے میں درمیانی انگلی کے برابر معلوم ہوتی تھی۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چٹان پر خرام فرماتے تو کبھی اس میں نشان ظاہر ہو جاتا تھا اور جب کبھی ریت پر چلتے تو اس پر قدمین مبارکہ کا نشانہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن احادیث و روایات میں اس کی کوئی اصل ابھی تک نامعلوم ہے اسی طرح حدیث کی قابل اعتماد کتب میں اس سے متعلقہ کوئی چیز نقل نہیں کی گئی۔ سوائے اس کے کہ بعض شواہد مجموعی صورت میں ایسے ملتے ہیں جن پر بطور دلیل اعتماد نہیں کیا جا سکتا' اور وہ ہیں' بعض پتھروں اور چٹانوں کے ٹکڑوں پر قدم کے نشانات۔ ان میں سے بعض کی نسبتیں صحیح سند کے ساتھ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام سے ملتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور بے شمار اہل اللہ اس میں شامل ہیں۔

---

[1] مسند احمد' ۶:۳۶۶۔ عن میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا۔

کسی نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا۔ جس کی مثل یا اس سے افضل و بہتر اور با کمال معجزہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا نہ کیا گیا ہو[1]۔ واللہ اعلم۔

---

[1] ایک دفعہ قریش اکٹھے ہو کر اپنے معروف نجومی کے پاس گئے اور کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کا پاؤں دیکھ کر بتاؤ' کس کا پاؤں قدم ابراہیم کے مشابہ ہے۔" اس نے جب حضور ﷺ کے مبارک قدموں کے نشانات دیکھے تو پکار اٹھا یہ پاؤں اس کے مشابہ ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین: ۶۸۶)

بیت اللہ کے پاس ایک پتھر آج بھی موجود ہے' جس کا نام مقام ابراہیم ہے۔ اس پتھر پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدم کا نشان ہے۔

امام زرقانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی مدح کرنے والے متقدمین و متاخرین میں یہ مشہور ہے کہ آپ جب کبھی پتھر پر قدم رکھتے تو وہ نرم ہو جاتا اور اس میں قدم مبارک کا نشان ظاہر ہو جاتا تھا۔ (شرح مواہب: ۴: ۲۲۸)

امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیت المقدس اور مصر میں ایسے پتھر موجود ہیں جن پر آپ کے مبارک قدم کا نشان ہے۔ لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں۔ (بحوالہ' شاہکار ربوبیت' ص: ۴۰۱)

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ۔۔۔ خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں
(غالب دہلوی)

فلاح کل کی ضمانت ہے پیروی جس کی ۔۔۔ وہ نقش پائے شہ خوش خصال کیا کہنا
(شہزاد مجددی)

فصل یازدہم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلٰوةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ○

ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی باطنی خوبیوں اور بلند پایہ اخلاقی صفات کا تذکرہ بھی روایات میں بیان ہوا ہے۔ آپ ﷺ اوائل عمر اور زمانہ بچپن سے لے کر لمحات وصل باری تعالیٰ تک بہترین اور کامل اخلاق کے حامل اور اعلیٰ ترین اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ آپ ﷺ جس طرح صورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے ایسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبی والے تھے۔ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر سچی بات اور سچی زبان والے تھے۔ عہد و پیمان کو سب سے زیادہ نبھانے والے تھے۔ لوگوں میں فحش اور ناپسندیدہ امور سے سب سے زیادہ گریز فرمانے والے تھے۔ یہاں تک کہ اعلان نبوت سے بھی پہلے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا جاتا تھا' جو کہ آپ کی امانت داری' صداقت اور پاکیزگی کی شاندار گواہی بھی ہے۔ اور اس بات کی شہادت بھی کہ آپ کے رب نے آپ کی ذات والا صفات کو کس قدر صفات عالیہ اور سچے سچے محاسن کریمانہ سے نوازا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر انصاف کرنے والے' سب سے زیادہ درگزر فرمانے والے' لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی والے' انسانوں کیلئے سب سے زیادہ بہتر انسان اور لوگوں کو سب لوگوں سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے۔

آپ کا دست مبارک سب لوگوں سے زیادہ نرم تھا اور آپ سب سے بڑھ

کر کرم فرمانے والے تھے۔ آپ کے جسم اقدس اور مقدس سانسوں کی مہک ہر شخص سے بہتر اور بڑھ کر تھی۔ آپ ظاہری و باطنی طور پر تمام انسانوں سے زیادہ کامل و اکمل تھے۔ آپ سب سے بڑھ کر رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ اور ہر اک سے زیادہ حسین سیرت و اخلاق کے مالک تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کی معرفت اور شدید خشیت رکھنے والے تھے۔ آپ ناراض کم ہوتے اور راضی بہت جلد ہو جاتے تھے۔ وضع داری کا پیکر اور فصیح اللسان تھے۔ شیریں بیان اور رعب و ہیبت والے تھے۔ سب سے زیادہ معزز اور پختہ و درست رائے کے مالک تھے۔

بلاضرورت گفتگو کا آغاز نہیں فرماتے تھے۔ غصہ ہو یا رضا ہمیشہ حق بات قبول فرماتے تھے۔ لایعنی گفتگو کرنے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کسی کی غلط روش کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔ کبھی کبھی کھیل تماشے ملاحظہ فرماتے اور اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بعض دیہاتی گروہ آپ کی خدمت میں بلند آواز سے بولتے لیکن آپ تحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

آپ کی محفل، علم و فضل، حیاء و متانت اور انکسار و صبر پر مبنی ہوتی تھی۔ اور اس میں ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی خدمت میں آپ کے اصحاب کی آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔

آپ معززین کا اکرام فرماتے اور سرداران قوم اور بزرگی والوں کے ساتھ خوش دلی سے پیش آتے تھے۔ کسی سے اگر کوتاہی سرزد ہوتی تو اس کا جواب جفا سے نہیں دیتے تھے جو شخص آپ کی خدمت میں عذر پیش کرتا، اس کی معذرت قبول فرماتے تھے۔

آپ مزاح بھی فرماتے لیکن سوائے حق بات کے کچھ نہیں کہتے تھے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی، تعلیم و تبلیغ اور حق کی تلقین میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کے معمولات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو للّٰہیت سے خالی ہو یا جس میں لازمی طور پر دینوی اصلاح کا کوئی پہلو نہ ہوتا ہو۔ آپ نہایت حیاء اور عاجزی والے تھے' بڑائی' حسد یا لڑائی جھگڑے والے امور کو ترک فرما دیتے تھے۔ نبی ﷺ اپنی نعلین شریف خود ہی مرمت فرما لیتے تھے اور کپڑوں میں پیوند بھی لگا لیتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ بھی نکال لیتے تھے اور اپنے اکثر کام خود کرتے تھے۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ کمال حسن وخوبی کا رویہ رکھتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان کے گھروں میں ان کے ساتھ مل کر گوشت کاٹتے تھے۔

آپ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے تھے۔ ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور جنازوں میں ان کے ساتھ شرکت فرماتے تھے۔

کبھی کبھار (بطور تواضع) چادر اور چپل کے بغیر ننگے پاؤں پیدل چلتے تھے۔ ایسے ہی کبھی ٹوپی اور عمامہ شریف کے بغیر انکساری سے ننگے سر چلتے تھے۔

بعض اصحاب کرام کے ساتھ مریضوں کی مزاج پرسی کیلئے مدینہ منورہ (اللہ تعالیٰ اس کے شرف' اکرام' حرمت اور برکت میں اضافہ فرمائے) کے مضافات میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ آپ غریب' امیر' غلام' آزاد اور مساکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ جو میسر تا زیب تن فرماتے اور جو موقع پر موجود ہوتا تناول فرماتے تھے۔ ہر قسم کی سواری اونٹ' خچر' گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور چھوٹے بڑے سب آپ کے پیچھے سواری پر سوار ہوتے تھے۔

ہمیشہ سواری کرنا آپ کا مستقل معمول نہ تھا بلکہ کسی ناگزیر ہنگامی حالت کے علاوہ آپ پیدل چلنے کو ترجیح دیتے تھے۔

آپ کبھی کسی غذا کے ذائقے کو برا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی پیش کئے گئے۔

کھانے میں کوئی نقص نکالتے تھے۔ بلکہ بھوک کی صورت میں کھا لیتے بصورت دیگر ایک طرف کر دیتے تھے' یا ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ ایسے ہی بچھونے میں بھی عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ اگر بچھا دیا جاتا تو آرام فرما لیتے تھے ورنہ زمین پر ہی لیٹ کر نیند پوری کر لیتے تھے۔

آپ تحفہ قبول فرماتے تھے خواہ وہ خرگوش کی ران یا پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ ہوتا تھا۔ اور اس کے جواب میں فقر و فاقہ کا خدشہ رکھے بغیر کوئی بہتر چیز عنایت فرماتے تھے۔

ملاقات کیلئے آنے والے کا اکرام فرماتے اور کبھی اپنی چادر مبارک اس کیلئے بچھا دیتے تھے اور اس کو چادر پر بٹھاتے تھے۔ اپنا تکیہ مبارک اعزازی طور پر اسے عطا فرماتے تھے۔ آپ ممکن حد تک کم کھاتے تھے اور اپنے دستر خوان سے اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر مساکین کیلئے اٹھا رکھتے تھے۔

کبھی کبھار بھوک کے باعث اور دنیا سے بے رغبتی اور گریز کے اظہار کیلئے شکم اطہر پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے اور اس کے ذریعے ترک دنیا کی ترغیب اور انکساری کا اظہار فرماتے تھے۔

آپ ﷺ خدائی خزانوں اور ان کی ساری کنجیوں سے نوازے گئے تھے۔ بلند پہاڑوں کی آرزو تھی کہ آپ کیلئے زر و جواہر یا اجناس یا جو آپ چاہیں ویسے بن جائیں اور جہاں آپ جائیں آپ کے ساتھ ساتھ چلیں لیکن آپ نے اجتناب اور گریز کیا۔ آپ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص یہی گمان کرتا تھا کہ وہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و محترم ہے۔

آپ عطر اور اچھی خوشبو والی ہر چیز پسند فرماتے تھے اور بدبو دار ہوا اور تعفن کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کرام میں سے کسی کے ساتھ ملتے

تھے سلام و کلام اور مصافحہ میں پہل فرماتے تھے' کبھی اظہار محبت و فرط مسرت کیلئے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے اور اپنی گرفت اس پر مضبوط کرتے تھے۔

آپ ﷺ بیوہ اور بے شوہر خواتین کی دلجوئی اور حاجت روائی کیلئے ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ ایسے ہی رحم دلی کے جذبے سے کمزور محکوموں کی درپیش مشکلات حل فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس بھی غلام' خدام اور کنیزیں تھیں۔ آپ کھانے پینے' اور پہننے اور دیگر استعمال کی چیزوں میں ان پر فوقیت اختیار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی مساکین و فقراء کی تحقیر کرتے تھے اور کسی کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار نہیں فرماتے تھے اگرچہ وہ کتنا ہی کم مرتبہ ہوتا اور نہ ہی سرداروں اور رئیسوں کے رعب میں آتے تھے۔ ان سب کیلئے یکساں طور پر بارگاہ ربوبیت میں ایسی دعاء فرماتے جو ہر قسم کی لگی لپٹی اور نمائش سے خالی ہوتی تھی۔

آپ نے اپنے دست رحمت سے کسی کو کبھی نہیں مارا' نہ ہی کبھی کسی زوجہ کو مارا اور نہ ہی کسی غلام کو سوائے اس کے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہوں۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ نے کسی تکلیف دینے والے سے انتقام لیا ہو۔ سوائے اس کے کہ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کی صورت میں سزا دی ہو اور اللہ کیلئے شرعی بدلہ لیا ہو۔ اور جب کبھی آپ سے کسی مسلمان یا کافر' خاص یا عام کے خلاف دعا کرنے کو کہا گیا تو آپ نے گریز فرمایا اور اس کے حق بھلائی کی دعا کی۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے اصحاب کرام کے پیچھے چلتے تھے اور اپنی پشت اللہ کی طرف سے مامور فرشتوں کی محافظ جماعت کیلئے خالی رہنے دیتے تھے۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سے کچھ مانگا گیا اور آپ نے انکار کیا ہو اور نہ ہی کبھی کسی کو برے الفاظ یا لغو فحش کلمات سے یاد فرمایا اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو معاملات میں سے ایک لینے کا اختیار دیا تو آپ نے ان دو میں سے اپنی امت

کے حق میں آسان' ہلکا اور بہتر اختیار فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ کا' قطع رحمی کا یا بدگمانی پر اصرار کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔

مجموعی طور پر بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل آپ پر فرما دی اور اس حسن اخلاق کو اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ کسی اور کیلئے اس کا حصول شدید ترین مشقت کے بغیر محال ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات میں ایسے اوصاف حمیدہ اور شمائل جمیلہ جمع فرما دیئے جو تمام مخلوق میں سے کسی اور فرد میں جمع نہیں کیے گئے اور آپ کو حق تعالیٰ نے بہترین عادات اور حسین ترین اور کامل شمائل و خصائل سے بہرہ ور فرمایا اور آپ کو اولین و آخرین' ظاہر و باطن کا علم دیا جو آپ کے سوا تمام مخلوقات اور جہانیاں میں کسی اور کو نہیں دیا گیا' الغرض کائنات میں کوئی کمال ایسا نہیں جو ان کے کمال سے ماخوذ نہ ہو۔ ایسے ہی کائنات میں جہاں بھی کوئی حسن موجود ہے وہ آپ ہی کے جمال لازوال سے مستفیض ہے۔

کوئی صاحب عقل وشعور اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ آنحضرت ﷺ کی صفات شریفہ کو آپ کے علاوہ کسی اور مخلوق یا انسان کی صفات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ آپ کے اخلاق کریمہ کو آپ کے علاوہ کسی بھی عہد کے خوش خلق لوگوں کے خلق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مثال کے طور پر آپ کی صفت حیاء کو کسی اور حیاء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ وہ کتنا ہی کامل حیاء والا ہو۔ بلکہ کسی بھی مومن' ولی اللہ اور پیغمبر میں پائی جانے والی حیاء وشرم آپ ﷺ کا پرتو ہے اور آپ کے بحر بیکراں کا ایک چھینٹا ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہیں' جنہوں نے صفت حیاء کا بکمال اتمام احاطہ فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے ہر وصف وخوبی' تعریف و توصیف اور کمال و فضیلت کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ اسی لئے تو آپ ﷺ کے رب کریم عزوجل نے آپ

ﷺ کی مدح ایسے کی ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○

بیشک آپ عظیم ترین اخلاق والے ہیں۔

لٰہذا آپ ﷺ کا ہر نعت گو نعت کی حقیقت سے عاجز ہونے کے باعث اختصار سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے میں نے اور میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ سے پہلے یا بعد کوئی حسن و کمال کا پیکر آپ جیسا نہیں دیکھا۔

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی سننے میں نہیں آیا کہ انہوں نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو کامل طور پر بیان کیا ہو اور اس کا باعث آپ کی عظمت شان اور ہیبت بھی ہے اور یہ بھی کہ ان اصحاب کو اس بات کا علم تھا کہ کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کما حقہ' اس بارگاہِ عظیم کی قدر و منزلت کے بیان کا حق ادا کر سکے۔

اسی لئے متقدمین میں سے بڑے بڑے قادر الکلام اور فاضل شعراء' جیسے ابو تمام' ابوالبحتری' اور ابن الرومی وغیرہ نے آپ کی نعت کہنے کی جرأت نہیں کی کیونکہ یہ ان کے فہم و فن سے بالاتر تھا اور ان کے ادبی میدان کی مشکل ترین صنف تھی۔ اس لئے کہ تمام مطالب آپ کے مقام و مرتبہ سے فروتر ہیں اور ساری خوبیاں آپ کے اوصاف و محاسن سے کم درجہ کی ہیں اور آپ کی مدح و ثناء میں کیا جانے والا ہر غلو کم مرتبہ ہے۔ کسی بھی قادر الکلام اور وسیع المطالعہ شخص کیلئے نعت کا حق ادا کرنا سخت مشکل بات ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو کیسا ہی فصیح اور ماہر فن سمجھتا ہو۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ و سلام ہو اور ہر اس فرد پر جو آپ ﷺ سے نسبت رکھتا ہے یا آپ کی بارگاہ سے وابستہ ہے۔ آمین

فصل دوازدہم

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِیْبِ ذِکْرِ حَبِیْبِ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاہٗ وَمُنَّ عَلَیْنَا بِسُلُوْکِ سَبِیْلِہٖ وَھُدَاہٗ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ صَلَاۃً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِھِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَھْوَالِہٖ○

رسالت مآب ﷺ کی فضیلت وفوقیت نہ صرف دیگر تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام پر بلکہ تمام مخلوقات و عالمین حتیٰ کہ ملائکہ مقربین ومعززین پر احادیث صحیحہ متواترہ و مشہورہ سے ثابت ہے۔

اور یہ وہ امر ہے جس کا علم امت مسلمہ کیلئے ''ضروریات دین'' کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنی اہمیت کے پیش نظر قرآن وحدیث کی کسی ظاہری دلیل وشہادت کا بھی محتاج نہیں ہے۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس پر اعتقاد رکھنا اس کی قطعی دلیل اور پختہ ثبوت کے پیش نظر ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے اور جو کچھ اس عقیدہ اہلسنّت وجماعت کے علاوہ زمخشری اور دوسرے معتزلی وظاہری بیان کرتے ہیں ادب سے دور ہونے کے باعث اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر اس موقف پر کوئی ظاہری دلیل پائی جائے تو اس کی تاویل کرنا لازم ہے۔

اخرج الشیخان من حدیث ابی ھریرۃ قال:

اُتِیَ رسول اللہ ﷺ بلحمٍ فَرُفِعَ الیہِ الذِّرَاعُ وکانت تُعْجِبُہٗ فنھس منھا نَھْسَۃً فقال: اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَھَلْ تَدْرُوْنَ بِمَ ذَاکَ ثُمَّ ذکر حدیث الشفاعۃ۔

امام بخاری و مسلم نے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے۔[1]

ایک بار بارگاہ رسالت میں گوشت آیا اور اس میں سے بکرے کی دستی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ اسے پسند فرماتے تھے' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک دانتوں سے بطور لقمہ کچھ کھایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو' یہ کس وجہ سے ہے پھر آپ نے حدیث شفاعت ارشاد فرمائی۔ (متفق علیہ)

امام طبرانی ''معجم الکبیر'' اور حاکم و بیہقی ''کتاب الرویۃ'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ' اِنِّی لَسَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَا مِنَ النَّاسِ اَحَدًا اِلَّا وَھُوَ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَنْتَظِرُ الْفَرَجَ○[2]

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' میں روز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا' اور ہر شخص قیامت کے دن میرے پرچم کے نیچے کشائش کا منتظر ہو گا۔

۱) امام مسلم اور امام ابوداوٗد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ' وَاَنَا اَوَّلُ من یَنْشَقّ عَنْہُ' الْقَبْرُ' وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ○[3]

ترجمہ) میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہونگا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے

۱؎ صحیح مسلم: ج۱' ص نمبر ۱۱۱

۲؎ کنز العمال جزء ثانی عشر' ص: ۶۵' رقم: ۲۷۸

۳؎ صحیح مسلم: ج۲' ص ۲۴۵ طبع کراچی۔ (ب) سنن ابی داوٗد: الجزء الرابع رقم: ۴۶۷۳ طبع بیروت

گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کرونگا اور پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہو گی۔

۲) امام احمد اور ترمذی نے بسند حسن صحیح نقل کیا اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

أنا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ' وبِيَدِيْ لَوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ' وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ' اِلَّا تَحْتَ لِوَائِي' وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ' الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ' وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ○[1]

ترجمہ) میں روز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور اس پر کوئی فخر نہیں' اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور اس پر کوئی فخر نہیں' آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا جو میرے پرچم تلے نہ ہو اور سب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی اور اس پر کوئی فخر نہیں' اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور میری ہی شفاعت مقبول ہوگی' اور اس پر مجھے کچھ فخر نہیں۔

۳) امام محمد بن عیسیٰ ترمذی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

أنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ' الْاَرْضُ' فَاُكْسِيْ حَلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ' ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ' لَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ○[2]

ترجمہ) سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی' اور مجھے جنتی حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا جائے گا اور پھر میں عرش الٰہی کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا' ساری مخلوق میں سے میرے علاوہ کوئی اور اس مقام پر کھڑا نہیں ہو پائے گا۔

۴) صاحب ''سنن دارمی'' نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا

---

[1] الترمذی: ۲۰۲'۲ طبع کراچی (ب) سنن ابن ماجہ: ثانی: رقم ۴۳۰۸ (ج) (احمد: مسند ابی سعید: رقم: ۱۰۵۶۴

[2] ترمذی: ص ۲۰۲' ج: ۲' کراچی

ہے۔

اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَه آدَمَ فَمَنْ دُوْنَه وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَنَا اَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَلَافَخْرَ ○[1]

ترجمہ) سن لو! اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روز قیامت حمد کا جھنڈا اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے سوا سب ہوں گے اور کچھ فخر نہیں، اور میں پہلا شافع اور پہلا مقبول الشفاعت ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ معزز و مکرم ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں۔

۵) امام شجاع الدیلمی (۵۰۹ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

وَاَنَا سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ ○[2]

ترجمہ) اور میں پہلے تمام انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کا سردار ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

۶) امام بیہقی نے ''فضائل الصحابۃ'' اور حاکم نے ''مستدرک'' میں نقل کیا ہے۔

اَنَا سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ ○[3] ترجمہ: میں تمام جہانوں کا سردار ہوں۔

۷) امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

---

[1] سنن الدارمی: ص ۲۳، ج ۱، رقم: ۴۷

[2] (ا) مسند الفردوس جزء اول، ص ۴۳، طبع مکۃ المکرمۃ
(ب) کنز العمال جزء الثانی عشر ص: ۶۵، رقم: ۹۷۹۔

[3] لم اجدہ

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامُ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ[1]

ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اوران کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اوراس پر کوئی فخر نہیں۔

۸) امام دارمی اور امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مختصراً روایت کیا ہے۔

أَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا أَنْصَتُوْا وَاَنَا شَفِيْعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا أَيِسُوْا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَاَنَا اَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّيْ يَطُوْفُ عَلَيَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُوْرٌ[2]

ترجمہ) میں سب سے پہلے باہر آؤں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب وہ اللہ کے حضور چلیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے اور جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا' اور جب وہ ناامید ہوں گے تو میں انہیں بشارت سناؤں گا اور عزت اور خزائن کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لِوَاءُ الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا' اور میں تمام انسانوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں۔ میرے ارد گرد ہزار خادم موجود ہوں گے۔ گویا کہ وہ محفوظ سفید انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔

۹) امام دیلمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی ہے۔

---

[1] مسند احمد: رقم: ۱۰۵۶۴۔ ترمذی: ۲٬۲۰۲ ابن ماجہ: جزء ثانی' رقم: ۴۳۱۴

[2] سنن الدارمی: ج ۱ ص: ۲۴' رقم: ۴۸۔ ترمذی کتاب المناقب: ج ۲' ص: ۲۰۲

أَنَا أَشْرَفُ النَّاسِ حَسَبًا وَلَا فَخْرَ وَأَكْرَمُ النَّاسِ قَدْرًا وَلَا فَخْرَ الخ ۔ [1]

ترجمہ) میں سب لوگوں سے اعلیٰ حسب و نسب کا مالک ہوں اور کچھ فخر نہیں اور سب لوگوں سے زیادہ قدر و منزلت رکھتا ہوں لیکن کچھ فخر نہیں۔

۱۰) امام دارمی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مرفوعاً نقل کی ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ ۔ [2]

ترجمہ) میں رسولوں کا پیشوا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں آخری نبی ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں پہلا شفیع اور مقبول الشفاعت ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔

۱۱) امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَيَرْغَبُ فِيْ شَفَاعَتِيْ ۔ [3]

ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے طالب ہوں گے۔

۱۲) امام مسلم نے بھی ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ مَسْأَلَةِ تَرْدِيْدِهٖ فِيْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلٰى حَرْفٍ وَعَلٰى حَرْفَيْنِ وَعَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيْهَا قَالَ: فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِيْ، وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ

[1] فردوس الاخبار الدیلمی ۴۴۵، ۵۰۹ جلد ۱، ص ۴۵ رقم حدیث ۱۱۱ مطبوعہ مکہ مکرمہ

[2] سنن دارمی: ج ۱، ص: ۴۴، رقم: ۴۹

[3] نوادر الاصول الحکیم الترمذی: ۲، ۶۸ طبع بیروت

لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى ابراهيم عليه السلام ○[1]

ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر گرامی ﷺ سے قبولیت دعا کے بارے میں فرمایا کہ قرأت قرآن کے ایک انداز پر (الگ) قبولیت ہے' دو پر بھی اور ساتوں لہجوں پر بھی جو مختلف اوقات میں اختیار کئے جائیں اور آپ ﷺ کیلئے قرآن کی قرأت کے ہر لہجے پر ایک یقینی مقبولیت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: میں نے دعا کی: اے اللہ میری امت کو بخش دے' اے اللہ میری امت کو بخش دے' جبکہ تیسری دعا کو میں نے اس دن کیلئے چھوڑ دیا جب ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رجوع کریں گے۔

۱۳) امام ابوالحسن قطان ''المطولات'' میں اور امام ابن عساکر بسند حسن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

وَلَدُ آدَمَ كُلُّهُمْ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُفْتَحُ لَهُ بَابُ الْجَنَّةِ ○[2]

ترجمہ) روز قیامت تمام اولاد آدم میرے پرچم کے نیچے ہوگی اور سب سے پہلے میرے لئے جنت کا دروازہ کھلے گا۔

۱۴) امام طبرانی ''معجم کبیر'' میں اور ابن النجار اپنی تاریخ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

إِنَّ الْجَنَّةَ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِي ○[3]

---

[1] صحیح مسلم: ۱/۲۷۳ طبع کراچی' النسائی: الافتتاح' رقم: ۹۳۱' ابوداؤد: الصلوٰۃ' رقم: ۱۲۶۲' مسند احمد' رقم: ۲۰۱۷۸

[2] الجامع الصغیر: ۱۹۶' الجزء الثانی' طبع بیروت۔ کنز العمال: جزء ثانی عشر' ص: ۴۲۶' رقم: ۱۶۸

[3] کنز العمال: الجزء الثانی عشر' ص: ۵۰' ص: ۶۶' رقم: ۲۸۹' رقم: ۱۹۳

ترجمہ) بیشک جنت تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

۱۵) امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

آتِی بَابَ الْجَنَّتِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ: مَنْ اَنْتَ؟ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ، فَيَقُوْلُ: بِكَ أُمِرْتُ اَیْ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ○[1]

ترجمہ) میں جنت کے دروازے پر پہنچ کر دستک دوں گا۔ تو دربان فرشتہ کہے گا تم کون ہو؟ میں جواب دوں گا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو فرشتہ کہے گا' مجھے آپ ہی کیلئے حکم دیا گیا ہے۔ یعنی آپ سے پہلے یہ دروازہ میں نے کسی اور کیلئے نہیں کھولا۔

۱۶) امام دارمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَوْبَدَ الْكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاَتَّبَعَنِیْ○[2]

ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ظاہر ہوں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم راہ راست سے ہٹ جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہو کر آ جائیں اور میری نبوت کا دور پائیں تو لازماً میری اتباع کریں گے۔

مواہب میں بعض علماء امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے' کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیاتِ ربه الكبریٰ○

بیشک اس نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔

---

[1] صحیح مسلم: ج ا' ص: ۱۱۲' طبع کراچی۔ مسند احمد: جلد ثالث' ص: ۱۳۶

[2] سنن دارمی: ج ا' ص: ۷۸' طبع مکہ مکرمہ

اس ارشاد کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کی ذات مبارکہ کا جلوہ عالم ملکوت میں دیکھا' لہٰذا آپ مملکت باری تعالیٰ کے دولہا ہیں۔ یعنی کائنات کے سردار اور قطب ہیں اور آپ کائنات کے وہ سلطان ہیں جو حاصل کونین بھی ہیں اور چارہ ساز عالمیان بھی ہیں۔

فصل سیزدہم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ○

برادران گرامی! اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شرعاً لازم نہ بھی ہوتی، پھر بھی آپ کے حسن و کمال سے واقفیت رکھنے والا ہر عاقل آپ سے ذوقاً وطبعاً محبت کرتا اور اسے آپ کے فضل و شرف سے انحراف کا کوئی اندیشہ بھی لاحق نہ ہوتا۔ بشمول اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کے لازم کردہ امور میں سے لابدی اور اظہار کئے جانے والے امور میں سے اولین حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ یہ کسی بھی انسان کے ایمان کی صحت و کاملیت کیلئے بنیادی شرط ہے۔

اور یہ محبت ہلاکت سے بچانے والی اور جہنم سے آزاد کرنے والی ہے اور یہ محبت مصطفوی ایمان کی لذت سے آشنائی عطا کر کے رحمٰن کی رضا بھی دلواتی ہے۔

اور یہ وہ بنیاد ہے جس پر دین کے ہر اہم معاملے کا دارومدار ہے اور یہ وہ عظیم مرتبہ ہے جس کے حصول کی تمنا کی جاتی ہے۔

اس محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہر کمال کے حصول کیلئے شرط ہے اور یہ سوائے عظیم المرتبت اشخاص اور کاملین امت کے، اوروں کو عطا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ کمال ایمان کے لحاظ سے لوگوں کے مختلف مراتب ہیں اور یہ مراتب و مدارج ان کی نبی عدنان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کامل محبت کے معیار کے مطابق ہوتے ہیں۔

لہٰذا جو کوئی ان میں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جتنی شدید محبت

رکھتا ہے اتنا ہی وہ ایمان و عرفان اور یقین میں مضبوط، کامل اور پختہ ہوتا ہے۔

۱) امام بخاری و مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○[۱]

ترجمہ) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔

۲) امام بخاری، حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

لَنْ یُؤْمِنْ اَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ ○[۲]

ترجمہ) تم میں سے کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

۳) امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

لَایُؤْمِنُ الرَّجُلُ حَتّٰی اَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ أَھْلِہٖ وَمَالِہٖ ○[۳]

ترجمہ) آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۴) امام طبرانی ''معجم کبیر'' اور امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں اور ان کے

---

۱ صحیح البخاری: ۷:۱۔ صحیح مسلم: ۴۹:۱ (مطبع کراتشی)

۲ بخاری: ص ۹۸۱ ج: ۲۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اس روایت کو مختلف الفاظ سے دیگر محدثین کے علاوہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد: ۱ مسند الکوفیین: رقم ۱۸۱۹۳)

۳ صحیح مسلم: ۴۹:۱

علاوہ دیگر محدثین روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، وَاسْمُہٗ بلال اَوْ بُلَیْل الانصاری مرفوعاً لَایُوْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَاَھْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَعِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَذَاتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ ذَاتِہٖ ○[1]

ترجمہ) حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ (ان کا نام بلال یا بلیل انصاری ہے) بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں اور میرے اہل و عیال اسے اپنے اہل و عیال سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میری آل اسے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔

۵) امام ابونعیم اصفہانی کی ''حلیۃ الاولیاء'' میں ہے۔

اَنَّ رَجُلاً قال لِابْنِ عُمَرَ: یا ابا عبدالرحمن وَدِدْتُ اَنِّی رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال لہ، ابْنُ عُمَرَ کُنْتَ تَصْنَعُ مَاذَا؟ فقال: کُنْتُ وَاللّٰہِ اٰوْمِنُ بِہٖ وَاُقَبِّلُہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَلَا اُبَشِّرُکَ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: مَا اخْتَلَطَ حُبِّیْ بِقَلْبِ اَحَدٍ فَاَحَبَّنِیْ، اِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ جَسَدَہٗ عَلَی النَّارِ○

ترجمہ) ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، اے ابوعبدالرحمٰن! میری تمنا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: خدا کی قسم میں ان پر ایمان لاتا اور ان کی جبین اقدس پر بوسہ دیتا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] شعب الایمان: الجزء الثانی، ص: ۱۸۹، مجمع الزوائد: ۱/۸۸، الفردوس بما ثور الخطاب: الجزء الخامس، ص: ۱۵۴، رقم ۷۷۹۶۔ کنز العمال: ج ۱، ص: ۳۴

میری محبت جس شخص کے دل میں سما گئی اور پھر اس نے مجھے محبوب جانا' تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا' آپ لوگوں کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ وَاللّٰهِ أَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَاءِ○

ترجمہ) اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے مال اسباب' اباء و اجداد' اور ہماری ماؤں اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

۶) صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

مَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِيْ عَيْنَيَّ مِنْهُ' وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ اَنْ اَمْلاَ عَيْنَيَّ مِنْهُ' اِجْلَالًا لَهُ' وَلَوْ قِيْلَ لِيْ صِفْهُ' مَا اسْتَطَعْتُ اَنْ اَصِفَهُ'○[1]

ترجمہ) رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں ان سے بڑھ کر کوئی معزز تھا۔ آپ کے کمال احترام کے پیش نظر میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ اب اگر مجھ سے کہا جائے کہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرو تو میں آپ کا سراپا بیان نہیں کر سکوں گا۔

آنحضرت ﷺ کی محبت کی کچھ علامات اور نشانیاں ہیں اور کچھ اس کے شواہد و دلائل ہیں۔

ان میں سے سرفہرست یہ ہے کہ آپ کی سنت مبارکہ کی پیروی کی جائے اور

---

1. صحیح مسلم: کتاب الایمان' رقم: ۱۷۳

(ب) مسند احمد: مسند الشامیین' رقم: ۱۷۱۱۶: ۱۷۱۴۵

آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ پر اس کے احکامات' اور امر و نواہی اور حرام و حلال کے مطابق عمل کیا جائے اور ان علامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قرابت داروں اور اہل بیت اطہار سے کامل وابستگی رکھتے ہوئے دلی محبت کی جائے اور ان کے دامان اقدس کی حفاظت و خدمت کیلئے اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔

۷) امام دیلمی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کی ہے۔

امام عالی مقام فرماتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ التَّوَسُّلَ اِلَیَّ وَاَنْ تَکُوْنَ لَہٗ عِنْدِیْ یَدٌ اَشْفَعُ لَہٗ بِھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَلْیَصِلْ اَھْلَ بَیْتِیْ وَلْیُدْخِلِ السُّرُوْرَ عَلَیْھِمْ ○[1]

ترجمہ) جس شخص نے میرا دامن تھام کر میری طرف توسل کا ارادہ کیا' تو میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں گا' اسے چاہیے کہ میرے اہل بیت سے وابستہ رہے اور انہیں خوش رکھے۔

۸) امام طبرانی ''معجم الاوسط'' میں ان کے بھائی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت لائے ہیں۔

اِلْزَمُوْا مَوَدَّتَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّہٗ مَنْ لَقِیَ اللّٰہُ وَھُوَ یَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُہٗ اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ حَقِّنَا ○[2]

ترجمہ) امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم اہل بیت رسول کی محبت کو لازمی اختیار کرو' بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری محبت لے کر حاضر ہوگا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا اور قسم

---

[1] لم اجدہ فی مسند الدیلمی۔

[2] مجمع الزوائد: ۹: ۱۷۲ مجمع البحرین: ج نمبر ۶۔ رقم: ۳۷۹۹۔

اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' ہمارا حق پہچانے بغیر بندے کا عمل اسے کوئی نفع نہیں دے گا۔

۹) ابو شیخ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّنِیْ وَلَا یُحِبَّنِیْ حَتّٰی یُحِبَّ ذُرِّیَّتِیْ ○[1]

ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا' جب تک مجھ سے محبت نہ کرے اور میرا محب نہیں بن سکتا جب تک میری اولاد سے محبت نہ رکھے۔

۱۰) قاضی عیاض اپنی کتاب ''غنیۃ'' میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں۔

مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ' وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ' وَالْوِلَايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ○[2]

ترجمہ) آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت جہنم سے نجات ہے اور آل رسول کی محبت پل صراط سے گزرنے کی سند ہے اور آل رسول علیہ السلام سے عقیدت عذاب سے پناہ دینے والی ہے۔

۱۱) امام طبرانی اور رافعی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں۔

مَنْ سَرَّہٗ' اَنْ یُحْیِیَ حَیَاتِیْ وَیَمُوْتَ مَمَاتِیْ یَسْکُنُ جَنَّةَ عَدْنٍ غَرَسَهَا رَبِّیْ فَلْیُوَالِ عَلِیًّا مِنْ بَعْدِیْ' وَلْیُوَالِ وَلِیَّہٗ' وَلْیَقْتَدِ بِأَهْلِ بَیْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ

[1] حوالہ نہیں مل سکا۔

[2] الحاوی للفتاوی' ص: ۲۴۰ جلد ثانی طبع فیصل آباد۔

فَاِنَّهُمْ عِتْرَتِیْ، خُلِقُوْا مِنْ طِیْنَتِیْ، وَرُزِقُوْا فَهْمِیْ، فَوَیْلٌ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ بِفَضْلِهِمْ مِنْ اُمَّتِیْ، الْقَاطِعِیْنَ فِیْهِمْ صِلَتِیْ، لَا اَنَالَهُمُ اللّٰهُ شَفَاعَتِیْ ○[1]

ترجمہ) جس کی تمنا ہو کہ وہ میری حیات کے مطابق زندہ رہے اور میری موت کے مطابق مرے اور مرے رب کے لگائے ہوئے جنت کے باغ عدن میں مقیم ہو' تو وہ میرے بعد علی سے محبت رکھے اور اس کے جانشین سے محبت رکھے اور میرے بعد میرے اہل بیت کی اقتدا کرے' کیونکہ یہ سب میری اولاد ہیں اور میرے خمیر سے پیدا کئے گئے ہیں اور میرے فہم علم سے نوازے گئے ہیں۔ ہلاکت ہے میری امت کے ان لوگوں کیلئے جو ان کے فضل و شرف کو جھٹلائیں اور میرے ان سے تعلق کو قطع کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ان کو میری شفاعت سے نہیں نوازے گا۔

محبت حبیب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر بکثرت کیا جائے اور آپ کے عظیم محاسن و مناقب اور جلیل القدر اوصاف حمیدہ کا تذکرہ عام کیا جائے۔

اور آپ کے اوصاف و تبرکات اور متعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لطف اٹھایا جائے اور ذکر نبوی کے فروغ پر اظہار فرحت و مسرت اور شادمانی کی کیفیات کا اعادہ کیا جائے۔ علامات محبت میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت کی جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بارگاہ رسالت سے والہانہ عشق کے ساتھ بجالایا جائے۔ اور درود و سلام سے متعلق فوائد عظیمہ اور ظاہری اجر و ثواب سے بھی اضافی طور پر بہرہ یاب ہوا جائے۔

۱۲) ابن ودعۃ' حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کرتے ہیں۔

اکثر وامن الصلوٰۃ عَلَیَّ فَاِنَّهَا نُوْرٌ فِی الْقَبْرِ وَنُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَنُوْرٌ

[1] مجمع الزوائد: جلد نمبر ۹' ص: ۱۰۸۔ عن زید بن ارقم۔

فِی الْجَنَّةِ ○[1]

ترجمہ) مجھ پر کثرت سے درود بھیجو! بیشک یہ قبر' پل صراط اور جنت کا نور ہے۔

۱۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' آپ نے فرمایا:

الصَّلٰوةُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اَمْحَقُ لِلذُّنُوْبِ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ وَالسَّلَامُ عَلَیْهِ اَفْضَلُ مِنْ عِتْقٍ ○[2]

ترجمہ) نبی ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کو ایسے مٹاتا ہے کہ ٹھنڈا پانی بھی آگ کو اتنی تیزی سے نہیں بجھاتا۔ اور آپ پر درود پڑھنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔

حضرت امام عزفی' شیخ بزرگ ابوالصبر ایوب عبداللہ الفہری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سند سے حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کی روایت نبی کریم ﷺ سے بیان کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تُنَضِّرُ الْقَلْبَ وَتُنَوِّرُہٗ وَتُطَهِّرُہٗ مِنَ النِّفَاقِ' كَمَا يُطَهَّرُ الشَّیْءُ بِالْمَاءِ' وَاِنَّ من قال: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فَقَدْ فَتَحَ عَلٰی نَفْسِهٖ سَبْعِیْنَ بَابًا مِنَ الرَّحْمَةِ' وَاِنَّ مَنْ صَلّٰی عَلَيْهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَحَبَّهٗ' اللّٰهُ تعالیٰ ○[3]

ترجمہ) بیشک درود شریف دل کو تروتازہ رکھتا ہے اور دل کو منافقت سے اس طرح پاک اور روشن کر دیتا ہے جیسے کوئی چیز پانی سے دھل کر صاف ہو جاتی ہے۔ بیشک جس شخص نے ''اللھم صَلِّ عَلٰی مُحَمّد'' کہا' اس نے اپنی ذات پر رحمت کے ستر دروازے

---

۱ القول البدیع: ص' ۱۲۶

۲ الشفاء: ج ۲' ص: ۶۱

۳ القول البدیع: ص' ۱۳۷

(ب) الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر للمجد الفیر وز آبادی: ص: ۱۱۶' ۱۱۷

کھول دیئے اور جس نے سات بار درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔

حضور ﷺ پر درود پڑھنے کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ درود غم کو مٹاتا ہے۔ پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور بلاؤں کو ٹالتا ہے اور حاجات کو پورا کرتا ہے اور رزق کو بڑھاتا ہے اور درود پڑھنے والے کو بارگاہ الٰہیہ سے ایک خاص قسم کی کشش عطا ہوتی ہے۔ درود سے درجات بلند ہوتے ہیں اور نیکیاں بڑھ جاتی ہیں' گناہ اور خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کائنات کا قرب زیادہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے فوائد و ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ کثرت سے درود بھیجنے والے کو حضور ﷺ کی زیارت و ملاقات کا شرف خواب اور بیداری میں حاصل ہونے لگتا ہے اور درود پڑھنے والا قربت رسالت علیٰ صاحبھا الصلوات والتسلیمات کے اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ حسب خواہش آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے لگتا ہے اور آپ ﷺ سے جو چاہتا ہے پوچھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

درود شریف ایک ایسے طالب صادق کیلئے جسے راہ خدا کا رہبر و مرشد ظاہری طور پر میسر نہ ہو سلوک الی اللہ کی سیڑھی اور زینے کا کام دیتا ہے۔

اور درود شریف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب تعالیٰ کی عنایات قدسیہ کے نزول و درود کا بہترین سبب اور ذریعہ ہے۔

درود شریف اپنے شاغل و عامل اور کثرت رکھنے والے کو مستغنی کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مزاج درود کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور کھانا پینا وغیرہ اسے درود پڑھنے میں مانع نہیں ہوتا اور وہ دنیا کی تمام لذتوں اور آسائشوں سے زیادہ درود شریف میں لذت و لطف پاتا ہے۔ درود شریف کے فوائد و برکات لاتعداد و بیشمار ہیں اور یہ اتنے کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ اور شمار ممکن نہیں ہے۔

اختتامی دُعا

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ○

میرے بھائیو! خالق ارض وسماء کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ دعا کیلئے اٹھاؤ! اور اس کی بارگاہ عالی میں اس شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناؤ۔ کیونکہ بلاشبہ اس پیارے کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔

اور یوں کہو!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ وَمُصْطَفَاكَ وَحَبِيْبِكَ وَمُجْتَبَاكَ وَاَمِيْنِكَ وَمُنْتَقَاكَ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَذَاكَ○

ترجمہ) اے اللہ درود بھیج اپنے نبی پر اور اپنے انتخاب پر اور اپنے حبیب پر اور اپنے چنے ہوئے پر اور اپنے امین پر اور اپنے لاڈلے پر اور ایسے ہی ان پر خوب سلام بھیج۔

اے اللہ! ہمیں ان میں سے بنا جنہوں نے تیری توفیق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور تیری عنایت سے ان کی پیروی کی اور ان کی خدمت کا جیسا حق تھا اس کی ادائیگی کیلئے کوشاں رہے۔

اور ان کے نقش قدم اور سنت پر چلنے کی برکت سے اپنے ہر مدعا کو پالیا۔

اے اللہ! اپنے فضل سے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر موت دینا اور اپنی رحمت سے آپ ہی کے غلاموں میں ہمارا حشر فرمانا! آمین۔

اے اللہ! تو وہ اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو وہ آخر ہے کہ تیرے

بعد کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم بزدلی، بے بسی، اور سستی سے اور فتنۂ فقر و غنا اور موت و حیات اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو تجھ پر ایمان لائے اور تو نے انہیں ہدایت دی اور جنہوں نے تیری ذات پر توکل کیا اور تو نے ان کی کفالت فرمائی۔

اور جنہوں نے تجھ سے مانگا اور تو نے انہیں عطا کر دیا۔

اور ہر مصیبت اور تکلیف سے تو نے انہیں بچایا۔

اے اللہ! ہر چیز کے رب، اے ہر چیز کے مالک! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں نفع دینے والا علم اور وسعت والا رزق اور تڑپنے والا دل اور چمکنے والا نور اور خالص و کامل ایمان اور پاکیزہ و نیک عمل عطا فرما! آمین۔

اور تو ہمیں مخلصین جیسا ذوق ارزانی فرما! اور اہل حضور جیسا خشوع دے اور صدیقین کا سا یقین دے اور صادقین جیسی امید دے اور متقین کی سعادت اور کامیاب لوگوں والے درجات ہمیں نصیب فرما! آمین۔

اور اے اللہ تو ہماری زندگی میں نورانیت عطا فرما! اور ہماری موت میں نورانیت دے اور ہماری قبروں میں نور دے اور روز محشر ہمیں نور دے اور ہمیں وہ نور عطا فرما جس سے ہم تیرا وصل حاصل کر سکیں اور وہ نور دے جس کے ذریعے ہم تیرے قریب ہو سکیں۔ آمین۔

اے اللہ! ہمیں حق کی طرف ہدایت فرما اور ہمیں حق والوں میں سے کر دے اور اس میں ہماری تائید و حمایت فرما! اور حق سے روگردانی اور گریز کرنے والے ہر شخص پر ہمیں غلبہ عطا فرما! اور ہمیں زمانے کے مصائب سے محفوظ فرما! اور حاکم کے تسلط سے محفوظ رکھ اور شیطان کے وسوسے سے اور جن و انس کے شر سے پناہ دے۔ آمین۔

اے اللہ! ہمارے لئے حصول معاش کے ذرائع کافی فرما دے اور ہمیں بے حساب رزق عنایت فرما! آمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنی ذاتی وصفاتی محبت سے معمور کر دے اور ہمیں اپنے انوار معرفت سے چمکا دے۔

اور ہمیں اپنی توحید کے سمندروں میں غوطہ زن کر دے اور ہم پر اپنے جلوؤں کے ذریعے احسان فرما!

اور ہمارے دلوں کو اپنی بارگاہ سے وابستہ کر دے۔ یہاں تک کہ ہمیں تیرے سوا کچھ دکھائی نہ دے اور تیرے سوا کسی سے ہمارا واسطہ نہ رہے۔ آمین۔

اے اللہ! ہم نفرت کے اسباب سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ صاحب وقت قطب عصر کے دل کو ہم پر مہربان کر دے اور اس کے ساتھیوں کو بھی۔ یا جو اقطاب و اولیاء اور افراد و اصفیاء متقدمین و متاخرین میں سے ہیں خصوصاً ہماری طرف مسرتوں بھری توجہات فرمانے والے وہ جو اس خطۂ مغرب میں ہم پر اللہ کے عظیم ترین احسانات میں سے ایک احسان ہیں۔ نوازشات و عنایات والے اور لطافت مآب حضرت سیدنا و مولانا محمد ادریس' اللہ تعالیٰ ہمیں تادیر ان کے سایۂ عاطفت میں رکھے اور ہمیں ان کے جود و کرم اور مہربانی سے مستفیض فرمائے۔ آمین

اور اللہ ان کے درجات و انوار اور قرب میں اضافہ فرمائے اور اپنے احسانات وعنایات کو ہم پر اور ان کی ذات پر جاری و ساری رکھے۔

اور آپ کے گروہ سے تعلق رکھنے والے ہر شخص پر اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر اور ہمارے سب علماء پر اور ہمارے محسنوں اور مہربانوں پر اور ہر اس شخص پر جسے ہم اپنا ہم مشرب سمجھتے ہیں۔

اے اللہ! ہماری حیات کا خاتمہ بالخیر فرما! اور ہماری آخرت کو امید نجات سے متحقق کر دے۔

اور ہمارے لئے اپنی رضا و خوشنودی کا راستہ آسان فرما دے اور ہمارے اعمال کو ہر حال میں بہتر کر دے۔ آمین۔

اے اللہ! ہمیں بخش دے اور ہمارے والدین' ہمارے مشائخ اور رشتہ دار اور اہل وطن کو بخش دے۔

اور ہمارے حاضر و غیر حاضر بھائیوں کی بخشش فرما دے۔ آمین۔ اور ان کے والدین' عزیز و اقارب اور تمام مسلمانوں کو مجموعی طور پر بخش دے۔ آمین

اے اللہ! حکام اور سرکاری عہدہ داروں کو اس کام کی توفیق دے جس میں مسلمانوں کی فلاح اور بھلائی ہو اور ان کے دلوں کو رعایا کیلئے نرم کر دے اور انہیں ہر اس عمل سے روک دے جس سے عوام کو تکلیف اور ضرر کا اندیشہ ہو۔

اے اللہ! آج اس مقام پر ہمارا کوئی گناہ بغیر بخشش کئے باقی نہ چھوڑ اور نہ ہی کوئی ایسا غم چھوڑ جو خوشی میں تبدیل نہ ہو جائے۔

اور کوئی ایسا صدمہ نہ ہو جسے تو دور نہ کر دے۔

اور کوئی ایسا رنج نہ ہو جسے تو راحت نہ بنا دے۔

اور ایسا قرض نہ ہو جسے تو ادا نہ کروا دے اور کوئی دشمن نہ رہے جس کے مقابلے میں تو کافی نہ ہو۔

اور کوئی گرانی ایسی نہ ہو جسے تو ہلکا نہ کر دے۔

اور کوئی عیب ایسا نہ رہے جس کو تو ٹھیک نہ کر دے۔ اور کوئی مریض ایسا نہ رہے جسے تو شفاء عطا نہ کر دے۔

اور کوئی گم شدہ ایسا نہ ہو جسے تو واپس گھر نہ لوٹا دے اور کوئی دوستی ایسی نہ ہو

جسے تو درست نہ فرما دے۔

اور دین و دنیا کی کوئی ایسی نعمت جس میں تیری رضا ہو اور ہماری بہتری ہو ایسی نہ رہے کہ تو ہمیں اس سے نہ نواز دے۔

ہماری محفل کا اختتام ہر بھلائی اور خیر کے ساتھ فرما دے۔

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ○

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَإِمَامِ الْمُرْسَلِيْنَ

وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

[1] تکمیل و ترجمہ: بحمد اللہ تعالٰی و بعونہ ۲۹ ذیقعد ۱۴۲۲ یوم الاربعاء بعد نماز عصر

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: علامہ امام احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۱۳ء ۱۹۸۶ء

صبح طیبہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ماہ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے۔ جس کی آغوش میں نور مبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ بموجب فرمان خداوندی ذکرھم بایام اللہ آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے۔ جو سید ایام اللہ یعنی یوم ولادت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

یہ وہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور ﷺ کی خلقت ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذات پاک حضرت محمد ﷺ کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقت محمدی ہے' اور اس داد دنیا میں حضور ﷺ کا پیدا ہونا ولادت محمدی ہے اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور ﷺ کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثت محمدی ہے۔ اور اس اجمالی گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آیئے اور سب سے پہلے خلقت محمدی کا بیان قرآن وحدیث کی روشنی میں سنیے۔

خلقت محمدی ﷺ

اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ جس کا مقتضا یہ ہے کہ ذات محمدی ﷺ بطریق اولیٰ عالم ارواح میں

موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ○

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسول معظم جو تصدیق کرنیوالا ہو۔ اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے۔ اور اس کی ضرور مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کرلیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں' پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا○

اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار لیا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں (بیشک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس قدسی نے بلی کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا۔ اس واقعہ کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔

واذ اخذنا من النبين ميثاقهم ومنك ومن نوح وابراهيم وموسىٰ

وعیسیٰ بن مریم واخذنا منھم میثاقا غلیظاًo

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ سے جو بیٹا ہے مریم کا اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار''

اس آیت کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا۔ وہاں حضور ﷺ سے بھی یہ عہد واقرار کرایا۔ یہ واقعہ بھی عالم میثاق کا ہے' ظاہر ہے کہ اگر حضور ﷺ کی خلقت اس وقت نہ ہوگئی ہوتی تو اس عہد واقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ امر کہ خلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے۔ تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے کہ حضور ﷺ اول خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍo

یہ سب رسول ہیں۔ فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر' بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے''

جنکے درجے بلند کئے۔ وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ حضور کے درجوں کی بلندی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ درجات خلقت میں حضور ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے اور آپ سب سے پہلے مخلوق ہو کر سب کی اصل ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَo

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد ﷺ مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے۔

آیۃ کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور ﷺ تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں۔ اس آیۃ میں العلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے۔ جیسے "الحمد للہ رب العلمین" یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں العلمین قرائن خارجہ کی وجہ سے مخصوص ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ میں کوئی دلیل خصوص نہیں پائی جاتی۔ بعض قرائن خارجیہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور ﷺ کا رحمۃ للعلمین ہونا جہت رسالت سے ہے۔ یعنی حضور ﷺ رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں۔ لہٰذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا۔ حضور ﷺ جس کیلئے رسول ہوں گے۔ اسی کیلئے رحمت قرار پائیں گے۔ اب یہ معلوم کریجئے کہ حضور ﷺ کس کیلئے رسول بن کر تشریف لائے تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے۔

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً

میں ساری مخلوق کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب وہ ساری مخلوق کیلئے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ آپ رحمۃ للعلمین ہوں۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کی رسالت عالمین کیلئے عام ہے۔ اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کیلئے عام اور ماسویٰ اللہ کو محیط ہے۔

رہا یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کیلئے حضور رحمت نہیں اس لئے کہ وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں متفاوت ہیں۔ روح المعانی میں اسی آیۃ کے تحت مرقوم ہے ولا تفریق بین المومن والکافر من الانس والجن فی ذلک والرحمۃ متفاوتۃ (تفسیر روح المعانی) حضور ﷺ سب کیلئے رحمت ہیں۔ اس بارے میں مومن و کافر

کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفاوت ہے کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لئے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور ﷺ کی رحمت سے منہ پھیرا اور نہ حضور کی رحمت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا؟ یا کُلَّ شَیْءٍ کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائے گا؟

معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ نہیں اور ہرگز نہیں، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے۔ مگر بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھائیں۔ معلوم ہوا کہ کسی کا رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ بلا استثناء تمام عالمین کیلئے رحمت ہیں اور عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ حضور ﷺ ہر فرد عالم کیلئے رحمت ہیں اور حضور کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبۂ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات ﷺ کے ہے اور حضور ﷺ اصل ایجاد ہیں۔ حضور کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہوسکتا۔ وجود نعمت ہے اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات نعمت وجود میں حضور کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں، ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو، وہ یقیناً اس کیلئے رحمت ہے۔ رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہو۔ وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے چوں کہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور ﷺ کے محتاج ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے حضور کا وجود ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ جب حضور ﷺ عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں

واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور ﷺ کا عالمین سے پہلے موجود ومخلوق ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیۃ سے حضور ﷺ کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۵۲ و صاحب تفسیر روح المعانی نے ص ۹۶ پ ۱۷ پر اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے۔ اس لئے ذات پاک محمدیہ ﷺ کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمدللہ خوب واضح ہو گیا کہ خلقت محمدی ﷺ تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

تیسری آیت جس سے حضور ﷺ کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ آیۃ کریمہ "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" ہے۔ یعنی میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں۔ "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اشارۃ الی تقدم روحہ وجوھرہ جمیع الکون اس آیہ میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی ماسوائے اللہ پر مقدم ہے۔ عرائس البیان جلد ا ص ۲۳۸

ظاہر ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ○

پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور ﷺ اسی وقت ہو سکتے ہیں۔ جبکہ حضور ﷺ سب سے پہلے ہوں۔ لہٰذا اس آیۃ سے بھی حضور ﷺ کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔

اس کے بعد احادیث میں مضمون کو ملاحظہ فرمایئے۔

"حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر

بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسری سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے (جس کا خلاصہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الخ

(مواہب ج ا ص ۹ سیرت حلبیہ ج ا ص ۳۰، زرقانی ج ا ص ۴۶)

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدثین جیسے امام قسطلانی شارح بخاری و امام زرقانی اور امام حجر مکی اور علامہ فارسی اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القرے، مواہب مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

امام عبدالرزاق صاحب مصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں، امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر ائمہ دین کے استاذ ہیں۔تہذیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے۔وقال احمد بن صالح المصری احمد بن حنبل رأیت احدا احسن حدیث من عبدالرزاق قال لا۔(تہذیب التہذیب ص ج ٦)

احمد بن صالح مصری لکھتے ہیں ''میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا۔انہوں نے فرمایا نہیں''

امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔قد خلق کل شئی من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح اسی حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوۃ میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار والروح النبوۃ القدسیۃ لمف من نورہ والملائکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیی وغیرہ مما فی سعناہ یعنی' عقائد میں اہلسنت کے امام سید ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور ﷺ کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی''

اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ''در حدیث صحیح وارد شدکہ اول ما خلق اللہ نوری (مدارج النبوۃ ج ٢ص ٢) پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا کثیر التعداد' جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اور تصحیح فرمانا اس پر

اعتبار کر کے اس سے مسائل استنباط کرنا۔ اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔ خصوصاً سیدنا عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث کے فوع ستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق الحدیث الصحیح فرمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے۔ جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نورہ کی اضافت بیانیہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے۔ زرقانی ج ا ص ۴۶ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضور ﷺ کی ذات کا مادہ ہے۔ نعوذ باللہ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔ تعالیٰ اللّٰہ عن ذلك علوا کبیرا اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے' تو اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ذاتی تجلی فرمائی۔ جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی۔ بغیر اس کے ذات خداوندی نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے۔ یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے۔ جس کا سمجھنا ہمارے لئے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینہ ذات احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی کو نور خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات

پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا۔ اور اس ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا اور نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔

حقیقت یہ ہے کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور کو پہنچا اور حضور کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

اس کے بعد اس شبہ کو بھی دور کرتے جایئے کہ جب ساری مخلوق حضور کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک' خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوگی جو حضور کی شدید توہین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوقات حضور ﷺ کے آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعائیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ موالد اور جواہر اجسام کے حقائق لطیفہ اور خواص و اوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہے اور کسی کی اچھی بری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا' نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کیلئے قباحت اور نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات و نباتات وغیرہ کے الوان طعوم و روائح' کھٹا' میٹھا مزا' اچھی بری تو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کیلئے عار کا موجب نہیں' کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں۔ جن کی بناء پر انہیں قبیح ناپاک اور برا کہا جاتا

ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور ﷺ کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہوسکتیں تو انوار محمدی کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے معاذ اللہ کیوں کر متاثر ہوسکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور ﷺ کے نور میں حقائق اشیاء پائے جاتے ہیں اور حقیقت کسی چیز کو نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ نجاستوں کی جو کھاد کھیتوں میں ڈالی جاتی ہے۔ اسی کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر غلہ اناج، پھول اور پھل سبزیوں اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ اور وہی اجزائے غلیظ غلہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں۔ جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے پیتے اور کسی قسم کا تردد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات ضور و تعینات آتے ہیں جو محض امور اعتباریہ ہیں۔ حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں۔ اس لئے کل مخلوقات کا نور محمدی سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

تقسیم نور

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی تقسیم ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی کو پیدا فرمایا تو اس میں شعاع در شعاع بڑھتا گیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا۔ دیکھئے زرقانی علی المواہب جلد ا ص ۴۶

رہا یہ شبہ کہ نور محمدی سے روح محمدی مراد ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا نور ہونا

ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں نور نبیك من نورہ وارد ہے۔ جس طرح نورہ ہیں اضافت بیانیہ ہے۔ اور لفظ نور سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح نور نبیک میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد ﷺ مراد ہے۔ لہٰذا ذات محمدی کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس مقام پر یہ کہنا کہ صرف روح پاک نور ہے۔ جسم اقدس نور نہیں' بے خبری پر مبنی ہے۔ جسم اقدس کی لطافت اور نورانیت پر انشاء اللہ ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔ سردست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حدیث جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمدی کی خلقت کا بیان ہے۔ وہ حضور ﷺ کی ذات پاک کا نور ہے اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے۔ جسے حضور ﷺ کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

وفی الخبر لما خلق اللہ تعالیٰ ادم جعل اودع (ذلك النور) نور المصطفی فی ظهره فکان شدة (یلمع فی جبینہ الخ زرقانی علی المواہب جلد ا ص ۴۹ مواہب جلد ا ص ۱۰)

ترجمہ) حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ ﷺ کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا۔ وہ نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت آدم میں ہونے کے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر غالب ہو جاتا تھا۔ یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزائے جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں' نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے

ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزاء نہیں۔ نہ روح کا کل ہیں۔ کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہۃً باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور ﷺ کی روح مبارک نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں جو نور ذات محمدی کی شعاعیں تھیں۔

ارواح بنی آدم کا ان کے آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرار حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کیلئے بھیجتا ہے۔ اس کا عمل' عمر' رزق' اور دوزخی یا جنتی ہونا پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰)

معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں' بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری ازالہ

شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکل کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد کر لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشت آدم سے ان کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں۔ بلکہ وہ ان کے اشخاص مثالیہ تھے جو مثالی صورتوں میں

ان کی پشت مبارک سے بقدرت ایزدی ظاہر کئے گئے تھے۔ کیونکہ ہم ابھی حدیث صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نور محمدی اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

تطبیق

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ا ص ۲ میں ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جب نور مبارک پشت آدم علیہ السلام ہی میں تھا۔ لیکن اپنے کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔

الحمدللہ! ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضورِ اکرم ﷺ کا بدن مبارک بھی نور تھا۔

صاحب روح المعانی حضور ﷺ کے اول خلق ہونے کے بارے میں یہ ارقام فرماتے ہیں۔ ولذا كان نوره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول المخلوقات ففي الخبر اوّل ما خلق الله تعالىٰ نور نبيك يا جابر (تفسیر روح المعانی پارہ ۱۷ ص ۹۶)

ترجمہ) (چوں کہ حضور ﷺ وصولِ فیض میں واسطہ عظمیٰ ہیں) اسی لئے حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے۔'' چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ سب سے پہلے وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور ہے' اے جابر''

اس حدیث جابر مذکورہ کو اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' ص

۶ پر تفصیل سے لکھا ہے۔

۲) حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ

امام احمد' امام بیہقی و حاکم نے حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ یعنی ان کا ابھی پُتلہ بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث بروایت شرح السنہ مذکور ہے۔ (مواہب جلد ا ص ٦)

ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں' تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی' یہ معنی دنیا میں متحقق ہوسکتے ہیں۔ عالم ارواح میں ان کا معنی ثابت ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی ہیں اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا نہ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا کیونکہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آخرالنبیین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا۔ بایں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے۔ اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کردے تو اس امارت کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا۔ اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہوگیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور ﷺ کیلئے پہلے سے ثابت تھا۔ لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف

لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کیلئے اسی وقت ظہور لازم نہیں۔اسی لئے اہلسنت کا مسلک ہے کہ حضور ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے۔لیکن ان کا ظہور اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا۔

۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے حضور سے پوچھا کہ یارسول اللہ (ﷺ) آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور ﷺ نے فرمایا وادم بین الروح والجسد آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔

یہ روایت ترمذی شریف کی ہے اور علامہ ابو عیسیٰ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے۔امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔(مواہب جلد ا ص ٦)

۴) حدیث حضرت امام زین العابدین علی اباء و علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین علیہ السلام سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا"۔(انسان العیون جلد ا ص ۲۹)

ازالۂ شبہ

اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور کے نور

پاک کا ذکر ہے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے۔ یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے۔ اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ لہٰذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ آپ کی عمر کتنے سال ہے۔ عرض کیا حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا۔ جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے جبرائیل'' میرے رب کی عزت و جلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔
(انسان العیون ج ۱ ص ۲۹ روح البیان ج ۳ ص ۵۴۳)

آیات و احادیث کی روشنی میں اور بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول ﷺ کی خلقت مبارکہ کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آ گیا اور اس اثناء میں بعض فوائد بھی مذکور ہو چکے۔ اس کے بعد ولادت محمدی ﷺ کا بیان ملاحظہ فرمایئے۔

ولادت محمدی ﷺ

بیان سابق میں یہ بات آ چکی ہے کہ حضور ﷺ کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا گیا۔ جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ وہی نور مبین اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابو نعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤ اجداد

سفاح سے پاک ہیں۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا۔ جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی اور بے حیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (انوار المحمدیہ مطبوعہ مصر ص ۱۵' مواہب ج ا ص)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول ﷺ سے سنا۔ سرکار ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی ولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا۔ الخ

دلائل النبوۃ میں ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ ام المومنین رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں اور حضور علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں نے تمام مشارق و مغارب کو دیکھا' میں نے حضرت محمد ﷺ جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا نہ خاندان بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (انسان العیون ج ا ص ۲۶)

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابوبکر ابن ابی مریم سے اور وہ ابوسعید بن عمر و انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا۔ اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے' آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے' سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے۔ وہ

نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والدان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ یعنی حضور کے والد ماجد جناب عبداللہ اپنی والدہ کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوگئے۔ جناب عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ جب مکہ میں قحط ہوتا تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعہ سے تقرب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کیلئے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو نور محمدی ﷺ کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔ مواہب ص ۵ ج ۱)

ابونعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے بطریق عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودیہ ہوگئی تھی اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی۔ اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے۔ اس نے حضرت عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلانے لگی۔ مگر حضرت عبداللہ نے انکار فرمادیا۔ (مواہب ج ۱ ص ۱۹)

حضور سید عالم ﷺ کے آباء و امہات الیٰ آدم و حوا علیہما السلام کے زناء و فحاشی کے پاک ہونے پر اجماع امت ہے۔ البتہ ہر فرد کے مومن ہونے پر اختلاف ہے۔ روافض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضروریات ایمان سے قرر دیا۔ اور اہلسنت نے اس کو ظنی اور مجتہد فیہ مانا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ

میں علماء کے مختلف اقوال ہوگئے۔ لیکن متاخرین جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کل آباء وامہات مومن وموحد ہیں اور کسی کا کفر وشرک قطعاً ثابت نہیں۔ ان محققین متاخرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے۔ اور جن روایات میں ان ابی واباك فی النار آیا ہے۔ وہاں بھی لفظ اب سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کیلئے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کیلئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چوں کہ حضور ﷺ کے والدین ایام فترۃ میں تھے۔ اس لئے ان کی نجات کیلئے اعتقاد توحید کافی تھا۔ کسی شریعت واحکام الٰہی کا اس وقت تھا۔ جس کی وجہ سے کوئی کام گناہ قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تا کہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور ﷺ کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان لانا بھی اس لئے نہ تھا کہ وہ کفر پر معاذ اللہ مرے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے ان کو زندہ کیا گیا کہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے۔

حضور ﷺ کے والدین کریمین کی بابت فقہ اکبر کی عبارت ''ماتا علی الکفر'' علیٰ حذف المضاف ہے۔ ''ای ماتا علی عہد الکفر'' یعنی موت حضور کی نبوت اور اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر و جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ کہ وہ بحالت کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور ﷺ کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے۔

لیکن آخیر پر رجوع کر لیا اور توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ حاشیہ نبراس ج ۵ ص ۵۲۶ پر ہے۔ ونقل توبۃ عن ذلک فی القول المستحسن ۱۲

فائدہ

حضور کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی ضائع ہونے والی چیز نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور وہ اس قول شنیع سے تائب ہوئے۔ فقیر کا رجحان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی جن خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہوگئی ہے۔ ان کے حق میں بھی ہمیں یہی حسن ظن رکھنا چاہیے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق توبہ عطا فرمادی ہوگی۔ وما ذلك على الله بعزيز

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علماء کا وہ کلام جو انہوں نے حضور ﷺ کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے۔ درحقیقت وہ ان روافض کا رد ہے جو اس مسئلہ کو قطعی قرار دے کر اسے ضروریات دین میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے عنوان کلام ''قالت الشیعۃ'' اور اس کے بعد ''قال اصحابنا'' سے واضح ہے۔ یہ نہیں کہ ان کا یہ کلام اہلسنت کے رد میں ہے اور معاذ اللہ انہوں نے حضور ﷺ کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو ایذا پہنچائی ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

مواہب میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کیلئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (مواہب ج ا ص ۱۵)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کیلئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت نور مقدس کی وجہ سے ابرہہ از راہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا' پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔ (مواہب ج ا ص تاریخ حبیب الہ)

ابرہہ نے لشکر کو شکست دینے کیلئے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً جھک گیا اور اس کی زبان لرزنے لگی۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے۔ جب ہوش میں آیا تو جناب عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریشی ہیں۔

(مواہب ج ا ص ۱۵)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا۔ باقی سب ہاتھی سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کیا کرتے تھے اور اس بڑے ہاتھی نے (باوجود سدھائے ہوئے ہونے کے بھی) ابرہہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے سائیس کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھی کو حاضر کرے۔ جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر کی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا۔ جیسے اونٹ بیٹھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہوا

گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی۔ ہاتھی نے کہا۔ السلام علی النور الذی فی ظهرك یا عبدالمطلب سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے۔ اے عبدالمطلب۔ (مواہب ج ۱ ص ۱۵، ۱۶ انسان العیون ج ۱ ص ۵۷)

عبدالمطلب کی نذر اور خواب

ابتداء میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک بیٹے حارث تھے۔ آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں تو ان میں سے ایک بیٹے کی قربانی کرونگا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زمزم کھودنے میں مصروف ہو گئے اور یہ کام ان کیلئے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے۔

جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱) حارث ۲) زبیر ۳) حج ۴) ضرار ۵) حقوم

۶) ابولہب ۷) عباس ۸) حمزہ ۹) ابوطالب ۱۰) عبداللہ

ان بیٹوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات عبدالمطلب کعبۂ مطہرہ کے پاس قیام لیل میں مشغول تھے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف) کے رب کی جو نذر مانی تھی۔ وہ پوری کیجئے۔ عبدالمطلب مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے اٹھے اور حکم دیا کہ فوراً ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء اور مساکین کو کھلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سوئے تو خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے۔ ''اس سے بڑی چیز قربان کیجئے''۔ بیدا ہو کر اونٹ قربان کیا اور مساکین کو کھلا دیا۔ پھر سوئے تو ندا آئی۔ ''اس سے بڑی چیز قربان کیجئے''۔ فرمایا اس سے بڑی چیز کیا ہے؟ ندا دینے والے نے کہا ''اپنے ایک بیٹے کی قربانی کیجئے''۔ جس کی آپ نے نذر مانی ہے۔ آپ یہ سن کر غمگین ہوئے اور

اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفاء نذر کی طرف مبذول کرایا۔ سب نے کہا۔ ''ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں ذبح کر دیں'' آپ نے فرمایا قرعہ اندازی کر لو۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ جو جناب عبدالمطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ نکلنے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا' چھری لی اور ذبح کرنے کیلئے چل دیئے۔ جب چھری پھیرنے کا ارادہ کیا تو سادات قریش سب جمع ہو کر آ گئے اور عبدالمطلب سے کہنے لگے۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اپنی نظر پوری کرنا چاہتا ہوں۔ سردارانِ قریش بولے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر پیش کر کے سبکدوش ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کیلئے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔ سردارانِ قریش نے مشورہ کر کے جناب عبدالمطلب سے کہا۔ چلئے فلاں کاہنہ کے پاس چلیں جس کا نام قطبہ ہے۔ (بعض نے اس کا نام سجاح بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے جس میں آپ کیلئے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا تم میں خوں بہا کتنا ہوتا ہے؟ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے کہا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں۔ اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں اور جب تک عبداللہ کا نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں۔ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ نکل آئے۔ جب ایسا ہو تو ان اونٹوں کو عبداللہ کی بجائے ذبح کر دیا جائے۔ وہ قربانی گویا عبداللہ کی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام نکلتا رہا اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹوں تک پہنچے تو جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کا نام قرعہ میں نکلا اور سو اونٹوں کو قربان کر دیا گیا۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہیں۔

بلکہ جناب عبداللہ حضور علیہ السلام کے والد ماجد کی قربانی قرار پائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں"۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب۔ (مواہب ج ا ص ۱۶، ۱۷)

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر اس وقت مانی تھی۔ جب آپ کو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا۔ تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔

(مواہب ج ا ص ۱۷)

نسب شریف

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں محمد ہوں۔ عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا۔ یعنی انسان بنایا۔ انسان میں دو فرقے پیدا کئے۔ عرب اور عجم مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا۔ یعنی قریش میں۔ پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا۔ یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے نہیں پیدا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک یعنی سفاح جاہلیت کا کوئی مجھ کو نہیں پہنچا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی۔ میرے آباؤ امہات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے

نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ روایت کیا اس طبرانی' ابونعیم اور ابن عسا کر نے اوسط میں۔ (مواہب)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مرفوعاً یعنی خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے۔ کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں دخل نہ ہو۔ مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو۔ وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول ذکور واناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفیٰ مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے۔ جیسے عرب وعجم' پھر قریش وغیر قریش وعلی ہذا میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب)

دلائل ابونعیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق ومغرب میں پھرا' سو میں نے کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اس طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ (مواہب)

یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے۔

آفاقہا گردیدہ اَم مہر بُتاں ورزیدہ ام
بسیارِ خوباں دیدہ اَم لیکن تو چیزے دیگری

مشکوۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم

میں مجھ کو اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

نسب نامہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فائدہ

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ ''کذلک النسابون'' اور محتاط علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف لکھا ہے۔

زمانۂ طفولیت

ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ (مواہب اللدنیہ)

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا وہ یہ تھا۔ اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا جب ذرا سمجھ دار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگران سے علیحدہ رہتے۔ (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے)

(مواہب)

ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت

حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک باران کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ آپ اپنے رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا۔ اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی۔ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا۔ جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا۔ یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (مواہب)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی۔ اس قبیلہ کا یہی کام تھا۔ اور اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا۔ رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آئی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک دراز گوش پر سوار تھی۔ جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے۔ ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی۔ (کیونکہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا کر دے۔ غرض میں آپ کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے۔ اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ غرض اس نے دودھ نکالا۔ اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا۔ اور رات بڑے آرام سے گزری اور

اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا۔ اے حلیمہ تو تو بڑے برکت والے بچے کو لائی۔ میں نے کہا ہاں۔ مجھے بھی یہی امید ہے پھر ہم مکہ سے روانہ ہو گئے اور میں آپ کو لے کر اس دراز گوش پر سوار ہوئی پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو، یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا ''ہاں وہی ہے'' وہ کہنے لگیں بیشک اس میں کوئی بات ہے پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا۔ لیکن میری بکریاں دودھ بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کیلئے چھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے۔ (کیوں کہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا۔ وہاں تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا۔ آپ کا نشوونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں۔ اس لئے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ میں جانے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔ سو چند مہینے کے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا۔ میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے، دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں۔ لیکن رنگ متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا'' فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو اپنے

ڈیرے پر لائے۔ تب شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو ان کے گھر پہنچا آ' میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا۔ اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمات پوری کر چکی ہوں' خدا جانے کیا اتفاق ہوتا۔ اسلئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا ''ہاں'' کہنے لگیں' ہرگز نہیں۔ واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر انہوں نے بعض حمل کے حالات اور ولادت کے بیان کئے اور بعد میں فرمایا اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ چھوڑ دو۔

(سیرت ابن ہشام)

حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ امینہ اور جذامہ کے بھائی اور یہ جزامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبدالعزیٰ کے جو شوہر ہیں حلیمہ کے (فی زدالمعاد) بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمامۃ اور زادالمعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ' پھر ہزار کے ساتھ کیا۔ پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے' تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ کو بشارت سنائی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔ آپ کا شق

صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا اور دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان غار حرا میں، چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ (شمامۃ' تبغیر بسیر)

ایام طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینہ کو ٹانکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد ۱ ص ۹۲۰ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو زمین پر لٹا کر سینۂ اقدس چاک کیا۔ قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینۂ اقدس بند کر دیا۔ وہ بچے جن کے ساتھ آپ کھیل رہے تھے۔ حضور ﷺ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے "اِنَّ مُحَمَّداً قَدْ قُتِلَ" (محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے) لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ تو حضور ﷺ کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سینۂ اقدس میں سوئی سے (سیئے جانے) کا نشان دیکھتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی، منانی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ یہ "شق صدر" اور چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے۔ کیونکہ سینۂ اقدس میں سوئی سے سئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور ﷺ کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد قتل کر دیئے گئے۔ حضور ﷺ کے سینۂ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا صحیح ذکر اور حضور ﷺ کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے ۔ یہ واقعہ بالکل حسی

ہے۔اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بے غبار ہو جاتا ہے کہ شق صدر مبارک بچپن میں آیا یا جوانی میں، قبل البعثت ہو یا بوقت معراج ہو حضور ﷺ کے بعد وفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے کیونکہ انسان کا دل اس کی روح حیات کا مستقر ہوتا ہے۔اس کا سینہ سے باہر آ جانا روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔گویا اس واقعہ میں اشارہ ہے کہ جس طرح قلب مبارک کے سینۂ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور ﷺ زندہ ہیں۔اسی طرح وہ روح مبارک کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے۔یہ واقعہ حضور ﷺ کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ

فضیلت شق صدر حضور ﷺ کے طفیل باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا ہوئی۔جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ كَانَ فِيْهِ الطَّشْتُ الَّتِيْ يُغْسَلُ فِيْهَا قُلُوْبُ الْاِنْبِيَاءِ (فتح الملہم ج۱ص۱۰۰)

یعنی تابوت سکینہ میں وہ طشت بھی تھا۔جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور ﷺ کی طبیعت میں حیات حقیقی جسمانی عطا کی گئی۔لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے۔جس طرح رسول اللہ ﷺ کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی اور اس طرح بلا تخصیص و تقلید مطلقاً حیات انبیاء علیہم السلام ثابت ہو جائے۔

قلب مبارک کا دھویا جانا

قلب اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ حضور سید

عالم ﷺ سید الطیبین والطاہرین ہیں۔ ایسے طیب وطاہر کے ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم ﷺ کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہٰذا قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں۔ بلکہ قلب اطہر کے ساتھ ماء زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر وتسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

شق صدر کی حکمتیں

شب معراج حضور ﷺ کے سینۂ اقدس کے شق کئے جانے میں بیشمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے۔ جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سموت کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے پر کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل

علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمت بلیغہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے حضور ﷺ کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہوگی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک کا سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور ﷺ بدستور زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی حضور ﷺ بدستور زندہ ہیں۔ جس کا دل

بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہوسکتا ہے۔

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان

جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تَبْصُرَانِ وَاُذُنَانِ سَمْعَانِ ○

ترجمہ) قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۲ ج ۴۱۰)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کیلئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

دائمی ادراک

جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادات حضور علیہ السلام کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیوں کر عارضی اور احیاناً ہوسکتا ہے۔ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور علیہ السلام کا دھیان نہ رہنا' عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ السلام کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں۔ بلکہ دائمی ہے۔

شق صدر مبارک اور حضور علیہ السلام کا نوری ہونا

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ وَکَونهٗ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَایُنَافِیْهِ کَمَا تُرَهِّمُ (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ج۲ص ۲۳۸)

نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور

اقول! وباللہ التوفیق! جو بشریت عیوب ونقائص بشریت سے پاک ہو اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینۂ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ یَکُنْ الشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ لَنِ الدم (روح البیان ج۵ص ۱۰۶)

حضور ﷺ کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غلبہ دے دے۔ بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا، اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوۂ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شب معراج شق صدر مبارک

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور اکرم ﷺ کا سینۂ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا گیا اور اس

سے خون کا لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ اگر ہوتا تو یہ ہوتا۔

خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ

علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے، یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو اور قوت لامہ گرمی اور سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور ﷺ کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی، جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے مراد یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کیلئے ضروری ہے اور اس کا نکال دینا۔ یہ ایک امر آخر ہے جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہیٰ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی نظیر بدن انسان میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا، اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اس طرح بعض دیگر زائد چیزیں، (جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ

طہارت و نظافت کیلئے ضروری ہے) مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تکملہ ہے اور ان کا زائل کرنا کمال تطہیر و تنظیف کا مقتضیٰ ہے۔

(شرح شفاء ملاعلی قاری ج ۲ ص ۱۳۷۴)

اقول باللہ التوفیق۔

چوں کہ ذات مقدسہ میں حظِ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وَلٰکِنْ اَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ میرا ہمزاد مسلمان ہو گیا۔ لہٰذا وہ سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے۔ جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم رہتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح وہ منجمد خون قلب انسانی کیلئے ایسا ہے' جیسے چھوہارے کیلئے گٹھلی اگر ابتداء نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی۔ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا۔ جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے اور قلب اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا' جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور گٹھلی کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداء کیوں پیدا کیا گیا۔

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ص ۲۹۳)

رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یوں کہا کہ ھٰذِہٖ حَظُّكَ مِنَ الشیطان تو اس کا جواب یہ ہے۔ اس حدیث کے یہ معنیٰ نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی

ذات مقدس میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے۔ بلکہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہوسکتی تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا۔ جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا' تو یہی خون کا لوتھڑا ہوسکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان وحکمت اگرچہ جسم وصورت کے متعلق نہیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان وحکمت کو جسمانی صورت میں متشکل فرما دیا اور یہ تمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت ورفعت شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے تھے اور بائیں چھاتی اپنے رضائی بھائی یعنی حلیمہ کے بیٹے کیلئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کے وقت مقررہ تھے کہ اسی وقت رکھنے والے جائے ضرور میں اٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ کا ستر برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔

(تاریخ حبیب الٰہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور ﷺ نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی چادر اُتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا کرنا چاہا (کیوں کہ اتنے بچپن میں انسان مکلّف بھی نہیں ہوتا۔ طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی چادر باندھو بس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیئے۔ (سیرت ابن ہشام)

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظّمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابوطالب چلو پانی کی دعا مانگو۔ ابوطالب پہلے چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سورج نکلا ہو۔ (یہ لڑکے رسول اللہ ﷺ تھے) جو اس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے) ابوطالب نے اس صاجزادہ کی پشت خانۂ کعبہ سے لگائی اور صاجزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان پر کہیں بدلی کا نشان نہ تھا' چاروں طرف سے بادل آنا شروع ہوا۔ یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا۔

ایک مرتبہ آپ ابوطالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں بغرض تجارت شام کو گئے۔ راہ میں بحیرہ راہب نصارے کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر' سرور سب عالموں کے ہیں۔ اور اہل کتاب اور یہود و نصارے ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ مبادان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے۔ سوا ابوطالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔

(تاریخ حبیب الٰہ)

آپ جب ابوطالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے

ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شمامۃ)

گویا آپ کی برکت خود ابوطالب کی کفالت کر رہی تھی اور ابوطالب کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارکہ آپ جن کی تربیت میں رہے

آپ ابھی زمانۂ حمل میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہوگئی۔ (سیرت ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں۔ مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرت ابن ہشام)

اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب)

پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوگئی (سیرت ابن ہشام) انہوں نے ابوطالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی۔ چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے۔ (سیرت ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا اور سات روز تک آپ نے اپنی والدۂ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (تاریخ حبیب الٰہ) پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابوسلمہ اور حضرت حمزہ

کو دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا "مسروح" بھی دودھ پیتا تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی "حلیمہ سعدیہ" نے آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا۔ یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے۔ اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ سو اس عورت نے بھی آپ کو ایک دن دودھ پلایا۔ جب آپ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ایک ثویبہ کے دودھ سے' دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (زادالمعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔

آپ کی والدہ اور ثویبہ' حلیمہ اور شیماء آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے۔ یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت سے کیا تھا۔ جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (زادالمعاد)

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات

جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے اور بقول ابن اسحاق بیس سال کے ہوئے تو قریش اور بنی قیس عیلان کے درمیان ایک لڑائی ہوئی جس میں آپ بھی شریک ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے چچاؤں کو دشمنوں کے تیروں سے بچاتا تھا۔ (سیرت ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور اسی موقع پر آپ

ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا' اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی نہیں اترا"۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا۔ تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔ (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے۔ ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا' اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہوا ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقل تھیں۔ یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین وخوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے زیر اہتمام نکاح ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام)

اس راہب کا نام نسطور تھا۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں گا' قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو' آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب سے پہلے آئے۔ اس کے فیصلے پر سب عمل کرو۔ لہٰذا سب سے پہلے حضور ﷺ تشریف فرما

ہوئے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ہیں' امین ہیں اور قریش آپ کو نبوۃ سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا' اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے۔ جب وہاں پتھر پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔ (سیرت ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس موقع پر رکھنے کیلئے اپنا وکیل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی شریک ہوں۔

(تاریخ حبیب الٰہ بتغیر الفاظ)

بعثت محمدی ﷺ

نزول وحی میں کفار اور کی مخالفت میں جب آپ چالیس برس کے ہوئے۔ آپ کو خلوت محبوب ہوگئی۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوۃ سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دوشنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام اور سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں آپ پر لائے اور آپ مشرف بانبوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصہ بعد سورۂ مدثر کی اول کی آیتیں نازل ہوئیں جو آپ نے حسب حکم فَأَنْذِرْ دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ پھر یہ آیت آئی فاصدع بما تؤمر آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ پس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالہ کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ

کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت چلے گئے اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں اور ایک کاغذ اس مقاطع کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخرکار آپ کو وحی کے ذریعہ اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھالیا۔ بجز اللہ کے نام کے جو اس میں لکھا تھا۔ ایک حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد (ﷺ) کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح ہو تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا۔ فی الواقع ایسا ہی تھا۔ تب قریش! اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابوطالب نے اور بنی ہاشم و مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔

(تاریخ حبیب الٰہ)

اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا اور غرۂ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔ (شمامۃ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کیلئے نیز اس لئے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں۔ (کیونکہ وفات کے بعد ابو طالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ وہاں سے ملول ہوکر مکہ واپس ہوئے اور جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے۔ پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ یہ ایک قریہ ہے۔ موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو ظاہر ہوئے۔

انہیں اسلام کی طرف دعوت دی وہ سب بلاتوقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جاکر اسلام کی دعوت دی سورۂ احقاف آیۃ ''وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ'' میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے' مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی طرف دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ نصاریٰ کے آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے۔ اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہوکر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ میں جاکر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچا۔ اگلے سال کہ نبوت سے بارہواں

سال تھا۔ بارہ آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی۔ پانچ پہلے اور سات اور اور انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی۔ اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائع اسلام کیلئے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار میں سے مسلمان ہو گئے۔ تھوڑے ان میں سے باقی رہے۔ پھر اگلے سال کہ نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ اور عہد و پیان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ آئے گا۔ ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔ (تاریخ حبیب اللہ و سیرت ابن ہشام)

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے افضل ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔ جس کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے۔ اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ ضرور اس رات سے افضل قرار پائے گی۔ جو حضور کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی چیز ہے۔ لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور ﷺ کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لئے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور ﷺ کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیوں کہ

حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نعمتیں تمام خلائق اہل السموت والارضین پر عام ہو گئیں"۔ انتہیٰ (ماثبت بالسنہ ص ۷۸)

امام قسطلانی نے بھی مواہب اللدنیہ ج ا ص ۲۷، ۲۷ پر لیلۃ القدر پر شب میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی اور ولادت مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے۔ جس کا اظہار محافل میلاد، انواع و اقسام کے مبرات، خیرات و صدقات کی صورت میں اہل محبت مومنین، مخلصین ہمیشہ کرتے رہے جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ ان پر اتمام حجت کیلئے قرآن و حدیث و عبارات علماء و محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔ (واللہ ولی التوفیق)

حضور علیہ السلام کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت سرور ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ (پ ۱۱ ع ۱۰)

ترجمہ) اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کیلئے، فرما دیجئے! اور اسی کے فضل اور اسی کی رحمت سے تو اسی پر چاہیے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ جو ظہور ذات محمدی ﷺ سے خوش نہیں۔

نعمت الٰہی کو بیان کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا بنعمة رَبِّكَ فَحَدِّث اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ حضورِ اکرم ﷺ نعمۃ اللہ ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶) لہٰذا حضورِ اکرم ﷺ کا ذکر مقدس اور بیان مبارک ازروئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔

حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے

بخاری شریف میں ہے۔

قال عروة ثويبة مولاة لابی لهب كان ابولهب اعتقها فارضعت النبی صلی الله عليه وسلم فلمّا مات ابولهب اريه بعض اهله بشر حيبة قال له ماذا بيت قال ابولهب لم الق بعدكم غيرنی سبقيت فی هذه لعتاقی ثويبة انتهی

(بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۴)

ترجمہ) حضرت عروہ فرماتے ہیں ثویبہ ابولہب کی باندی تھی۔ جسے اس نے (حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور علیہ السلام کو دودھ بھی پلایا، ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے اسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا۔ ابولہب نے کہا۔ تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی، سوائے اس کے کہ میں

تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

ذکر السهيلي ان العباس قال لما مات ابوالهب رايته في منامي بعد حول في شر حال فقال ما بقت بعدكم راحته الا ان العذاب يخفف عني في كل يوم اثنين قال وذلك ان النبي صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين وكانت ثويبته بشرت اباالهب بمولده فاعتقها (فتح الباری ج ۹ ص ۱۱۸)

ترجمہ) سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثوبیہ نے ابولہب کو حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید ج ۲ ص ۹۵ پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی۔ یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

اعتراض اوّل

قرآن مجید میں ہے۔ لایخفف عنهم العذاب کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا۔ اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟

جواب

اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ جن میں بعض بالکل رکیک اور قابل اعتناء ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا اور آخر میں اپنے قول سے بھی اسی کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

وقال القرطبی هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه وقال ابن منير فی الحاشية هنا قضيتان احداهما محال وهي اعتبار طاعة الكافر مع كفره لان نشرة الطاعة ان تقع بقصد صحيح وهذا مقصود من الكافر الثانية اثابة الكافر على بعض الاعمال تفضلا من الله تعالىٰ وهذ الا يحيله العقل فاذا تقرر ذلك لم يكن عتق ابی لهب لثويبة قربته ويجوزان يتفضل الله عليه بما شاء كما تفضل على ابی طالب والمتبع فی ذلك الترقيف نفيا واثباتاً (فقلت) وتمتة هذا ان يقع التفضل المذكور اكراما لمن وقع من الكافر البرله ونحو ذلك والله اعلم۔ (فتح الباری ج۹ ص ۱۱۹)

ترجمہ) امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی۔ ابن منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیے ہیں۔ ایک تو محال ہے وہ یہ ہے کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا اعتبار کیا جائے۔ استحالہ کی وجہ یہ ہے کہ طاعت کا معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط سے مشروط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطور تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو جاننا چاہیے کہ ابولہب کا ثوبیہ کو آزاد کرنا طاعۃ معتبرہ نہ تھی اور

اس کے عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرمادے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابوطالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلہ میں نفیاً اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جاسکتی ہے۔ یعنی تخفیف عذاب کی نفی و اثبات کا قول در دونص پر موقف ہے۔ جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد ہو۔ اس کی اتباع کی جائے گی۔

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ ابولہب پر تفضل یا اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ اس ذات کے اکرام کیلئے ہوتا ہے۔ جس کیلئے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ (جیسے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ابولہب نے حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ لہٰذا ابولہب کے حق میں تخفیف عذاب حضور ﷺ کے اکرام واجلال کیلئے ہے)

اعتراض دوم

سوال غیر مسلم کا خواب حجت نہیں۔ جس پر یقین کرلیا جائے؟

جواب ان خوابوں کا حجۃ شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ ان سے کسی حقیقت واقعیہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے' اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو' غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا۔ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے۔ انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل صحیح اور سچی ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان وتوحید کی طرف دعوت دی۔ لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی۔ بطور استنباط ہم اتنا ضرور کہہ

سکتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہوسکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادت باسعادت پر اظہار مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی امید کا سبب قرار پاسکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ ج اص ۲۷ پر یہی مضمون امام ابن جوزی سے نقل فرماتے ہیں۔

قال ابن الجوزی فاذا کان هذا ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحة لیلة مولده النبی صلی الله علیه وسلم فما حال المسلم الموحد من امته علیه السلام الذی یسر بمولده ویبذل ما تصل الیه قدرته فی محبت صلی الله علیه وسلم لعمری انما یکون جزاء ه من الله الکریم ان یدخله بفضله العمیم جنات النعیم' انتهی

ترجمہ) ابن جوزی نے کہا کہ (شب میلاد کی خوشی کی وجہ سے) جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے (کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے) حالانکہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور ﷺ کے امتی مومن وموحد کا کیا حال ہوگا جو حضور کے میلاد کی خوشی میں حضور کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق پر خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل کرے۔ انتہیٰ

عید میلاد منانا اور ماہ ربیع الاول میں اظہار فرحت

بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور ربیع الاول میں خیرات و صدقات و اظہار فرحت و سرور کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ مواہب اللدنیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا زال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده صلی الله علیه وسلم ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور

ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراۃ مولد الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم ومما جرب من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشریٰ عاجلۃ بنیل البغیۃ والمرام فرحم اللہ امرأ اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارک اعیاداً لیکون اشد ملۃ علی من قبلہ مرض وعناد ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثہ الناس من البدع والاھواء والغناء بالالات المحرمۃ عند عمل المولد شریف فان اللہ تعالیٰ یثیبہ علیٰ قصدہ الجمیل ویسنلک بنا سبیل السنۃ فانہ حسبنا ونعیم الوکیل

(مواہب ج ا ص ۲۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ) حضورِ اکرم ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں۔ اور ان راتوں میں انواع واقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آرہے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب امن وامان ہوتا ہے اور ہر مقصود ومراد پانے کیلئے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنالیا۔ تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ومصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل

کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصد جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے۔ بیشک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت ہی اچھا وکیل ہے"۔

علامہ قسطلانی کی عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱) ماہ میلاد (ربیع الاول شریف) میں انعقاد محفل میلاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے۔

۲) کھانے پکانے کا اہتمام' انواع واقسام کے خیرات وصدقات ماہ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں۔

۳) ماہ ربیع الاول میں خوشی ومسرت کا سرور کا اظہار شعار مسلمین ہے۔

۴) ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آیا ہے۔

۵) ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأت میلاد پاک اہتمام خاص کرنا مسلمانوں کا محبوب طرز عمل رہا ہے۔

۶) میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔

۷) محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل میلاد منعقد کی جائیں۔ وہ تمام سال امن وامان سے گزرتا ہے۔

۸) انعقاد محافل میلاد مقصود ومطلب پانے کیلئے بشریٰ عاجلہ (جلد آنے والی خوشخبری) ہے۔

۹) میلاد پاک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں۔

۱۰) ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا' اور ماہ میلاد کی ہر

رات کو عید منانا' یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کیلئے سخت مصیبت ہے۔ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوت رسول کی بیماری ہے۔

۱۱) علامہ ابن الحان نے مدخل میں جو انکار کیا ہے۔ وہ انعقاد محفل میلاد پر نہیں' بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کر دی تھیں۔ آلات محرمہ کے ساتھ گانا' بجانا' میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے۔ صاحب مدخل کی عبارات سے دھوکہ دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ طلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

علامہ شیخ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

وقال الامام قدس سرہ یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام انتہی (روح البیان ج۹ ص ۵۶)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لئے مستحب ہے۔

ایک شبہ کا جواب

علامہ فاکہانی مالکی نے عمل مولد کو بدعۃ مذمومہ لکھا ہے۔ اسکا کیا جواب ہوگا؟

جواباً گذارش ہے کہ فاکہانی مالکی مولد مقدس کو معاذ اللہ بدعۃ مذمومہ لکھنا خود مذموم ہے۔ عمل مولد کی اصل میں وہ تمام احادیث ہیں۔ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر اپنی پیدائش کا حال بیان فرمایا اور اپنی نعت پڑھنے کیلئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ علمائے اہل حق نے عمل مولد کی اصل کو ثابت مانا ہے۔ ایسی صورت میں اس کو بدعۃ مذمومہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ دیکھئے علامہ علی بن برہان الدین الحلبی سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنته و کذ الحافظ السیوطی ورد علی الفاکهانی المالکی فی قوله ان عمل المودہ بدعة مذمومة انتهی (سیرۃ حلبیہ ج۱ص۸۰)

ترجمہ) بیشک عمل مولد کیلئے ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی ہے اور اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی۔ ان دونوں نے فاکہانی مالکی پر اس کے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عمل مولد بدعۃ مذمومہ ہے۔

نیز مجمع بحار الانوار میں ہے۔

مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربیع الاول وانه شهر امرنا باظهار الفرح فیه کل عام (مجمع بحار الانوار ج۳ص۵۵۰)

ترجمہ) ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے' یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال ہمیں اظہار سرور کا حکم دیا گیا ہے۔ (مجمع بحار الانوار)

اور ماثبت بالسنۃ میں ہے۔

ولا زال اهل الاسلام یحفلون شهر مولدہ صلی الله علیه وسلم (ماثبت بالسنۃ ص۷۹)

ترجمہ) اور اہل اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے۔ حضور ﷺ کے میلاد مبارک کے زمانے میں۔

اس مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پوری عبارت لکھی ہے جو۔ مواہب سے ابھی نقل کر چکے ہیں۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین میں بائیسویں حدیث کے ذیل میں ہے۔

''شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا۔ ایک سال قحط سالی کی وجہ

سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا۔ میں نے وہی چنے تقسیم کردیئے۔ رات کو حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بھنے ہوئے چنے حضور ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ اس چنوں سے بہت مسرور اور خوش ہیں''۔ (الدرالثمین ص ۸)

مولدالنبی میں ابن جوزی محدث شافعی نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تمام بلاد عرب و عجم میں محافل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے۔ بخوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کیا۔

انسان العیون، تفسیر روح البیان اور شمائم امدادیہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی میلاد شریف کی مبارک محفلوں کے انعقاد کا بیان مذکور ہے۔ انشاء اللہ العزیز قیام میلاد کے ذیل میں ان کی عبارات ہدیہ ناظرین ہوں گی۔

قیام میلاد اور صلوٰۃ وسلام

بعض لوگ میلاد پاک میں قیام تعظیمی اور صلوٰۃ وسلام کو بھی بدعت مذمومہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء اور مشائخ میں بھی جاری رہا اور جلیل القدر ائمہ دین اور اعلام امت عمل مولد و قیام میلاد کے عامل رہے۔

انسان العیون (سیرۃ حلبیہ) میں ہے۔

ومن الفوائد انه جرت عادة من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له صلى الله عليه وسلم وهذا القيام بدعة لا اصل لها اے لكن هى بدعة حسنة لانه ليس كل بدعة مذمومة

(سیرۃ حلبیہ ج۱ ص۸۰)

ترجمہ) اور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا فوراً حضور ﷺ کی تعظیم کیلئے

کھڑے ہو گئے اور یہ قیام بدعت ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں۔ یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

وقد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامتہ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذلک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علمائے عصرہ فانشد منشد قول ...... الصرصری فی مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ) حضور اکرم ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔ امت محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام تقی الدین سبکی جو دین اور تقویٰ میں ائمہ کے مقتداء ہیں اور اس پر ان کے تابع ہوئے۔ تمام مشائخ اسلام جو ان کے ہمعصر تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے پاس ان کے ہمعصر علماء کرام بکثرت جمع ہوئے ایک مداح رسول نے حضور ﷺ کی مدح میں صرصری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے۔

قلیل المدح المصطفی الحظ بالذہب علی ورق من حظ احسن من کتب وان تنھض الاشراف عند سماعہ قیام صفوفا او جیشا علی الرکب فضد ذلك قال الامام السبکی رحمہ اللہ وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر بذلك المجلس ویکفی مثل ذلك فی الاقتدار انتہی (سیرۃ حلبیہ ج ا ص ۸۰)

ترجمہ) ''اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین کاتب حضور ﷺ کی مدح لکھے تب بھی کم ہے''۔

بیشک عزت وشرف والے لوگ حضور ﷺ کا ذکر جمیل سن کر صف بستہ قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں پر دوزانو ہو جاتے ہیں۔

یہ اشعار سن کر تمام اہل مجلس، مشائخ و علماء بھی کھڑے ہو گئے اور اس وقت بڑا انس حاصل ہوا۔ مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوتے ہیں"۔ انتہی

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ و علماء کی اقتداء یہ کافی ہے۔

بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعرا اور اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام رفقاء اہل مجلس کا قیام علامہ شیخ محمد اسمٰعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۵۶

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص ۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

"اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے"۔ (شمائم امدادیہ ص ۸۸)

محفل میلاد مبارک میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کیا جائے۔ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ خلق مقید بزمان و مکان ہے

لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں''۔

(شمائم امدادیہ ص ۹۳)

دنیا میں کروڑوں جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں حضور ﷺ کا قدم رنجہ فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کا خیال کرنا ہی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں رکھتا جو لوگ حضورِ اکرم ﷺ کے تشریف لانے کے منکر ہیں۔ اس اعتقاد کو معاذ اللہ کفر و شرک سمجھتے ہیں۔ وہ شمائم امدادیہ کی منقولہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں۔

رہا یہ امر کہ قیام میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی ہے ''صلوا علیه وسلموا تسلیما'' مطلق ہے۔ ہر وہ حالت جو شرعاً صلوٰۃ وسلام کیلئے مکروہ اور نامناسب نہیں۔ آیۃ کریمہ کی رد سے اس میں صلوٰۃ وسلام جائز ہوگا ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قیام میلاد ذوق وشوق کی حالت میں کیا جاتا ہے اور یہ حال درود وسلام کیلئے موزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ''یا'' حرف ندا کے ساتھ بصیغۂ خطاب صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ کیونکہ حالت ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور ''یا'' حرف ندا سے خطاب کو ناجائز سمجھنا انتہائی محروم القسمتی کی دلیل ہے۔

اورادِ فتحیہ میں ص ۳۲ سے ص ۳۴ تک ''الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰه'' کا ورد موجود ہے اور اس میں ستر مرتبہ ''یا'' حرف ندا کے ساتھ صلوٰۃ وسلام وارد ہے۔ اس میں اوراد فتحیہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء میں فرماتے ہیں۔

''وچوں سلام دہد باوارد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از تبرکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل جمع شدہ است'' (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۲۴، ۱۲۵ مطبوعہ آرمی

برقی پریس دہلی)

(ترجمہ) جب سلام پھیرے اوراد فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار چار سو ولی کامل کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے۔

الحمدللہ! ہمارے بیان کردہ حوالہ جات و عبارات سے انعقاد محفل میلاد کا استحباب اور قیام میلاد و صلوٰۃ وسلام کا جائزہ اور موجب ازدیاد محبت و باعث ذوق و شوق ہونا اچھی طرح واضح ہو گیا۔ معترضین کے شکوک وشبہات کے جواب بھی احسن طریقے سے دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل ہمیں اپنے مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

جشن میلاد النبی ﷺ

تالیف: علامہ ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی (مکہ مکرمہ)

ـــــــــــــءمطابق ۲۰۰۵ء

ترجمہ: علامہ یٰسین اختر مصباحی اعظمی (بھارت)

ـــــــــــــء ـــــــــــــء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محفل میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں کافی چہ میگوئیاں ہیں۔ اس معاملے میں گفتگو اس قصیدہ کی طرح ہے جس کا ہر سال شہرہ اور چرچا ہو اور جو ہر موسم میں پڑھا جائے یہاں تک کہ لوگ اس سے اکتا جائیں۔

میرا اور دوسرے مسلم دانشوروں کا ذہن اس وقت جس طرف متوجہ ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اہم اور بڑی چیز ہے اس لئے میں اس موضوع پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن جب بہت سے مسلمانوں نے اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ میری رائے جاننی چاہی جس کا اظہار نہ کرنا کتمان علم ہوتا تو میں نے اس موضوع پر لکھنا شروع کیا۔ مولیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ سارے مسلمانوں کو حق وصواب کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بنیادی وضاحت

محفل میلاد شریف اور اس میں شرکت کے جواز کی دلیلیں بیان کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل مسائل کی وضاحت بہتر سمجھتا ہوں۔

اوّل ہم اس کے قائل ہیں کہ محفل میلاد شریف منعقد کرنا، سیرت نبوی (ﷺ) سننے، صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور آپ کی نعتیں سننے کیلئے اجتماع کرنا، اس موقع پر کھانا کھلانا، اور امت کے قلوب میں مسرت پیدا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

دوم کسی ایک ہی مخصوص شب میں جلسۂ میلاد مذکور کو ہم سنت نہیں کہتے ہیں بلکہ جو اس کا اعتقاد رکھے اس نے دین میں ایک نئی بات پیدا کی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ

کے ذکر و فکر اور آپ کی محبت سے دلوں کا ہمہ وقت اور ہر لحہ لبریز رہنا ضروری ہے۔

ہاں! آپ کی ولادت کے مہینے میں لوگوں کی توجہ اور چھلکتے ہوئے جذبات و احساسات کے اسباب و دواعی زیادہ مضبوط اور قوی ہوتے ہیں کیونکہ زمانہ ایک دوسرے سے مربوط ہوتا ہے۔ موجودہ موقع کو دیکھ کر لوگ گزشتہ کو یاد کرتے ہیں اور حاضر کو پاکر غائب کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

سوم یہ محافل و اجتماعات' دعوۃ الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور یہ ایک سنہرا موقع ہے جس کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے بلکہ علماء و مبلغین پر فرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق و آداب' احوال و کردار اور عبادات و معاملات کے ذریعہ امت کو یاد دلاتے رہیں انہیں نصیحت کریں۔ انہیں خیر و فلاح کی دعوت دیں اور بلاء و آزمائش' منکر و بدعت اور شرور و فتن سے ڈراتے رہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں اس میں حصہ لیتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ

اے لوگو! ان اجتماعات سے محض اجتماعات و مظاہر مقصود نہیں بلکہ یہ ایک نہایت اچھے مقصود کیلئے ایک بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور وہ مقاصد فلاں اور فلاں ہیں۔ اور جو اس سے اپنے دین کیلئے کچھ نہ حاصل کرے وہ میلاد مبارک کی برکتوں سے محروم ہے۔

جواز محفل میلاد النبی ﷺ کے دلائل

۱) جشن میلاد النبی ﷺ ذات محمدی ﷺ کے تعلق سے اظہار مسرت و خوشی کا نام ہے جس سے کافر بھی مستفید ہوا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ دوشنبہ کے روز ابولہب کا عذاب کم کر دیا جاتا ہے کیونکہ جب اس کی لونڈی حضرت ''ثویبہ'' رضی اللہ عنہا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تولد

کی خوشخبری دی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

اسی واقعہ کے سلسلے میں حافظ شمس الدین محمد بن ناصرالدین دمشقی بیان فرماتے ہیں۔

اذا کان ھذا کافرا جاء ذمہ
ب "تبت یداہ" فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائما
یخفف عنہ للسرور وربا حمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ
باحمد مسرورا ومات موحدا

جہنم میں ہمیشہ رہنے والا جس کی مذمت میں "تبت یدا" ہے جب اس کے بارے میں یہ آیا ہے کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کے سبب پیر کے روز ہمیشہ اس کا عذاب کم کر دیا جاتا ہے تو اس بندے کے سلسلے میں کیا خیال ہے کہ جس کی پوری زندگی احمد مجتبیٰ ﷺ کی محبت میں مسرور و سرشار رہی ہو اور وہ توحید کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

۲) نبی کریم ﷺ اپنے یوم میلاد کی تعظیم کیا کرتے اور اس روز اپنے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت کبریٰ اور اس کائنات کیلئے اپنے وجود مبارک کے احسان پر اس کا شکر بجالایا کرتے تھے کیونکہ اس سے ہر مخلوق خدا کو عزت وسعادت ملی۔

اس تعظیم کا اظہار روزہ رکھ کر کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے سلسلے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

فیہ ولدت وفیہ انزل علی[1] میں اسی روز پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی

[1] کتاب الصیام۔ صحیح مسلم شریف

نازل کی گئی۔

یہ جشن میلاد منانے کا مرادف ہے۔ ہاں صورت البتہ مختلف ہے۔ لیکن مقصود و مفہوم وہی ہے۔ خواہ وہ روزے رکھ کر ہو' یا کھانا کھلا کر' یا ذکر کیلئے اجتماع کر کے۔ یا آپ پر درود بھیج کر' آپ کے خصائل و عادات مبارکہ سن کر' ہر ایک میں وہی بات پائی جاتی ہے۔

۳) آپ کی ذات مبارکہ پر خوشی منانا تو حکم قرآن سے مطلوب ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا[۱] تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رحمت پر ہمیں خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ تو عظیم ترین رحمت ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

وما ارسلنٰك الا رحمة للعلمين[۲] اور ہم نے تمہیں سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

۴) نبی کریم ﷺ گزرے ہوئے عظیم مذہبی واقعات و حوادثات سے حالیہ زمانہ کے تعلق کا لحاظ فرماتے۔ اس لئے جب وہ زمانہ آئے جس میں یہ واقعات پیش آئے تھے تو یہ ان واقعات کی یاد اور ان کے ایام کی تعظیم کا موقع ہوتا ہے۔ ان دنوں کی تعظیم' ان سے متعلق واقعات کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ وہ ایام ان کا ظرف ہیں اور انہیں ایام میں وہ واقعات پیش آئے ہیں۔

نبی ﷺ نے خود یہ قاعدہ متعین فرمایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں تصریح

---

۱ رکوع ۱۱ سورہ یونس پ ۱۱

۲ رکوع ۶ سورۃ الانبیاء پ ۱۷

فرمائی کہ جب آپ مدینہ پہنچے اور یہودیوں کو عاشوراء کے دن روزہ رکھتے دیکھا تو اس کے بارے میں آپ نے استفسار فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ یہودی اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کو نجات بخشی اور ان کے دشمن کو غرق فرمایا تو اس نعمت پر شکر ادا کرنے کیلئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ہم تو موسیٰ علیہ السلام کے ان سے زیادہ قریب ہیں پھر آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۵) میلاد کی محفل عہد رسالت میں نہیں ہوا کرتی تھی اس لئے یہ بدعت تو ہے۔ لیکن بدعت حسنہ ہے۔ کیونکہ دلائل شرعیہ اور قواعد کلیہ کے تحت یہ داخل ہے اس لئے یہ صرف اپنی ہیئت اجتماعی کے اعتبار سے بدعت ہے۔ اپنے افراد کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اس کے افراد عہد نبوی میں بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ ہم جلد ہی بیان کریں گے۔

۶) میلاد شریف صلوٰۃ وسلام کا سبب ہے۔ یہ دونوں امر مطلوب ہیں لقولہ تبارک وتعالیٰ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

جو چیز مطلوب شرعی کا باعث ہو وہ خود مطلوب شرعی ہے اور آپ پر درود بھیجنے کے اتنے فوائد و فیضانات ہیں جن کے مظاہر انوار اور جن کے آثار کا شمار کرانے سے قلم عاجز ہو کر محراب بیان میں سجدہ ریز ہے۔

۷) میلاد شریف کی محفلیں آپ کی ولادت شریفہ، معجزات جلیلہ اور سیرت طیبہ کے حالات وتذکرے، نیز آپ کے فضائل وشمائل سے روشناس کرانے پر مشتمل اور ان کا سبب وذریعہ ہوا کرتی ہیں تو کیا ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ ہم حضور کو

پہچانیں، ان کی اتباع کریں، ان کے افعال و اعمال کی پیروی کریں؟ حضور کے معجزات پر ایمان لائیں اور ان کی آیات بینات کی تصدیق کریں! کتب میلاد یہی مطلوب و مقصود مکمل طور پر پورا کرتی ہیں۔

۸) آپ کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف کاملہ بیان کرنے کا جو فرض ہم پر عائد ہوتا ہے وہ اس محفل میلاد کے ذریعہ پورا ہوتا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کے پاس شعراء اپنے قصائد لاتے تھے جن کا یہ عمل آپ پسند فرماتے تھے اور انہیں انعامات اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

تو جب آپ اپنے مداحوں سے خوش ہوتے تھے تو اس شخص سے کیوں نہ خوش ہوں گے جو آپ کی مقدس عادات و خصائل کو منتخب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ اس میں تو آپ کی محبت و رضا مندی کی تحصیل کے ساتھ آپ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔

۹) آپ کی عادات و شمائل اور معجزات و خوارق کی معرفت آپ پر کمال ایمان اور اضافۂ محبت کی داعی ہے کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جو صورت و اخلاق، علم و عمل، حال و اعتقاد میں جمیل ہو وہ اس سے محبت رکھتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل اور کامل و مکمل کوئی نہیں اور نہ اخلاق و عادات کریمہ میں کوئی انسان آپ سے افضل ہے تو جب اضافۂ محبت اور کمال ایمان شرعاً مطلوب ہیں تو جو چیز ان کی داعی ہو وہ بھی اسی طرح مطلوب ہے۔

۱۰) نبی کریم ﷺ کی تعظیم مشروع ہے اور مسرت و شادمانی، دعوت طعام، جلسہ ذکر و منقبت اور اکرام فقراء و مساکین کے ذریعہ آپ کے یوم ولادت کی خوشی منانا تعظیم و ابتہاج کا نمایاں مظہر ہے اور اس امر پر شکر خداوندی کا روشن نمونہ بھی کہ اس نے ہمیں اپنے دین مستقیم کی ہدایت دی اور ہمارے اندر حضور کو مبعوث فرما کر ہم پر

احسان عظیم فرمایا۔

۱۱) یوم جمعہ کی فضیلت اور اس کی خصوصیات کے شمار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ''وفیہ ولد ادم'' سے اس دن کی تکریم متحقق ہوتی ہے جس میں کسی نبی کی پیدائش ثابت ہو۔ تو وہ دن کس قدر شرافت و کرامت والا ہوگا جس میں افضل النبیین واشرف المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکدان عالم میں جلوہ افروز ہوئے۔

یہ تعظیم بعینہٖ اسی دن کیلئے مخصوص نہیں بلکہ اس دن کیلئے خصوصاً اور اس کی نوع کیلئے عموماً ہے۔ جب جب وہ دن آئے گا قابل تعظیم ہوگا جیسا کہ یوم جمعہ کا حال ہے کہ اس روز کی نعمت کے شکر، خصائص نبوت کے اظہار، اور صحیفۂ دوام و تاریخ انسانیت میں اہم اصلاح والے عظیم تاریخی واقعات کو زندہ رکھنے کیلئے یہ تعظیم ہوا کرتی ہے۔ ٹھیک ایسے ہی جیسے ایک نبی کی جائے پیدائش کا تعظیم کا حکم جبریل امین علیہ السلام کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے جس میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ بیت اللحم میں دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔ پھر آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے جانا کہ کہاں نماز پڑھی۔ ارشاد فرمایا نہیں تو جبریل امین نے عرض کیا! آپ نے ''بیت اللحم'' میں نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

۱۲) میلاد شریف کو ساری دنیا کے علماء کرام اور عامہ مسلمین مستحسن سمجھتے ہیں اور ہر جگہ اس پر عمل ہو رہا ہے تو حضرت ابن مسعود کی اس حدیث موقوف سے ماخوذ قاعدہ کے مطابق یہ شرعاً مطلوب ہے۔ مارآہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن وما رآہ المسلون قبیحا فھو عنداللہ بیح[1]

جس چیز کو مسلمان اچھی سمجھیں وہ خدا کے یہاں اچھی ہے اور جسے مسلمان بری سمجھیں وہ خدا کے یہاں بری ہے۔

---

[1] خرجہ احمد

۱۳) میلاد شریف، نبی کریم ﷺ کی یاد، آپ کی مدح و تعظیم اور نیکی و صدقہ کی مجلس ہے اس لئے یہ مجلس سنت ہے کیونکہ یہ امور شرعاً مطلوب و ممدوح ہیں صحیح آثار واحادیث اس سلسلے میں وارد ہیں اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۱۴) رب تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وکلا نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت به فوادك[1]

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرسلین عظام علیہم السلام کے اخبار و واقعات بیان کرنے کی حکمت آپ کے قلب مبارک کو سکون و قرار بخشنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور سے زیادہ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ آپ کے واقعات و حالات سے ہم اپنے دلوں کو برقرار و تسکین پہنچائیں۔

۱۵) یہ صحیح نہیں ہے کہ صدر اول میں جو چیز نہ ہو اور جسے اسلاف کرام نے نہ کیا ہو وہ بدعت سیئہ ہے جس کا کرنا حرام اور اس کی تردید واجب ہے۔

بلکہ واجب یہ ہے کہ ہر نئی چیز کو ادلۂ شرعیہ پر پیش کیا جائے۔ اگر وہ کسی مصلحت دینی پر مشتمل ہے تو واجب، حرام پر ہے تو حرام۔ مکروہ پر ہے تو مکروہ۔ مباح پر ہے تو مباح۔ یا مندوب پر ہے تو مندوب ہے۔ وللوسائل حکم المقاصد

پھر یہ کہ علماء کرام نے بدعت کو پانچ اقسام پر تقسیم کیا ہے۔

واجب! جیسے اہل زیغ و ضلال کا رد کرنا اور علم نحو سیکھنا۔

مندوب! جیسے مدارس اور مسافر خانے قائم کرنا۔ میناروں پر اذان دینا اور ایسا نیک کام کرنا جو صدر اول میں نہ ہوا ہو۔

[1] رکوع ۹ سورۂ ہود پ ۱۲

مکروہ! جیسے مساجد کو رنگ و روغن سے مزین کرنا۔ اور مصاحف کو آراستہ کرنا۔

مباح! جیسے چھلنی کا استعمال اور کھانے پینے کی چیزوں میں توسع اختیار کرنا۔

حرام! جو چیز سنت کی مخالفت کیلئے ایجاد کی گئی ہو۔ ادلۂ شرعیہ اسے شامل نہ ہوں اور کسی دینی و شرعی مصلحت پر مشتمل نہ ہو۔

۱۶) ہر بدعت حرام نہیں اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت زید رضی اللہ عنہم کا جمع قرآن اور قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد ضیاع کے خوف سے اسے مصاحف میں لکھنا بھی حرام ہوتا اور نماز تراویح میں ایک امام کے پیچھے لوگوں کو جمع کرنا بھی حرام ہوتا۔ جسے حضرت عمر نے سرانجام دیا۔ اور ''نعمت البدعة هٰذه'' فرمایا۔

اسی طرح تمام علوم نافعہ میں تصنیف و تالیف کا کام بھی حرام ہوتا اور پھر ہم پر واجب ہوتا کہ کفار کے ساتھ تیر کمان سے ہی جنگ کریں خواہ وہ گولیوں' توپوں' ٹینکوں' ہوائی جہازوں' آبدوز کشتیوں اور بحری بیڑوں کے ساتھ ہم سے جنگ کرتے رہیں۔

میناروں پر اذان دینے' مدارس' مسافر خانے اور شفا خانے بنانے' فلاحی امور انجام دینے یتیم خانے اور قید خانے تعمیر کرنے' بھی حرام ہوتے۔

اسی لئے علماء کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث ''کل بدعة ضلالة'' کو بدعت سیۂ سے مقید کر دیا ہے اور اس قید کی صراحت اس سے ہوتی ہے کہ اکابر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے بہت سارے ایسے کام ایجاد کئے جو زمانہ رسالت مآب ﷺ میں نہ تھے۔

آج خود ہم نے ایسے بیشمار مسائل پیدا کئے جنہیں اسلاف کرام نے نہیں کیا۔ جیسے نماز تراویح کے بعد نماز تہجد کیلئے آخر شب میں کسی ایک امام کے پیچھے لوگوں کا اجتماع کرنا اور اس میں قرآن ختم کرنا۔

اسی طرح ختم قرآن کی دعا پڑھنا' ستائیسویں شب کو نماز تہجد میں امام کا خطبہ

دینا' اور منادی کا صلوٰۃ القیام اثابکم اللہ کہنا' یہ سب نہ تو نبی کریم ﷺ نے کیا اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی نے کیا تو کیا ہمارا یہ عمل بدعت ہے؟

۱۷) حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما احدث وخالف کتاباً او سنة او اجماعاً او اثراً فھو البدعة الضالة وما احدث من الخیر ولم یخالف شیئاً من ذلك فھو المحمود۔ الخ

جونئی چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالت ہے اور جس نئی چیز میں خیر ہو اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو وہ محمود ہے۔

امام عزالدین بن عبدالسلام' امام نووی' اور ابن اثیر بھی اس تقسیم بدعت کے قائل ہیں جس کی طرف پہلے ہم نے اشارہ کیا۔

۱۸) ہر چیز جو دلائل شرعیہ کے مطابق ہو اور اس کے احداث سے شریعت کی مخالفت مقصود نہ ہو اور نہ کسی امر منکر پر مشتمل ہو وہ دین ہی سے ہے۔

اور تعصب پسند کا محض یہ کہنا کہ ''اسے اسلاف نے نہیں کیا'' کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ تو عدم دلیل ہے۔ جیسا کہ علم اصول کی مشق و ممارست رکھنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ خود شارع علیہ السلام نے بدعت ہدیٰ کو سنت کا نام دیا ہے اور اس کے کرنے والے کیلئے اجر کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بھا بعدہ کتب له مثل اجر من عمل بھا ولا ینقص من اجورھم شیئ

جو شخص اسلام میں کوئی ''سنت حسنہ'' (اچھا طریقہ) پیدا کرے اور پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اسے اس پر سب عمل کرنیوالوں کے برابر اجر دیا جائے گا اور ان میں سے کسی کا اجر کم نہ کیا جائے گا۔

۱۹) محفل میلاد اصلاً مصطفیٰ ﷺ کی یاد تازہ کرنی ہے اور ہمارے نزدیک

اسلام میں یہ ایک امر مشروع ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر اعمال حج' تاریخی یادگاروں اور پسندیدہ جگہوں کی یاد تازہ کرنے کا نام ہیں۔ سعی بین الصفا والمروہ' رمی جمار' قربانی منیٰ' یہ سب گزرے ہوئے واقعات ہیں اور مسلمان عملاً اس کی تجدید کر کے ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

مشروعیت میلاد کے گزشتہ اسباب و وجوہ صرف اسی میلاد کیلئے ہیں جو منکرات قبیحہ سے خالی ہوں۔

ہاں! جو میلاد امور منکرہ پر مشتمل ہو۔ مثلاً مرد و زن کا اختلاط' محرمات کا ارتکاب' اور حد شرع سے تجاوز جسے صاحب میلاد ﷺ ناپسند فرمائیں اس کی تحریم و ممانعت میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ یہ محرمات پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ تحریم بالعارض ہے بالطبع اور بالذات نہیں' جیسا کہ غور و فکر کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔

میلاد النبی ﷺ کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کی رائے

کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو میلاد کرنے پر ثواب دیا جائے گا۔ اسی طرح بعض لوگ میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ کے تقابل یا نبی کریم ﷺ کی تعظیم و محبت میں کچھ نئی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ انہیں اس محبت و محنت کا بدلہ دے گا۔ بدعتوں پر نہیں۔

پھر کہا: کچھ مشروع چیزوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بعض اعمال میں خیر اور بدعت وغیرہ' کے شامل ہونے سے اس میں شر بھی ہوتا ہے۔ تو وہ عمل دین سے روگردانی کے سبب شر ہوگا جیسے منافقوں اور فاسقوں کی حالت ہوتی ہے۔ عہد اخیر میں امت کے اکثر افراد اس میں مبتلا ہوئے۔ یہاں دو امور کو لازم سمجھنا چاہیے۔

اوّل اپنے اور مطیعوں کے اندر ظاہراً و باطناً تمسک بالسنۃ کی حرص رکھو۔ نیکی اور بھلائی کو پہچانو اور برائی کو ناپسند سمجھو۔

ثانی لوگوں کو حتی الامکان سنت کی دعوت دو اور اگر کسی کو ایسا دیکھو کہ وہ ایک

برائی کو چھوڑ کر اس سے بری چیز اختیار کرے گا تو ایسی صورت میں اس برائی کو چھوڑنے کی دعوت نہ دو کہ وہ اس کو چھوڑ کر اس سے بری چیز اختیار کر لے یا کوئی واجب یا مستحب چھوڑ دے کہ وہ اس سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

اور جب بدعت میں کسی طرح کی کوئی بھلائی ہو تو حتی الامکان اس کے بدلے میں کوئی چیز مشروع پیش کرو کیونکہ طبیعتیں کوئی دوسری چیز پائے بغیر پہلی چیز کو نہیں چھوڑتیں اور کسی کو کوئی بھلائی نہیں چھوڑنی چاہیے تاوقتیکہ اس جیسی یا اس سے بہتر کوئی بھلائی نہ پالے۔

اس کے بعد کہا: بعض لوگ میلاد النبی ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں اور اسے موسم سرور و بہجت قرار دیتے ہیں۔ اس میں حسن نیت اور تعظیم رسول ﷺ کی وجہ سے ان کیلئے اجر عظیم ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کچھ مسلمانوں کیلئے وہ کام اچھا ہوتا ہے جو مومن مستقیم کیلئے برا سمجھا جاتا ہے۔

امام احمد سے کسی امیر کے بارے میں کہا گیا کہ اس نے ایک مصحف پر ایک ہزار دینار خرچ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا! جانے دو یہ ان سب مصارف سے بہتر ہے جس میں اس نے سونا خرچ کیا او کما قال جبکہ آپ کا مسلک ہے کہ مصاحف کی تزئین و آرائش مکروہ ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کی تاویل کی ہے کہ اس امیر نے تجدید کاغذ و کتابت میں یہ خرچ کیا اور امام احمد کا یہ مقصود نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ کام میں مصلحت خیر بھی ہے اور فساد و ضرر بھی جس کی وجہ سے اسے مکروہ سمجھا گیا[1]۔

میلاد کا مفہوم! میری نظر میں

میں سمجھتا ہوں کہ محفل میلاد النبی کی کوئی مخصوص کیفیت نہیں کہ صرف اسی کا

[1] اقتضاء الصراط المستقیم از شیخ ابن تیمیہ

التزام کیا جائے اور اسی کو لوگوں پر لازم قرار دیا جائے۔ بلکہ ہر کام جو لوگوں کو دعوت خیر دے ہدایت پر جمع کرے اور انہیں دینی و دنیوی منفعت کی راہ دکھلائے اس سے میلاد النبی کا مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

مدائح سننے کیلئے بھی اگر ہم جمع ہوں جن میں ذکر و نعت حبیب (ﷺ) آپ کے جہاد فی سبیل اللہ اور فضائل و خصائل حمیدہ سنے اور سنائے جائیں ...... اور واقعات میلاد النبی ﷺ نہ بھی پڑھیں جنہیں لوگ پسندیدہ اور رائج سمجھ کر عام طور پر پڑھتے ہیں (یہاں تک کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر میلاد النبی کی محفل نامکمل رہ جاتی ہے) ان مذکورہ چیزوں کے ساتھ خطیبوں اور واعظوں کے مواعظ و ارشادات اور قراء کی تلاوت قرآن حکیم بھی سنیں تو یہ سبھی میلاد النبی شریف میں داخل ہے اور میلاد النبی کا مفہوم اس سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سے کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔

قیام میلاد النبی ﷺ

محفل میلاد کے اندر دنیا میں حضور کی تشریف آوری کے بیان اور ذکر ولادت کے وقت قیام کرنے کے سلسلے میں بعض (مخالف) حضرات کا نہایت باطل اور بے بنیاد و خیال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عالم تو کجا' جاہل مسلمان جو میلاد شریف میں حاضر ہو کر قیام کرتا ہے۔ اس کے نزدیک بھی اس کی کوئی اصل نہیں۔

ان کا فاسد خیال اور باطل الزام یہ ہے کہ لوگ اس اعتقاد کے ساتھ قیام کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خاص اس ذکر پیدائش کے لمحہ میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ بنفس نفیس اس محفل میں تشریف لاتے ہیں اور بعض مخالفین مزید بدگمانی میں یہ سمجھتے ہیں کہ خوشبو اور اگربتی وغیرہ آپ ہی کیلئے ہوتی ہے اور وسط محفل میں رکھا جانے والا پانی آپ کے پینے کیلئے ہوتا ہے۔

یہ خیالات اور بدگمانیاں کسی سمجھدار مسلمان کے دل میں نہیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم ان باتوں سے خدا کی بارگاہ میں اظہار برأت کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندر شان نبوی میں جرأت و جسارت اور گستاخی پائی جاتی ہے اور آپ کے جسم مبارک پر ایسا حکم لگتا ہے جس کا اعتقاد کوئی عاقل نہیں رکھتا مگر افترا پرداز ملحد (جو یہ باتیں اپنی طرف سے گڑھ کر مسلمانوں کے سر ڈالتا ہے) برزخی امور تو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اس سے بلند و بالا اور اکمل و اعلیٰ ہیں کہ آپ کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ قبر مبارک سے نکل کر فلاں وقت فلاں مجلس میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ محض افترا ہے اور اس میں ایسی جرأت و بے ادبی اور برائی ہے جو کسی کینہ پرور دشمن یا عناد پرست جاہل ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

ہاں! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپ کی شایان شان آپ کو مکمل برزخی زندگی حاصل ہے اور یہ بھی کہ آپ کی روح مبارکہ اللہ کی حکومت وملکوت میں سیاح اور گردش کناں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجالس خیر اور محافل علم ونور میں حاضر ہو۔ آپ کے متبع مخلص مومنین کی روحوں کا بھی یہی حال ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بلغني ان الروح مرسلة تذهب حيث شاء ت

مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ روحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ارواح المومنين في برزخ من الارض تذهب حيث شاء ت[1]

---

[1] ص: ۱۴۴۔ کذا فی الروح لابن القیم

مومنین کی روحیں زمین کے ایک برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

جب اتنی بات کا علم ہو چکا تو اسے بھی جان لیجئے کہ قیام میلاد نہ واجب ہے نہ سنت' نہ ہی اس کا اعتقاد رکھنا درست ہے۔ یہ قیام تو بس ایک ایسا عمل ہے جس سے لوگ اپنی فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

جب میلاد شریف میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت ہوئی اور آپ دنیا میں تشریف لائے تو سننے والا اس وقت اپنے دل میں یہ تصور کرتا ہے کہ اس حصول نعمت کی مسرت میں ساری کائنات جھوم رہی ہے تو وہ بھی جوش محبت میں اظہار فرحت کیلئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

اس طرح یہ مسئلہ قیام عادی ہے دینی نہیں۔ یہ نہ عبادت ہے اور نہ ہی شریعت اور کوئی سنت بس لوگوں کی ایک عادت ہے اور رواج چل پڑا ہے۔ جسے بہت سے علماء کرام نے مستحسن سمجھا۔

میلاد النبی پر ایک کتاب کے مولف شیخ برزنجی نے خود یہ لکھا ہے۔

وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ و رویۃ فطوبیٰ لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ

آپ کے ذکر میلاد شریف کے وقت قیام کو روایت و درایت والے ائمہ کرام نے مستحسن جانا۔ بشارت ہے اس مسلمان کیلئے کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم جس کے مطلوب و مقصود کی انتہا ہو۔

اور نظم میں انہوں نے ارشاد فرمایا:

وقد سن اھل العلم والفضل والتقٰی
قیاماً علی الاقدام مع حسن امعان

اہل علم و فضل و تقویٰ نے وقت نظر اور حسن توجہ کیساتھ قیام کا طریقہ جاری کیا۔

بتشخیص ذات المصطفی وھو حاضر

بای مقام فیہ یذکر بل دان

ذات مصطفیٰ ﷺ کے تصور کیلئے جو حاضر بلکہ قریب ہیں جہاں بھی انہیں یاد کیا جائے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے قدسن اھل العلم کہا ہے۔سن النبی ﷺ یا سن الخلفاء الراشدون نہیں کہا۔اور نہ ہی اسے سنۃ مطلقۃ کہا بلکہ وقدسن اھل العلم کہا اور اس کے بعد کہتے ہیں بتشخیص ذات المصطفی یعنی یہ قیام ذہن میں تصور ذات مصطفیٰ ﷺ کیلئے ہے اور یہ تصور ایک مطلوب ومحمود چیز ہے بلکہ ہر سچے مسلمان کے ذہن میں ہر وقت یہ تصور رہنا چاہیے تاکہ آپ کی اتباع کو وہ کامل کر سکے اور اس کے اندر آپ کی محبت زیادہ اور اس کی ہر خواہش آپ کے لائے ہوئے احکام وارشاد کے تابع رہے۔

رسول عظیم ﷺ کی شخصیت کا جو تصور دلوں میں ابھرتا ہے اس کے اکرام و احترام میں لوگ قیام کرتے ہیں۔اور اس ماحول اور مقام ومرتبہ کی عظمت وجلال کا ان کے اندر احساس ہوتا ہے۔

یہ ایک امر عادی ہے جیسا کہ گزرا اس لئے جو شخص قیام نہ کرے اس پر کچھ نہیں اور نہ وہ شرعاً گنہگار ہوگا۔

ہاں! اس کے اس موقف اور طریقے سے بے ادبی وبدذوقی یا بے حسی کا پتہ چلتا ہے جیسے کوئی شخص بھی کسی رائج اور پسندیدہ کام کو چھوڑے تو اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔

استحسان قیام کے اسباب

سبب اوّل: قیام کا مقصد صاحب میلاد النبی ﷺ کی تعظیم ہے۔اور تمام بلاد

وامصار میں قیام کا عمل جاری ہے۔ شرق اور غرب کے علماء نے اسے مستحسن سمجھا ہے اور جس چیز کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جسے بری سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی بری ہے۔ کما تقدم فی الحدیث

سبب دوم: اصحاب فضل وکمال کیلئے کھڑا ہونا مشروع اور سنت کے بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔

حضرت امام نووی نے اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھی اور علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب مسمیٰ بہ ''رفع الملام عن القائل باستحسان القیام من اہل الفضل'' میں امام نووی کی تائید کی اور ابن الحاج جنہوں نے امام نووی کا رد کیا تھا ان کی تردید کی۔

سبب سوم: متفق علیہ حدیث میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انصار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: قوموا السید کم

یہ قیام سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی تعظیم کیلئے تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ مریض تھے ورنہ قوموا الی مریضکم فرماتے الی سید کم نہ فرماتے اور نہ ہی تمام انصار کو قیام کا حکم دیتے بلکہ صرف چند آدمیوں کو اٹھاتے۔ (جو مریض کو اتارنے کیلئے کافی ہوں)

سبب چہارم: نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ اپنے یہاں آنے والی تالیف قلب اور اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے۔ جیسا کہ اپنی شہزادی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کیلئے کھڑے ہوا کرتے اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرز قیام سے حضور ﷺ کی تعظیم کی تو حضور ﷺ نے انہیں اس پر برقرار رکھا اور منع نہ فرمایا۔ اسی طرح انصار کو اپنے سردار کیلئے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ جس سے قیام کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے اور سیادت وسرداری قیام تعظیمی کا سبب ہے تو آپ سب سے زیادہ اس تعظیم کے مستحق ہیں۔

سبب پنجم: کہا جاتا ہے کہ یہ سب نبی ﷺ کی حیات اور آپ کی موجودگی

میں تھا اور حالت میلاد میں وہ حاضر نہیں ہوتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد شریف پڑھنے والا آپ کی ذات شریفہ کا تصور کر کے آپ کو حاضر ہی سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے زمانہ ولادت شریفہ میں وہ عالم نورانی سے عالم جسمانی میں تشریف لا رہے ہیں اور ذکر ولادت کرنے والے کے نزدیک حاضر ہیں۔ یہ تشریف آوری حضور ظلی کے ساتھ ہے جو آپ کے حضور اصلی سے قریب تر ہے۔

اس حاضر سمجھنے کی تائید تصور ذات نبوی اور روحانی حضور و موجودگی سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اخلاق ربانی سے مزین ہیں اور حدیث قدسی میں ہے۔

انا جلیس من ذکرنی جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہم نشین ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے۔

انا مع من ذکرنی جو مجھے یاد کرے میں اس کے ساتھ ہوں۔

تو اپنے رب کی اقتدا اس کا اخلاق اختیار کرنے اور متخلق باخلاق اللہ ہونے کا مقتضیٰ یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی روح مبارکہ کے ساتھ اپنے ہر یاد کرنے والے کے ساتھ موجود ہوں' چاہے جہاں بھی آپ کو یاد کیا جائے اور ذاکر کا اس امر حضور کو ذہن نشیں اور دل نشیں و جاگزیں رکھنا یقیناً آپ کی تعظیم میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

کتب میلاد النبی ﷺ

میلاد شریف کے موضوع پر نثر و نظم میں طویل' متوسط' اور مختصر ہر طرح کی کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ان کی کثرت و وسعت کی وجہ سے اس مختصر کتابچے میں ہر ایک کا بالاستیعاب ذکر ہم نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی اجمالاً ان میں سے کچھ کتابوں کا ذکر کر سکیں گے۔ کیونکہ ہم کسی ایک کو دوسری سے اولیٰ قرار دے کر اس کا ذکر پہلے نہیں کر سکتے' اگرچہ فی الواقع ان میں سے ایک کو دوسری پر فضیلت و برتری ضرور ہوگی۔

اسی لئے یہاں ائمہ حفاظ میں سے کبار علمائے امت جن کی اس باب میں تصانیف ہیں اور جن کی مشہور و معروف کتب میلاد منظر عام پر آئیں انہیں کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں۔

۱) حافظ محمد بن ابی بکر بن عبداللہ قیسی دمشقی شافعی معروف بہ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی متولد ۷۷۷ھ متوفی ۸۴۲ھ

ان کے بارے میں حافظ ابن فہد نے ''لحظ الالحاظ ذیل تذکرہ الحفاظ'' کے صفحہ ۳۱۹ پر فرمایا ہے۔

''ھو امام حافظ مفید' وفقیه مورخ مجید' له الذھن الصافی السالم الصحیح' والحظ الجید الملیح علیٰ طریقة اھل الحدیث

وقال! کتب الکثیر وعلق وحشیٰ واثبت وطبق وبرز علیٰ اقرانه وتقدم وافاد کل من الیه یمیم

وقد تولیٰ مشیخة دارالحدیث الاشرفیة بدمشق وقال عنه السیوطی صار محدث البلاد الدمشقیة۔ وقال الشیخ محمد زاھد فی تعلیقه علی ذیل الطبقات قال الحافظ جمال الدین بن عبدالھادی الحنبلی فی الریاض الیانعة لما ترجم لابن ناصر الدین المذکور کان معظما للشیخ ابن تیمیة محباله مبالغا فی محبته الخ

قلت وقد ذکر له ابن فھد مولفا یسمیٰ'' الرد الوافر علیٰ من زعم ان من سمیٰ ابن تیمیة شیخ الاسلام کافر''

اس امام نے میلاد شریف پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے چند وہ ہیں جنہیں مؤلف ''کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' نے صفحہ ۳۱۹ پر ذکر کیا ہے۔

''جامع الاثار فی مولد النبی المختار'' تین جلدوں میں ہے اور ''اللفظ الرائق فی مولود خیر الخلائق'' جو مختصر ہے۔ الخ

ابن فہد نے کہا آپ کی ایک اور تصنیف ہے ''المورد الصادی فی مولد الهادی''

۲) حافظ عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمٰن مصری معروف بہ حافظ عراقی متولد ه ۷۲۵ھ متوفی ۸۰۸ھ

''وهو الامام الكبير الشهير' ابوالفضل زين الدين' وحيد عصره و فريد دهره حافظ الاسلام وعمدة الانام العلامة الحجة الحبر الناقد' من فاق بالحفظ والاتقان في زمانه' وشهدله بالتفرد في فنه ائمة عصره و اوانه' برع في الحديث والاسناد والحفظ والاتقان' وصار المشار اليه في الديار المصرية بالمعرفة

وما ذا اقول في امام كهذا وبحر خضم وفحل من فحول السنة وطود عظيم من اركان هذا الدين الحنيف ويكفينا قبول الناس لقوله في الحديث والاسناد والمصطلح ورجوعهم اليه اذا قيل قال العراقي والفيته في هذا الباب عليها الاعتماد ويعرفه فضلا وعلما كل من له ادنى معرفة وصلة بالحديث

اس امام نے میلاد شریف پر ایک کتاب مسمّٰی بہ ''المورد الهنی فی المولد السنی'' تحریر فرمائی۔ کئی ایک حفاظ نے اپنی تالیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مثلاً ابن فہد و علامہ سیوطی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' کے اپنے حاشیوں پر لکھا ہے۔

۳) حافظ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد قاہری معروف بہ حافظ سخاوی متولد ۸۳۱ھ متوفی ۹۰۲ھ مدینہ منورہ۔

"وھو المورخ الکبیر والحافظ الشھیر ترجمہ الامام الشوکانی فی البدر الطالع وقال ھو من الائمۃ الاکابر وقال ابن فھد لم ارفی الحفاظ المتاخرین مثلہ۔ وھو لہ الیدالطولیٰ فی المعرفۃ واسماء الرجال واحوال الرواۃ والجرح والتعدیل والیہ یشار فی ذالک حتی قالم بعض العلماء لم یات بعد الحافظ الذھبی مثلہ سلک ھذا المسلک وبعدہ مات فن الحدیث وقال الشوکانی: ولو یکن لہ من التصنیف الا "الضوء اللامع" کان اعظم دلیل علی امامتہ"

"کشف الظنون" میں ہے کہ حافظ سخاوی نے میلاد النبی ﷺ پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

۴) حافظ مجتہد امام ملا علی قاری بن سلطان بن محمد ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ مؤلف شرح مشکوۃ وغیرہ۔

ترجمہ الشوکانی فی "البدر الطالع" وقال: قال العصامی فی وصفہ بالجامع للعلوم النقلیۃ والمتضلع من السنۃ النبویۃ احد جماھیر الاعلام ومشاھیر اولی الحفظ والافھام۔ ثم قال لکنہ امتحن بالاعتراض علی الائمہ لاسیما الشافعی۔ الخ

ثم تکلف الشوکانی وقام یدافع وینافح عن ملا علی قاری بعد سوقہ کلام العصامی فقال اقول ھذا دلیل علیٰ علو منزلتہ فان المجتھد شانہ ان یبین ما یخالف الادلۃ الصحیحۃ ویعترضہ سواء کان قائلہ عظیما او حقیراً تلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا

یہ امام مجتہد و محدث جن کے حالات شوکانی نے بیان کئے جن کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجتہد و محدث ہیں۔ انہوں نے میلاد رسول اللہ ﷺ پر ایک کتاب

لکھی ہے جن کا نام مؤلف کشف الظنون نے ''المورد الروی فی المولد النبوی'' بتلایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اس کتاب کی تحقیق کی اس پر حاشیہ لکھا اور پہلی بار شائع کیا۔

۵) حافظ امام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر مؤلف تفسیر ابن کثیر

قال الذهبی فی المختصر الامام المفتی المحدث البارع ثقة متفنن محدث متن الخ و ترجمه الشهاب احمد بن حجر العسقلانی فی الدر الکامنة فی اعیان المأة الثامنه فی صفحة ۳۷۳ جاء منها: انه اشتغل بالحدیث مطالعة فی متونه ورجاله وقال: واخذ عن ابی تیمیة ففتن بحبه وامتحن لسببه وکان کثیر الاستحضار حسن المفاکهة سارت تصانیفه فی البلاد فی حیاته وانتفع بها الناس بعد وفاته سنة ۷۷۴ھ

امام ابن کثیر نے میلاد النبی ﷺ پر ایک کتاب لکھی ہے جو حال ہی میں ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی۔

۶) حافظ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد شیبانی یمنی زبیدی شافعی معروف بابن الدیبع (دیبع سوڈانی زبان میں سفید چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہ آپ کے جد اعلیٰ ابن یوسف کا لقب ہے) متولد محرم ۸۶۶ھ متوفی یوم جمعہ ۱۲ رجب ۹۴۴ھ

''وکان رحمه الله احد ائمة الزمان الیه انتهت مشیخة الحدیث حدث بالبخاری اکثر من ماة مرة وقرأه مرة فی ستة ایام''

آپ نے میلاد النبی ﷺ پر ایک کتاب لکھی جو بہت سارے ممالک میں مشہور ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اس کی تحقیق کر کے اس پر حاشیہ لکھا اور اس کی احادیث کی تخریج کی۔ تم بحمد اللہ

وكتبه

محمد علوى المالكى الحسنى

عتيبية شارع عمر بن عبدالعزيز' مكة المكرمة

بحمدہ تبارک وتعالیٰ بعد نماز مغرب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۴ر صفر ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۹ر نومبر ۱۹۸۲ء اس ترجمہ کا آغاز

اور بروز جمعہ بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ر دسمبر ۱۹۸۲ء اس کا اختتام اور تکمیل ہوئی۔

فقط

یٰسین اختر مصباحی الاعظمی ۸۲/۱۲/۱۷ء

(ریاض سعودی عرب)

جشن بہاراں

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد

۱۹۳۰ء — ء

چاند چمک رہا ہے' ستارے کھل رہے ہیں' نور کی پھوار پڑ رہی ہے۔ اچانک غلغلہ بپا ہوا' ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا۔ لوگو! صدیوں سے جس ستارے کا انتظار تھا' دیکھو دیکھو آج وہ طلوع ہو گیا۔ آج وہ آنے والا آ گیا۔ کس کا انتظار تھا' کون آ رہا ہے؟ ہاں سونے والو! جاگ اٹھو! آنے والا آ گیا۔ نور کی چادر پھیل گئی' میلوں کی مسافتیں سمٹ گئیں' بصرائے شام کے محلات نظر آنے لگے[1] سارے عالم میں چاندنا ہو گیا' ہاں' یہ کون آیا سویرے سویرے؟ وہ کیا آئے رحمت کی برکھا آ گئی' نور کے بادل چھا گئے' دور دور تک بارش ہو رہی ہے' چاندی بہ رہی ہے' حد نظر تک نور کی چادر تنی ہے' عجب سماں ہے' عجب منظر ہے! ایسا منظر تو کبھی نہ دیکھا تھا! تاریکیاں چھٹ گئیں' روشنیاں بکھر گئیں' جدھر دیکھو نور ہی نور' جدھر دیکھو بہار ہی بہار' تازگی انگڑائیاں لے رہی ہے' مسرتیں پھوٹ رہی ہیں' رنگینیاں اپنا رنگ دکھا رہی ہیں' سارا عالم نہایا ہوا ہے' ذرہ ذرہ پہ مستی چھائی ہوئی ہے۔ ہاں یہ اجلا اجلا سا سماں' یہ مہکی مہکی سی فضائیں' یہ مست مست ہوائیں' جھوم جھوم کر جشن بہاراں کے گیت گا رہی ہیں۔

ہاں بہار آئی' بہار آئی۔ زندگی میں بہار آئی' دماغوں میں بہار آئی' دلوں میں بہار آئی' روحوں میں بہار آئی' علم و حکمت میں بہار آئی' تہذیب و تمدن میں بہار آئی' فکر و شعور میں بہار آئی' عقل و خرد میں بہار آئی۔ برسوں کی ہتھکڑیاں کٹ گئیں' صدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں' گھٹی گھٹی سی فضائیں بدل گئیں' مندی مندی سی آنکھیں روشن ہو گئیں' بجھی بجھی سی طبیعتیں سنبھل گئیں' رندھی رندھی سی آوازیں کھنکھنانے لگیں۔

---

[1] ابوالفداء عمادالدین اسماعیل ابن کثیر: میلاد مصطفیٰ (ترجمہ مولانا افتخار احمد قادری) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۱۴'۱۶)

ڈوبتے ہوئے ابھرنے لگے' سہمے ہوئے چہکنے لگے' روتے ہوئے ہنسنے لگے۔ صدیوں کے دبے ہوئے' پسے ہوئے سرفراز ہونے لگے' خون کے پیاسے محبت کرنے لگے' ہارنے والے جیتنے لگے۔ بکھرے ہوئے خیال یکجا ہو گئے' منتشر قوتیں سمٹ گئیں' ضعیف و ناتواں ایک قوت بن کر ابھرے اور دنیا نے پہلی مرتبہ جانا کہ انسان احسن تقویم بنایا گیا۔ ''اشرف المخلوقات'' کے منصب عالی پر فائز کر کے خلافت الٰہیہ سے سرفراز کیا گیا۔ زندگی نے ایسا سنگھار کیا کہ سب جھانکنے لگے' سب دیکھنے لگے' سب تکنے لگے' سب بلائیں لینے لگے' سب فدا ہونے لگے' سب آرزوئیں کرنے لگے' سب تمنائیں کرنے لگے۔ وہ کیا آئے کائنات کا ذرہ ذرہ دلکش و دلربا معلوم ہونے لگا۔

ہاں آج ان کی آمد آمد کا دن ہے' آج عید کا دن ہے' آج خوشی کا دن ہے۔ ایسا حسین انقلاب آیا کہ دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ایسی بہار آئی کہ دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ایسا حسین آیا کہ دنیا نے ایسا حسین تو کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہاں

بے مثالی کی ہے مثال وہ حسن
خوبی یار کا جواب کہاں؟

عید کا دن ہے' بچے خوشیاں منا رہے ہیں۔ وہ جان جاناں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ فاروق اعظم حاضر ہوتے ہیں۔ بچوں کو کر تنبیہ فرما رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مگر دیکھئے دیکھئے وہ جان جان' وہ رؤف و رحیم' رحمۃ للعالمین ﷺ فرما رہا ہے۔ چھوڑو چھوڑو اے عمر! ان بچوں کو چھوڑ دو۔ ہاں! ''ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے۔ آج ہماری عید ہے''[1] اور دیکھئے دیکھئے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے حواری التجا کر رہے ہیں اور آپ ہاتھ اٹھائے پروردگار عالم سے دعا مانگ رہے ہیں۔

---

[1] اشرف علی تھانوی: السرور بظہور النور' مطبوعہ ساڈھورہ ص ۳۳

''اے اللہ! اے پالنہار! آسمان سے ہمارے لئے (پکے پکائے کھانوں کے) خوان اتار تا کہ ہمارے اگلے اور پچھلوں کیلئے عید ہو جائے''۔[1]

جس دن آسمان سے کھانا اترے وہ دن ''عید'' ہو جائے تو غور فرمائیں کہ جس دن وہ جان جہاں تشریف لائے وہ دن ''عیدوں کی عید کیوں نہ ہو! جس دن رزق اترے وہ دن' عید ہو جائے تو جس دن قاسمِ رزق اترے وہ دن ''عید'' کا دن کیوں نہ ہو؟

اللہ کے محبوبوں اور پیاروں کی ولادت کے دن معمولی دن نہیں' رب کریم حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے۔

''اور سلامتی ہے اس دن جس دن پیدا ہوا''۔[2]

اور دیکھئے دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک طفل شیر خوار' گھوارے میں لیٹے کیا فرما رہے ہیں۔

''اور سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا''۔[3]

اللہ اللہ یوم ولادت کا ذکر فرما کر دنیا والوں کو بتا دیا کہ دنیا میں آنے والے آتے ہی ہیں مگر ہمارے محبوبوں اور پیاروں کا آنا کچھ اور ہی بات ہے' ان کی زندگی کا یہ دن یادگار دن ہے' ہاں سلام ہو اس دن پر! بیشک یہ یادگار دن ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ''پیر'' کے دن کیلئے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''میں پیر ہی کے دن پیدا ہوا ہوں اور پیر کے دن مجھ پر وحی نازل ہوئی اور پیر کے دن ہجرت کی ہے''۔[4]

---

[1] قرآن حکیم: سورۃ مائدہ' آیت نمبر ۱۱۴   [2] قرآن حکیم: سورۃ مریم' آیت نمبر ۱۵

[3] قرآن حکیم: سورۃ مریم آیت نمبر ۳۳

[4] (ا) مسلم بن حجاج قشیری: مسلم شریف' ج ۱' ص ۷ (ب) ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر: ا۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء' ج ۱' ص ۲۱' ۲۲

جس دن اللہ کے محبوبوں کی زندگی میں کوئی اہم واقعہ پیش آتا ہے اس دن کو ایام اللہ[1] میں شمار کر لیا جاتا ہے اور جو واقعہ پیش آتا ہے اس کو شعار اللہ[2] قرار دے دیا جاتا ہے۔

سبحان اللہ! کیوں نہ ہو جب کہ ان کا ہاتھ اپنا ہاتھ اور ان کی زبان اپنی زبان قرار دے تو پھر ان کے دن اس کے دن اور ان کی ادائیں اس کی ادائیں نہ ٹھہریں! یہ ایک امر محبت ہے جس کو محبت والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ظہور قدسی ۵۶۹ء میں پیر کے روز ہوا' جب یہ خوشخبری آپ کے چچا ابولہب کو اس کی کنیز ثویبہ نے سنائی تو ابولہب نے خوشخبری سنتے ہی اس کو آزاد کر دیا[3]۔

اللہ اللہ آپ کی آمد آمد نے سب سے پہلے عورتوں کو آزادی کا مژدہ سنایا جو صدیوں سے پس رہی تھیں۔ یہ پہلا جشن تھا۔ پھر دوسرا جشن آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے منایا اور آپ کا عقیقہ کیا۔ جب ہم قرآن حکیم کو دیکھتے ہیں تو وہاں آپ کی تشریف آوری پر بطور خاص احسان جتایا جا رہا ہے۔ اللہ کی نعمتیں تو بہت ہیں' بے حد و بیشمار مگر جان نعمت آپ ہی ہیں' اسی لئے احسان جتایا جا رہا ہے اور ارشاد ہو رہا ہے۔

"یقیناً اللہ رب العزت نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا"[4]۔ یہی نہیں بلکہ انعام و احسان عظیم کا چرچا کرنے کا حکم دیا اور

---

۱ قرآن حکیم: سورۃ ابراہیم' آیت نمبر ۵

۲ قرآن حکیم: سورۃ بقرہ' آیت نمبر ۱۲۵' سورۃ آل عمران' آیت نمبر ۹۷

۳ ابوالفضل شہاب الدین احمد علی ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح البخاری' ج ۹' ص ۱۱۸ (ب) عبدالرزاق صنعانی' مصنف' ج ۷' ص ۴۷۸ (ج) بدرالدین عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری' ج ۲' ص ۹۵

۴ قرآن حکیم: سورۃ آل عمران' آیت نمبر ۱۶۴

ارشاد فرمایا:

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''[1]

چرچا بھی کرو، خوشیاں بھی مناؤ، شادیاں بھی رچاؤ...... ارشاد ہو رہا ہے۔

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت و رحمت ایمان والوں کیلئے آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے فضل اور اسکی رحمت (سے ہے) اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے''[2]

بیشک آپ کی ذات قدسی سب دھن دولت سے بہتر ہے جبھی تو یہ اعلان فرمایا

''آپ فرما دیجئے، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کے مکان'' یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راہ دیکھو کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا[3]

اللہ اللہ ایک ایک کر کے وہ سب چیزیں گنا دیں جن میں دنیا میں آنیوالے ہر انسان کا دل الجھتا ہے۔ ایک ایک چیز اپنی طرف کھینچتی ہے۔

ایک ایک چیز دل لبھاتی ہے مگر ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر اللہ اور اس کے رسول کی غلامی منظور ہے تو یہ سب چیزیں چھوڑنی ہوں گی، سب چیزوں سے دل ہٹانا ہوگا۔ بس اسی سے دل لگانا ہوگا۔

---

[1] قرآن حکیم: سورۃ ضحیٰ، آیت نمبر ۱۱

[2] قرآن حکیم: سورۃ یونس، آیت نمبر ۵۷، ۵۸

[3] قرآن حکیم: سورۃ توبہ، آیت نمبر ۲۴

خود حضور انور ﷺ فرما رہے ہیں۔

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''[1]۔

ہاں محبت نہیں تو کچھ نہیں ساری عبادتیں' ساری ریاضتیں' ساری شب بیداریاں' زہد و تقویٰ کی ساری داستانیں۔ سب ہیچ ہیں۔

تمہیں ہو روحِ روانِ ہستی' سکون نظر کا' دلوں کی مستی
ہے دو جہاں کی بہار تم سے' تمہیں سے پھولوں میں تازگی ہے

ہاں ذکر تھا ولادت باسعادت پر خوشیاں منانے اور شادیاں رچانے کا ۶۱۰ء میں حضور انور ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور اسی کے ساتھ ساتھ پھر اپنا عقیقہ کیا[2]۔ اور اس طرح گویا ''جشن ولادت'' منایا یہی نہیں آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنا حسب ونسب اور حالات زندگی بیان فرمائے[3]۔ حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ولادت فرمایا[4]۔ حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے حالات بیان فرمائے[5]۔ بعض صحابہ کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کا ذکر ولادت اور شمائل و فضائل بیان کئے اور

---

[1] (ا) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' بخاری شریف' ج ۱' ص ۱۰۴ (ب) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف ج ۱' ص ۱۴۰ (ج) ابوالحسن بن الحاج قشیری نیشاپوری: مسلم شریف' ج ۱' ص ۱۴۰۔۱۴۱

[2] شاہ احمد سعید مہاجر مدنی: اثبات المولد والقیام' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۲۳

[3] (ا) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: ترمذی شریف' ج ۲' ص ۶۶۰' ۶۶۷ (ب) مسلم بن حجاج قشیری: مسلم شریف' ج ۳' ص ۴۱۷ (ج) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوٰۃ شریف' ج ۳' ص ۱۱۹' ۱۲۳

[4] (ا) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل: بخاری شریف' ج ۲ ص ۲۴۹' ۲۸۳/۲۸۴ (ب) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف' ج ۲ ص ۳۸۸' ۳۸۹' ۳۹۵

[5] علامہ محمد رضا مصری: محمد رسول اللہ: مطبوعہ لاہور' ص ۷۶

آپ نے خود سماعت فرمائے۔ دربار رسالت مآب ﷺ میں متعدد صحابہ نے نعتیہ قصائد پیش کئے' آپ خوش ہوئے اور دعائیں دیں[1] ۹ھ ۶۳۰ء میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں' آپ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ہیں اور ذکر ولادت کیلئے اجازت طلب فرما رہے ہیں۔ دربار رسالت مآب سے اجازت مل گئی' خوشی خوشی' لہک لہک کے یہ منظوم ''مولود نامہ'' پیش فرما رہے ہیں۔ ترجمہ

- آپ پہلے سایوں میں تھے اور منزل مخصوص میں تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا۔
- پھر آپ بلاد میں اترے' اس وقت آپ نہ بشر تھے' نہ گوشت پوست اور نہ خون بستہ۔
- بلکہ وہ آب صافی جو کشتی پر سوار تھا جب طوفان نے بت ''ونسر'' کے پوجنے والوں کو ڈبو ڈالا۔
- آپ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ یوں ایک عالم سے گزر کر دوسرے عالم میں آتے رہے۔
- آپ آتش خلیل میں چھپے چھپے داخل ہوئے' جب ان کے صلب میں تھے تو وہ کیوں کر جلتے؟
- تا آنکہ آپ کا محافظ وہ عظیم الشان گھرانہ ہوا جو بلند مرتبہ ہے۔
- جب آپ پیدا ہوئے' آپ کے نور سے زمین چمک اٹھی اور آفاق روشن ہو گئے۔
- تو اب ہم اس ضیاء نور میں ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں[2]۔

---

[1] محمد بن علوی المالکی الحسنی: حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۱۰

[2] ابو الفدا عماد الدین اسمٰعیل ابن کثیر: میلاد مصطفیٰ' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۲۹' ۳۰

دربار رسالت مآب ﷺ میں یہ پہلا ذکر ولادت تھا جس کا سلیقہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہم کو بتایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضور انور ﷺ کا ذکر ولادت اور آپ کے فضائل و شمائل بیان فرمائے[1]۔ اور ذکر رسول کی محفل سجانے کا سلیقہ جلیل القدر امام، حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے سکھایا۔ جب آپ محبوب کی باتیں سناتے اور ذکر رسول ﷺ فرماتے تو کیا کرتے؟

توجہ فرمائیے اور ذرا غور سے سنیئے۔

پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طلیسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے۔ ان کیلئے ایک تخت مثل عروس بچھایا جاتا۔ اس وقت باہر تشریف لاتے اور نہایت خضوع و خشوع سے اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے اگربتی سلگاتے اور اس تخت پر اس وقت بیٹھتے تھے جب نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنی ہوتی[2]۔

عرض کیا گیا آپ اپنا اہتمام کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا:

"مجھے تعظیم رسول سے پیار ہے، میں بغیر وضو اور سکون و وقار کے حدیث بیان نہیں کرتا"[3]۔

اللہ اللہ یہ تھے امام دار الہجرت امت کے مسلم امام جنہوں نے عمر بھر امت مسلمہ کو قرآن و حدیث کا درس دیا۔ اگر ادب سیکھنا ہے تو ان سے سیکھئے، اگر تعظیم کا طریقہ سیکھنا ہے تو ان سے سیکھئے۔ یقیناً یہ ایک فریضہ ہے جو ہر عاشق کو ادا کرنا ہے۔ اس لئے یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا اور رفتہ رفتہ قانون الٰہی کے مطابق منظم و مربوط ہوتا گیا۔ خلفائے راشدین، تابعین، تبع تابعین اور علمائے امت نے سنتوں کو ایک نظم دیا۔

---

1. ابو عبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ شریف، ج ۳، ص ۱۳۲۔۱۳۳
2. ابو عبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ شریف، ج ۳، ص ۱۳۰
3. امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: اقامۃ القیامہ (۱۲۹۹ھ) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۴۴)

گھر بنانے والے نے گھر بنایا اور سجانے والوں نے اس کو خوب سجایا اور سجانے کا حق ادا کر دیا' اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے اور ان پر اپنی بیکراں رحمتیں نازل فرمائے۔

محفل میلاد النبی ﷺ تیسری چوتھی ہجری میں نظم میں آ چکی تھی پھر آج سے سات سو برس پہلے ایک نیک باطن اور متقی انسان عمر بن ملا محمد موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو باضابطہ قائم کیا[1]۔ ان کی پیروی میں مجاہد کبیر سلطان صلاح الدین ایوبی کے عزیز (بہنوئی) سلطان اربل ملک ابوسعید مظفر الدین نے ساتویں صدی میں سرکاری سطح پر جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا۔ ابن خلکان اربلی شافعی (م۔ ۶۸۱ھ/۱۲۸۳ء) اس جشن کے عینی شاہد ہیں[2]۔ تاریخ مرآۃ الزماں کے مطابق اس جشن پر لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے تھے[3]۔ ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں ایک جلیل القدر عالم ابوالخطاب عمر بن حسن وحیہ کلبی اندلسی بلنسی (م۔ ۶۳۰ھ/۱۲۳۲ء) نے میلاد النبی ﷺ پر ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا التنویر فی مولد السراج المنیر یا التنویر فی مولد البشیر والنذیر[4]۔ عالم موصوف ۶۰۴ھ/۱۲۰۷ء میں سلطان اربل ابوسعید مظفر الدین کے دربار میں حاضر ہوئے اور یہ کتاب پیش کی جس پر ان کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں ملیں[5]۔ شاہان اسلام کے دل میں میلاد پاک کی یہ قدر و منزلت تھی۔ سلطان اربل کے علاوہ دوسرے بادشاہوں نے بھی جشن عید میلاد النبی ﷺ

---

۱ محمد بن علی یوسف دمشقی شامی: سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (ب) عبدالحق مہاجر مکی: الدرا لمنظم فی حکم عمل مولا النبی ﷺ

۲ قاضی شمس الدین احمد بن ابراہیم بن خلکان: وفیات الاعیان انباء ابناء الزمان' مطبوعہ قاہرہ ۱۹۴۷ء

۳ علامہ محمد رضا مصری: محمد رسول اللہ ﷺ مطبوعہ لاہور ص ۳۳

۴ علامہ محمد رضا مصری: محمد رسول اللہ ﷺ مطبوعہ لاہور ص ۳۳

۵ علامہ محمد رضا مصری: محمد رسول اللہ ﷺ مطبوعہ لاہور ص ۳۳ (ب) جلال الدین سیوطی الشافی' احسن المقصد فی عمل المولد

منایا مثلاً شاہ مصر نے یہ جشن منایا جسکے عینی شاہد علامہ ابن جزری ہیں۔ وہ اس جشن میں شریک ہوئے[1]۔ اس جشن میں ایک ہزار مثقال سونا خرچ کیا جاتا تھا۔ سلطان ابوحموموسیٰ تلمسانی اوران سے قبل مغرب اقصیٰ اور اندلس کے سلاطین جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا کرتے تھے[2]۔ اس جشن کی تفصیل ابوعبداللہ تونسی ثم تلمسانی نے اپنی تصنیف راح الارواح میں بیان کی ہے۔

غم عشق نبی کی ان بہاروں کو خدا رکھے!
مجھے جنت بداماں زندگی کی محسوس ہوتی ہے

یہ تو تھیں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لیکن ساتویں یا آٹھویں صدی ہجری کی بات ہے کہ جلیل القدر عالم امام تقی الدین سبکی شافعی (۶۸۳ھ) کی خدمت میں علمائے وقت حاضر ہیں، مجلس جمی ہے، حاضرین میں علماء ہی علماء ہیں کسی عالم نے اس مجلس مبارک میں امام صرصری کے نعتیہ اشعار پڑھے۔ وہ امام صرصری جنہیں علامہ محمد بن یوسف شافعی صالحی نے سبل الہدیٰ والرشاد میں حسان وقت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق کہا ہے، ہاں جب اس محفل پاک میں اس عاشق صادق کا یہ شعر پڑھا گیا۔

ترجمہ) بیشک عزت وشرف والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل سن کر صف بہ صف کھڑے ہو جاتے ہیں یا گھٹنوں کے بل دوزانوں ہو جاتے ہیں[3]۔

یہ شعر سنا تھا، اچانک امام تقی الدین سبکی اوران کے ساتھ ہی سارے علماء سر

---

[1] عبدالسمیع رامپوری: انوار ساطعہ (۱۳۰۷ھ) مطبوعہ مراد آباد، ص ۲۶۱

[2] شیخ محمد رضا مصری: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ لاہور ص ۳۳

[3] عبدالحق مہاجر مکی: الدر المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم، ص ۱۲۳-۱۲۴

(ب) امام احمد رضا خان فاضل بریلوی: اقامۃ القیامۃ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۰ء بحوالہ طبقات کبریٰ از شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب بن ابی الحسن تقی الدین سبکی

وقد کھڑے ہو گئے[1]۔ وہ کیا کھڑے ہوئے سارا عالم کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے محبوب کی کسی ادا کو پسند فرماتے ہیں تو اسی طرح عام کر دیتے ہیں۔ آج عالم اسلام میں محفل میلاد النبی ﷺ میں سلام و قیام انہیں فاضل جلیل کی یادگار ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اللہ کے فرشتوں کی سنت ہے جس پر امام تقی الدین سبکی نے عمل فرمایا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں''[2]۔

اور پھر اسی قرآن حکیم میں پروردگار عالم ان درود بھیجنے والے فرشتوں کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

''ان صف بستہ فرشتوں کی قسم''[3]۔

اللہ کے فرشتوں اور اللہ کے محبوبوں کے اس عمل کو حضور انور ﷺ کے چاہنے والوں نے محبوب رکھا ہے۔ چنانچہ پاک و ہند کے مشہور عالم، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی اور ہم سب کے مخدوم و محترم حاجی محمد امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۹۲ء) تحریر فرماتے ہیں۔

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہے اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں''[4]۔

بیشک ہر عاشق کو زیب دیتا ہے کہ وہ اس عاشق صادق کی پیروی کرے۔ میلاد النبی ﷺ کی یہ محفلیں اور قیام و سلام کی یہ محفلیں آج سے نہیں صدیوں سے جاری و ساری ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۷ھ

۱۔ طبقات کبریٰ از شیخ ابونصر عبدالوہاب بن ابی الحسن تقی الدین سبکی ص ۱۲۳۔۱۲۴

۲۔ قرآن حکیم، سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۶، ۵۷

۳۔ قرآن حکیم، سورۃ مومن، آیت نمبر ۷، سورۃ نباء، آیت نمبر ۳۸

۴۔ محمد امداداللہ شاہ مہاجر مکی: فیصلہ ہفت مسئلہ: مع تعلیقات مفتی محمد خلیل برکاتی، مطبوعہ لاہور ص ۱۱۱

۱۲۰۰ء) کا بیان ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ فرمائیں کہ محافلِ میلاد پاک دورِ جدید کی ایجاد ہیں یا صدیوں سے علماء اور امت کا اس پر عمل رہا ہے۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔

یہ عمل ہمیشہ سے حرمین شریفین مکہ و مدینہ میں مصر و یمن و شام' تمام بلادِ عرب اور مشرق و مغرب میں ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری و ساری ہے اور وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں قائم کرتے ہیں اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہیں۔

- خوشیاں مناتے ہیں۔
- غسل کرتے ہیں۔
- عمدہ عمدہ لباس پہنتے۔
- زیب و زینت اور آراستگی کرتے۔
- عطر و گلاب چھڑکتے۔
- سرمہ لگاتے۔

''اور ان دنوں خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ میسر ہوتا ہے' نقد و جنس وغیرہ میں سے' خوب دل کھول کر لوگوں پر خرچ کرتے ہیں اور میلاد مبارک کے سننے اور پڑھنے پر زیادہ تزک و احتشام کرتے ہیں اور اس اظہار مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور خیر و برکت' سلامتی و عافیت' کشادگی رزق' مال و دولت' اولاد' پوتوں' نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے اور آباد شہروں میں امن و امان اور سلامتی اور گھروں میں سکون و قرار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد کی برکت سے رہتا ہے''۔[1]

---

[1] جمال الدین عبدالرحمٰن ابن الجوزی: بیان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ لاہور ص ۳۴' ۳۵
(ب) شیخ اسمٰعیل حقی' تفسیر روح البیان ج ۹' ص ۵۶

یہ تھے اس محدث وقت کے تاثرات جو عالم اسلام میں آج سے تقریباً ۹ سو سال پہلے پیدا ہوئے۔ اللہ اللہ محبت والے کب سے اپنے محبوب کی یاد مناتے چلے آ رہے ہیں۔ حافظ ابوالخیر سخاوی نے لکھا ہے کہ مصر و اندلس و مغرب کے بادشاہ بڑی شان و شوکت سے جشن میلاد النبی ﷺ مناتے چلے آ رہے ہیں[1] اور نورالدین ابو سعید بورانی نے لکھا ہے کہ اس مبارک موقع پر اطراف و جوانب کے علماء جمع ہوتے ہیں اور یہ شان و شوکت دیکھ کر کافر و گمراہ لوگ جلتے ہیں[2]۔ پاکستان میں بھی سرکاری وغیر سرکاری سطح پر بڑے تزک و احتشام سے جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا جاتا ہے۔

ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی عادتیں اور رسمیں قبول کرتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان رسموں کو بھی اپنا رہے ہیں جنہوں نے معاشرے سے حضور انور ﷺ کی سنتوں کو مٹا دیا وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اللہ کے محبوب اور پیارے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم ان کی عادتیں اپنائیں۔ یا اللہ اور رسول کے دشمن؟ یقیناً اللہ کے محبوب زیادہ مستحق ہیں تو پھر قیل و قال اور حیل و حجت کو ترک کر کے ہم کو معقول راہ اختیار کرنی چاہیے اور اللہ کے محبوبوں کی راہ پر چلنا چاہیے کہ قرآن حکیم نے اسی راہ کو صراط مستقیم کہا ہے[3]۔ سچ یہ ہے کہ محفل میلاد النبی ﷺ اب ایک عالمی حقیقت بن چکی اور متفقہ طور پر ملت اسلامیہ کا اس پر عمل ہے ذرا انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اٹھائیں اور مقالہ نگار کا فیصلہ سماعت فرمائیں۔

✿ عملاً پوری دنیا اسلام میں اس روز خوشی اور مسرت کا سماں ہوتا ہے[4]۔

---

[1] عبدالسمیع: انوار ساطعہ (۱۳۰۷ھ) مطبوعہ مراد آباد ص ۱۷۱، ۱۷۲

[2] ایضاً ص ۱۷۱، ۱۷۲

[3] قرآن حکیم، سورۃ فاتحہ آیت نمبر ۵، ۶ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۴۶

[4] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ج ۲۱ ص ۸۲۴

❁ آج تمام اسلامی دنیا میں جشن عید میلاد النبی ﷺ متفقہ طور پر منایا جاتا ہے[1]۔

یہ مہکی مہکی ہوائیں' یہ مشک بار فضا چمن میں پھیلی ہے ہر سمت داستانِ بہار
بتا رہا ہے گلستاں کا آج ہر ذرہ کہ آ گیا ہے زمانے میں کاروانِ بہار

کاروان حیات رواں دواں ہے۔ اس کو قرار نہیں' یہ بے قرار ہے نہ معلوم کب ارواح کو پیدا کیا گیا پھر وہ سفر کرتیں نہ جانے کب اس عام آب وگل میں آئیں حیران' پریشان یہ دنیا ہے یا کوئی عجائب خانہ؟ یہاں رنگ برنگ کے اقوال و اعمال اور ماکولات ومشروبات کا ایک ڈھیر لگا ہے۔ کیا کہیں' کیا نہ کہیں؟ کیا کریں کیا نہ کریں؟ کیا کھائیں' کیا نہ کھائیں؟ کیا پئیں' کیا نہ پئیں؟ عقل حیران ہے دل پریشان ہے۔ قربان جایئے اس رحمٰن ورحیم کے کہ اس رؤف ورحیم کو بھیجا جس نے خوب ناخوب اور جائز وناجائز کی ہم کو تمیز سکھائی اور اعلان فرمایا:

❁ حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا۔

❁ اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔

❁ اور جس سے خاموشی اختیار فرمائی وہ عفو ہے[2]۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو عفو ومباح ہے اس میں بحث ومباحثہ کی اجازت نہ دی[3] کہ ایسے امور میں بحث ومباحثہ ملت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے لیکن

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ج ۲۱ ص ۸۲۴

[2] (ا) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری: بخاری شریف' ج ۱' ص ۱۱۷' ۱۱۸ (ب) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف ج ۱' ص ۵۵۔۵۹ (ج) عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات ج ۱' ص ۱۳۷' ۱۳۸

[3] (ا) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۷' ۱۱۸ (ب) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف ج ۱' ص ۲۲ (ج) عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۳۷' ۱۳۸

اگر پھر بھی کوئی ایسے امور میں بحث ومباحثہ کرتا ہے اوراپنی طرف سے حلال وحرام کا حکم لگاتا ہےتو اس کیلئے قرآن حکیم میں یہ وعید اور تنبیہ موجود ہے۔

''اور نہ کہو اسے جوتمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ بھی فلاح نہیں پاسکتے''[1]۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور کے جواز واستحباب کے بارے میں جن کے متعلق کتاب اللہ میں خاموشی اختیار فرمائی ہمارے سامنے تین اصول رکھے ہیں' ہر بات کو' ہر کام کو ان اصولوں پر آسانی سے جانچا جاسکتا ہے۔زمانہ متحرک ہے' ایک حالت پر نہیں رہتا' معاشرے میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں' یہ ایک فطری عمل ہے' اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصول متعین کر کے ان تبدیلیوں کا رخ بھی متعین کر دیا اور ایک بڑی الجھن ختم ہوگئی۔

پہلا اصول

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے[2]۔

دوسرا اصول

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا تو اس کیلئے اس کا ثواب ہے اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے جبکہ بعد والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے جبکہ بعد والوں کے گناہوں میں کمی نہیں کی جائے گی[3]۔

---

1 قرآن حکیم: سورۃ نحل' آیت نمبر ۱۱۷

2 (ا) امام محمد: موطا امام محمد' ص ۱۰۴ (ب) ابن قیم کتاب لروح ص ۱۰

3 مسلم بن حجاج قشیری' مسلم شریف' ج ۳' ص ۱۸۷ (ب) عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۱۵۷

تیسرا اصول

جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جس کی اصل دین سے نہیں' وہ مردود ہے[1]۔ جس کو اللہ نے پسند فرمایا یا اس کے رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام نے پسند فرمایا یا تابعین و تبع تابعین نے صلحائے امت نے پسند فرمایا یا علمائے اسلام کی اکثرت نے' شریعت کی اصطلاح میں یہ سب دین میں سے ہے' دین سے جدا نہیں' مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ایسے امور کیلئے جن کو مسلمانوں کی اکثریت اچھا نہیں سمجھتی' یا وہ امور جن کی اصل دین سے نہیں' ایسے تمام نو پیدا امور کو حضور ﷺ نے بدترین امور قرار دیا ہے[2]۔ اس حدیث مبارک سے یہ مطلب لینا کہ ہر نو پیدا بات گمراہی ہے' صحیح نہیں اس دعوے کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ شریعت بلکہ ایسی نامعقول باتوں کو شارع اسلام علیہ السلام سے منسوب بھی نہ کرنا چاہیے۔ جس نے ملت اسلامیہ کو حکمت و دانائی کی تعلیم دی وہ معاذ اللہ وہ ایسی غیر حکیمانہ بات نہیں فرما سکتا؟ متلاشیان حق کیلئے مندرجہ بالا اصولوں کے علاوہ ایک اور حکیمانہ ہدایت فرما دی' آپ نے فرمایا:

''تم سواد اعظم کی پیروی کرو' جو اس سے جدا ہوا جہنم میں گیا''[3]۔

مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں سواد اعظم کی تشریح کرتے ہوئے یہ وضاحت

---

[1] (ا) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ ج ا ص ۴۹' ۵۰ (ب) علی قاری بن سلطان محمد ہروی: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص ۲۱۵ (ج) عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج ا ص ۲۵ (د) یوسف سید ہاشم رفائی ادلۃ اہل السنۃ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۳۵

[2] ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ ج ا ص ۴۹' ۵۰

[3] (ا) ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوٰۃ ج ا ص ۵۸ (ب) علی قاری بن سلطان محمد ہروی' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص ۲۴۹' ۲۵۰ (ج) عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۴۳

کی ہے۔

''سواد اعظم سے مراد وہ جماعت ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہو''۔[1]

یہی وہ جماعت ہے جس کے متعلق حضور انور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا جہنم میں گیا''۔[2]

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو اکثریت کے ساتھ رہنے کی شدید تاکید فرمائی۔ آپ نے بڑے دل نشین انداز میں اس حقیقت کو سمجھایا ہے اور ایک حدیث میں گمراہی کی ساری قسموں کو بیان فرما کر ہدایت کی راہ دکھائی۔

آپ نے فرمایا:

''جس طرح بکری کیلئے بھیڑیا ہے اسی طرح شیطان انسان کیلئے بھیڑیا ہے (بھیڑیے کی عادت ہے کہ وہ) گلہ سے بھاگنے والی اور دور چلی جانے والی اور ایک جانب رہ جانے والی بکریوں کو پکڑ لیتا ہے تو اپنے آپ کو گھاٹیوں سے بچاؤ اور ہر حال میں ''جماعت'' اور ''جمہور'' کے ساتھ رہو''۔[3]

اس حدیث شریف میں تین قسم کے گمراہوں کا ذکر فرمایا ہے۔

- ایک وہ جو سواد اعظم کو چھوڑ کر چلے گئے
- دوسرے وہ جنہوں نے 'سواد اعظم کو چھوڑا تو نہیں خود کو ''سواد اعظم'' سے وابستہ کہتے ہیں مگر دور چلے گئے۔
- تیسرے وہ جنہوں نے سواد اعظم' کو چھوڑا بھی نہیں' دور بھی نہیں گئے مگر ایک طرف ہو گئے۔

گمراہوں کا ذکر کر کے فرمایا جس طرح بھیڑیا گلہ کو چھوڑنے والی' دور چلے

---

[1] علی قاری بن سلطان محمد ہروی: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ص ۲۴۹

[2] ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوٰۃ شریف ج۱ص ۵۸

[3] ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوٰۃ شریف ج۱ص ۳۱ مطبوعہ کراچی

جانے والی، اور ایک طرف کو رہ جانے والی بکریوں کو پکڑ لیتا ہے اسی طرح سواد اعظم کو چھوڑ کر جانے والوں یا دور چلے جانے والوں یا ایک طرف کو رہ جانے والوں کو شیطان پکڑ لیتا ہے۔ اسی لئے آپ نے مسلمانوں کو شدید تاکید فرمائی''۔

''تم اپنے بھائیوں کو گھاٹیوں سے بچاؤ''[1]۔

اور ساتھ ہی فرمایا: ہر حال میں ''جماعت'' اور ''جمہور'' کے ساتھ رہو[2]۔

اس آخری ہدایت نے کسی بحث و مباحثہ کی گنجائش نہ چھوڑی اور اس خام خیال کا ازالہ فرما دیا کہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ ہماری جماعت میں تو پڑھے لکھے زیادہ ہیں اس لئے ہم حق پر ہیں اور فلاں جماعت میں ان پڑھ زیادہ ہیں اس لئے وہ حق پر نہیں۔ اگر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی پہلی اکثریت ان پڑھوں پر مشتمل تھی۔ نبی امی، ان پڑھوں میں مبعوث ہوئے اور ان کو دانا و بینا بنا دیا۔ کسی جماعت میں ان کا ہونا اس کی دلیل ہے کہ اکثریت ان کے ساتھ ہے کیونکہ عوام کی اکثریت ہمیشہ ان پڑھ رہی ہے۔ بہرحال حضور ﷺ کی مسلمانوں کو یہ واضح ہدایت ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کی اکثریت اور عوام کے ساتھ رہیں۔ آپ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا:

''جس نے جماعت سے بالشت بھر جدائی کی اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا''[3]۔

اگر کوئی پوچھنے والا پوچھنا چاہے کہ حضور انور ﷺ نے تو یہ ہدایات فرمائیں خود قرآن حکیم آپ کے ارشادات کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

۱؎ ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ کراچی

۲؎ ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ کراچی

۳؎ ابوعبداللہ ولی الدین محمد عبداللہ خطیب تبریزی مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۶ مطبوعہ لاہور

(ب) علی قاری بن سلطان محمد دہروی، مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵۵

(ج) عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۴۶

تو اس سوال کا تفصیلی جواب قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

''جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا''۔[1]

پھر فرمانبرداری اور اطاعت اس شان کی ہونی چاہیے کہ کسی مسئلے میں جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ اس لئے فرمایا:

''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی''۔[2]

لیکن اگر جھگڑا ہو ہی جائے تو اس کو نمٹانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کا حل تلاش کرنے کیلئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

''پھر اگر تم میں کسی بات پر جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو''۔[3]

صرف رجوع کرنا ہی کافی نہیں بلکہ حضور ﷺ کو دل سے حاکم اور صادق تسلیم کیا جائے' اسی لئے فرمایا:

''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں''۔[4]

پھر جو فیصلہ دربار رسالت مآب ﷺ سے صادر ہو جائے اس میں قیل وقال

---

[1] قرآن حکیم: سورۃ النساء آیت نمبر ۸۰

[2] قرآن حکیم: سورۃ انفعال' آیت نمبر ۴۶

[3] قرآن حکیم: سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹

[4] قرآن حکیم: سورۃ النساء' آیت نمبر ۶۵

اور بحث و مباحثہ کی گنجائش نہیں۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو"[1]۔

لیکن اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے روگردانی کی گئی تو:

"اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا"[2]۔

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہو گیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کو بلا قیل وقال تسلیم کرنا چاہیے' بحث و مباحثہ میں پڑ کر خواہ مخواہ ملت کا شیرازہ منتشر نہ کرنا چاہیے۔ جن امور میں اللہ اور رسول نے خاموشی اختیار فرمائی ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق بغیر کسی تردد کے قبول کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ امور جن کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں یا وہ نیک کام جو مسلمانوں نے ایجاد کئے یا وہ نو پیدا امور جن کی اصل دین سے ہے یقیناً مستحب اور مستحسن ہے۔ ایسے امور کا کرنا نہ کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو سنت ہے۔ اس پر خلفاء راشدین' صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین اور صلحائے امت کا عمل رہا ہے۔ دور جدید میں یہ مجالس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ایک ملی اور قومی ضرورت ہے۔

تمہاری یاد کو کیسے نہ زندگی سمجھوں
یہی تو ایک سہارا ہے زندگی کیلئے

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء صلحاء کے ذکر اور اذکار دلوں میں قوت پیدا کرتے ہیں اور انسان کو حوصلہ اور ہمت بخشتے ہیں یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے جس کا اندازہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں بہت سے انبیاء و رسل کا ذکر

---

[1] قرآن حکیم: سورۃ النساء آیت نمبر ۲۰

[2] قرآن حکیم: سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۲

ہے‘ ان کے مصائب و آلام‘ ان کی ہمت و استقامت‘ ان پر انعام و اکرام کا ذکر ہے۔ قرآن حکیم نے ان ذکر و اذکار کی یہ حکمت بیان فرمائی۔

”اور (اے محبوب) ہم رسولوں کے احوال سب کچھ تم سے بیان کرتے ہیں جس سے تمہارا دل مضبوط کر دیں“۔[1]

معلوم ہوا کہ دل کو قوی رکھنے کیلئے اہل عزیمت اور بلند ہمتوں کے احوال سنانا سنت الٰہی ہے اور سننا سنت رسول ﷺ چنانچہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم مجالس و محافل کے انعقاد پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”جلسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کیلئے ان کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل نہ پیدا کریگی تب تک انکے سینوں میں اوالوالعزمی بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہوسکتی“۔[2]

اس نفسیاتی پس منظر میں ڈاکٹر اقبال‘ محافل میلاد النبی ﷺ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہتر ہے وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کیلئے اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسوۂ رسول ﷺ کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے ان جذبات کو قائم رکھنے کیلئے تین طریقے ہیں“۔[3]

ڈاکٹر محمد اقبال نے جن تین طریقوں کی نشاندہی کی ہے وہ مختصراً یہ ہیں۔

---

1. قرآن حکیم: سورۃ ہود‘ آیت نمبر ۱۲۰
2. نور محمد قادری میلاد شریف اور علامہ اقبال‘ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء ص ۵
3. غلام دستگیر رشید: آثار اقبال‘ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۴۶ء ص ۳۰۵

- انفرادی طور پر درود وسلام پڑھنا۔
- اجتماعی طور پر محافل عید میلاد النبی ﷺ منعقد کرنا۔
- کسی مرشد کامل کی صحبت میں رہ کر اتباع سنت کی عملی تربیت حاصل کرنا۔

اس میں شک نہیں دور جدید میں مسلمانوں کی دماغی اور قلبی تربیت اور کردار سازی کیلئے محافل عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

متحدہ عرب امارات کی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس شیخ احمد عبدالعزیز المبارک محافل عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس تقریب نے لوگوں کے کردار بنانے اور جذبات ابھارنے میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا ہے''۔[1]

مجالس عید میلاد النبی ﷺ اور جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ آپ ماضی کی طرف پیچھے چلیں، پیچھے چلیں اور پیچھے چلیں۔ ایک صدی پیچھے چلیں، دو صدی پیچھے چلیں اور تمام نو پیدا فرقوں اور جماعتوں کو بھی پیچھے چھوڑتے جائیں[2] تو آپ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوں گے کہ دور جدید کے ہر نو پیدا فرقے اور جماعت کے اجداد کا تعلق اسی ایک جماعت سے تھا جس کو اصطلاح شریعت اور اصطلاح عوام میں ''سواد اہلسنت و جماعت'' کہا جاتا ہے اور جس کا نشان امتیاز صدیوں سے ''محفل میلاد'' رہا ہے۔ لیکن عقل یہ سوال کرتی ہے کہ قرآن وحدیث کی واضح ہدایات اور تسلسل و تواتر کے باوجود پھر اختلافات نے شدت اختیار کی اور مسلمان فرقوں اور جماعتوں میں کیوں بٹ گئے؟ تو ان اختلافات کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں راقم کے نزدیک ایک اہم سبب سیاسی بھی ہے۔ جو قابل توجہ ہے۔

---

[1] خلیل احمد رانا' انوار قطب مدینہ' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۴۶۲

[2] قرآن حکیم: سورۃ انعام' آیت نمبر ۱۶۰

دواڑھائی سو سال پہلے دنیا کے تین براعظموں پر پھیلے ہوئے "سوادِ اعظم" کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے برطانوی محکمہ جاسوسی نے ایک جامع پروگرام بنایا اور آنے والی صدیوں میں تسلسل و تندہی کے ساتھ اس پر عمل ہو رہا۔ اس پروگرام کے مختلف اہداف تھے۔ ان اہداف میں حضور ﷺ کی ذات اقدس اور صلحائے امت کی ذوات عالیہ سرفہرست نظر آتی ہیں کیونکہ ان حضرات عالیہ سے وابستگی دین کا صحیح شعور اور اسلام کی سچی محبت پیدا کرتی ہے اور مسلمانوں کو اس حد تک دیوانہ بنا دیتی ہے کہ وہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہی دیوانگی دشمنان اسلام کیلئے صدیوں سے دردِ سر بنی رہی۔ اس کا علاج انہوں نے یہ سوچا کہ اندرونی اور بیرونی سازشوں کے ذریعہ حضور ﷺ اور صلحائے امت کی محبت مسلمانوں سے چھین کر ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کر دیا جائے۔

اٹھارویں صدی کے ایک برطانوی جاسوس ہمفرے کی خفیہ یادداشتوں سے دشمنان اسلام کے پوشیدہ عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ ان یادداشتوں میں پہلے قوت کے ان سرچشموں کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں سے مسلمان قوت حاصل کرتے ہیں۔ قوت کے ان سرچشموں میں مندرجہ ذیل کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

- پیغمبر اکرم ﷺ اہل بیت' علماء اور صلحاء کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان مقامات کو ملاقات اور اجتماع کے مراکز قرار دینا[1]۔
- سادات کا احترام اور رسول اکرم ﷺ کا اس طرح تذکرہ کرنا گویا وہ ابھی زندہ ہیں اور درود و سلام کے مستحق ہیں[2]۔

قوت کے مختلف سرچشموں کی نشاندہی کے بعد ان یادداشتوں میں برطانوی

---

[1] ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۹۸

[2] ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۹۸

محکمہ جاسوسی کی طرف سے مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے' ان کی قوت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے بہت سی ہدایات دی جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ان ہدایات میں مندرجہ ذیل قابل توجہ ہیں۔

- ضروری ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دنیا اور ان آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلافِ شرع ہے۔آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے۔
- دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تا کہ پیغمبر خدا سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور علماء کا احترام چھوڑ دیں[1]۔
- پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بدعت پرستی کے آداب ورسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ و مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی[2]۔

ماضی کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دشمن کے ان پوشیدہ عزائم کو کس کس نے پورا کیا اور بعض حضرات اب بھی پورا کرنے میں لگے ہیں شعوری طور یا غیر شعوری طور پر' یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔شاید ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس عظیم بین الاقوامی سازش کا شکار ہیں۔ ماضی میں یہ سازشیں چھپی چھپی سی تھیں مگر اب گردش زمانے نقاب الٹ دیا ہے۔ضرورت ہے ہم ہوشمندی و تدبر سے کام لیں' اپنی بکھری ہوئی قوت کو یکجا کریں۔اس کا آسان طریقہ یہی ہے کہ گذشتہ

---

[1] ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۱۰۴' ۱۰۵

[2] ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۱۳۰

ڈیڑھ دو صدیوں میں پیدا ہونے والے فرقوں سے دامن کش ہو کر سلف صالحین کی اس راہ کو اپنائیں جس نے ہمیں مہ و پروین کا امیر بنایا تھا۔ ہمیں اپنے اسلاف کرام سے رشتہ جوڑنا چاہیے' دشمنان اسلام نے یہ رشتہ توڑا ہے اور ہم کو کہیں کا نہ رکھا۔ شکر ہے اب عالم اسلام میں ایک نئی لہر آئی ہے۔ اب عشق مصطفیٰ ﷺ کی بات ہو رہی ہے[1]۔ ہاں عشق مصطفیٰ ﷺ کی بات ہونی چاہیے۔ اس عشق کی جو این و آں سے بے نیاز کر کے آفاقی بنا دیتا ہے جو پستیوں سے نکال کر ہمدوش ثریا کر دیتا ہے جو مورِ بے مایہ کو سلیماں بنا دیتا ہے۔

ہاں اسوۂ رسول ﷺ کو دل و جان سے اپنائیے' ان کی ایک ایک ادا کو دل سے لگائیے۔ ہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کا چرچا کیجئے۔ محفل میلاد سجائیے' جشن میلاد منائیے کہ آسماں سے زمین تک ان کا چرچا ہے' درود و سلام کے گجرے آ رہے ہیں' جا رہے ہیں۔ ذکر بلند ہو رہا ہے۔ ہاں ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بلندیوں کا امین ہے۔ ان کی حیات مبارکہ کی ایک ایک آن رفعتوں کی پاسدار ہے۔ وہ اس مقام محمود پر فائز ہیں جہاں حمد کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے۔ جہاں نعت کی بارش ہو رہی ہے۔

---

[1] ڈاکٹر محمد عبدہ' یمانی: علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ' مطبوعہ جدہ' ۱۹۸۸ء

(ب) ابوالحسن ندوی: نقوش (رسول نمبر) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ج ۱' ص ۳۳

مستی عشق مصطفیٰ' قریہ قریہ' کو بہ کو
بادہ فیض جام جام' کیف عطا سبو سبو

میلادِ نیّر

تالیف: علامہ اللہ بخش نیّر (لیّہ)

۱۹۳۸ء ـــــ ـــــء

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین الذی کان نبیا و آدم بین الماء والطین نبی الحرمین امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین جد الحسن والحسین مولانا ومولی الثقلین درالله المکنون سر الله المخزون نور الافئدة والعیون سرور القلب المحزون عالم ما کان وما یکون عظیم الرجاء منبع الجود والعطاء دافع البلاء باذن الله خاتم الانبیاء محمد المصطفیٰ وعلی آله الطیبین واصحابه الطاهرین○

اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم○بسم الله الرحمن الرحیم○

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا○صدق الله مولٰنا العظیم○

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟ غرض و غائت کیا ہے؟ مدعا کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ یہ سوال مجھ سے نجدی قاضی نے بھی کیا کہ اے شیخ آپ نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں میلاد کی محفلیں سجائیں ان کی غرض و غایت کیا ہے؟ پاکستان میں آپ عید میلاد النبی کے جلوس نکالتے ہیں' خیرات کرتے ہیں آخر اس کا مدعا اور مقصد کیا ہے؟ راقم نے گذارش کی ہم میلاد مناتے ہیں شرک کو تباہ و برباد کرنے کیلئے' عقیدہ توحید کی پختگی کیلئے۔ وہ بولے یہ عجیب بات ہے کچھ آپ کے بارے میں یہاں آکر کہتے ہیں یہ مشرک ہیں اور آپ کہتے ہیں ہم شرک کو ملیا میٹ اور تباہ و برباد کرنے کیلئے میلاد مناتے ہیں۔ راقم نے کہا میلاد کا معنی ہے پیدائش' ولادت۔ جس ذات کی ولادت ہو' عبداللہ آمنہ جس کے والدین کریمین ہوں' وہ خدا بھی نہیں اور خدا کا شریک بھی نہیں' لہٰذا جو میلادی ہوگا مشرک نہ ہوگا اور جو مشرک ہوگا میلادی نہ ہوگا۔

ہم سرکار کے میلاد کے موقع پر اظہار مسرت کرتے ہیں' اپنی عاقبت سنوارنے کیلئے' عذاب سے نجات کیلئے' ہمیں یقین ہے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار ایمان کامل اور عقیدہ صحیحہ پر ہے۔ ایمان کامل اور عقیدہ صحیح ہے تو نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' علم' عمل قبول ہے ورنہ سب کچھ فضول ہے۔ لاکھ کے ہندسے میں اکائی کے ساتھ پانچ صفریں ہیں صفروں کی قدر و قیمت اکائی کے ساتھ ہے اگر اکائی کو گرادیں تو صفریں بیکار ہیں ان کی کوئی قیمت نہیں۔ بلاتمثیل ایمان اکائی کی طرح ہے اور صفریں اعمال ان کی قیمت ایمان کی اکائی کے ساتھ ہے۔ یا یوں سمجھئے ایمان جڑ اور اعمال پتے اور پھل پھول ہیں۔ پتے پھل پھول (اعمال) اس وقت ظاہر ہوں گے جب ایمان و عقیدہ کی جڑ تروتازہ ہوگی۔ یا یوں سمجھئے نیک اعمال دودھ کی مثل ہیں اور اسے رکھنے کیلئے صحیح عقیدہ کا پاک برتن چاہیے اگر برتن غلیظ ہو تو جو دودھ اس میں ڈالیں گے سب بیکار ہو جائے گا۔ اس اصول کو سمجھ لینے کے بعد دوسری بات ذہن نشین فرمایئے کہ میلاد النبی ﷺ سرکار کی آمد کے موقع پر خوشی کرنا' اظہار مسرت کرنا ایسا عظیم الشان' رفیع الدرجات اور بارگاہ الٰہی میں ایسی قدر و منزلت والا عمل ہے کہ مومن کی تو کیا بات ہے یہ عمل اگر کسی کافر نے بھی کیا ہے تو خدا تعالیٰ نے اسے بھی محروم نہیں رکھا۔ ابولہب نبی ﷺ کا کافر چچا تھا۔ خدا اس کیلئے لَا یَهْدِیْ تھا نبی پاک ﷺ اس کیلئے لَاتَهْدِیْ تھے یعنی جس کیلئے خدا نے ہدایت نہیں مقدر فرمائی نبی پاک ﷺ نے تقسیم نہیں فرمائی۔ قرآن پاک میں جہاں حضور ﷺ سے ہدایت کی نفی اِنَّكَ لَاتَهْدِیْ ہے وہ بحیثیت خالق و موجد ہونے کے ہے اور جہاں ثبوت وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ' بِالْهُدٰی' وَيُزَكِّيْهِمْ وغیرہ میں وہ خدا کی بنائی ہوئی' مقدر فرمائی ہوئی ہدایات کو تقسیم فرمایا ہے۔

جس طرح وزیر خزانہ سے کوئی نو کا نوٹ طلب کرے تو وزیر کہے گا نو کا نوٹ

ہماری گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ نہیں اسی طرح چچا کی ہدایت کا مطالبہ بھی نو کے نوٹ کے مطالبہ کی طرح ہے۔ وزیر کہے گا اگر خزانہ دیکھنا ہے تو دس' دس' پچاس' پچاس' سو' سو' پانچ' پانچ سو اور ہزار' ہزار کے نوٹ دیکھو۔ میرے آقا و مولیٰ ﷺ بھی فرماتے ہیں۔ میری ہدایت کو دیکھنا ہے تو آؤ میرے صدیق کو دیکھو' آؤ میرے فاروق کو دیکھو' آؤ میرے غنی کو دیکھو' آؤ میرے حیدر کرار کو دیکھو' آؤ میرے حسنین کریمین کو دیکھو آؤ میرے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھو۔

بتاؤ! ان کو ہدایت کس نے عطا فرمائی؟ کلمہ کس نے پڑھایا؟ ایک بزرگ خیرات کریں' مٹھائی کی پڑیاں بنائیں ہر پڑیا پر آدمی کا نام لکھ دیں' اس مجمع میں کوئی نتھو صاحب ہوں (اتفاقاً نام لے رہا ہوں اگر کوئی اس نام کا موجود ہو تو ناراضگی محسوس نہ کرنا) بزرگ ان کے نام کی پڑیا بالکل بنائیں ہی نہ' اپنے کسی غلام سے وہ بزرگ کہیں جو کچھ میں نے بنایا ہے وہ تمہارے دامن میں ڈال دیا ہے تم اب اس مجمع میں میری بنائی ہو چیز کو نام پڑھ کر تقسیم کر دو۔ بتاؤ! نتھو کو مٹھائی ملے گی؟ اب کچھ لوگ سپیکر لگا کر یہ شور مچا دیں کہ تقسیم کرنے والا خالی ہاتھ تھا اس کے پلے تو کچھ نہیں تھا اگر کوئی دلیل مانگے کہ میاں وہ کیسے خالی ہاتھ ہے؟ جواب میں وہ کہیں کہ جناب ہمارے پاس بڑی زبردست دلیل ہے چونکہ ہمارا ''نتھو'' خالی واپس آیا لہٰذا ثابت ہوا تقسیم کرنے والے کے پاس کچھ نہیں۔ آج کل بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ چونکہ چچا خالی ہاتھ رہ گیا لہٰذا ثابت ہوا حضور ﷺ کے پاس کچھ نہیں۔ آپ اس کوڑھ مغز کو سمجھائیں گے کہ تیری نظر فقط نتھو تک محدود رہی۔ باقی لوگوں کو نہیں دیکھا ہم بھی کہتے ہیں ابولہب کو خالی ہاتھ دیکھ کر غلط نتیجہ نکالنے والو! صدیق' فاروق' عثمان' علی' حسین اور دیگر صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو نہیں دیکھتے ان کو ہدایت کس در سے ملی؟ اللہ ہے بنانے والا رسول ہے بانٹنے والا جو چیز در رسول سے ملتی نہیں خدا نے وہ پیدا فرمائی ہی نہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

علامہ عبدالعزیز پرھاروی نبراس ص ۳۰۷ مطبوعہ لاہور میں فرماتے ہیں۔
اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ، وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی کی طرح ہے۔یعنی لَاتَهْدِیْ آپ نے ہدایت نہیں فرمائی وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ بیشک آپ نے ہدایت فرمائی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ آپ کی ہدایت خدا کی ہدایت ہے' آپ کی محبت خدا کی محبت ہے' آپ کا دیدار' دیدارِالٰہی' آپ کا قول کلام اللہ' آپ کی بیعت خدا کی بیعت۔

المختصر! مواہب' زرقانی' معارج النبوت' مدارج النبوت اور دیگر کتب معتبرہ میں ہے۔ ابولہب کافر کو اس کی کنیز' خادمہ ثویبہ نے مبارک باد دی اس نے پوچھا کس بات کی مبارک؟ لونڈی نے کہا تیرا بھتیجا پیدا ہوا ہے۔اس نے پوچھا میرے کس بھائی کا بیٹا پیدا ہوا ہے؟ اس نے کہا تیرے فوت شدہ بھائی' ذبیح ثانی جناب عبداللہ کا درِ یتیم پیدا ہوا ہے۔ بڑی عظمت و آن سے پیدا ہوا ہے' بڑی رفعت و شان سے پیدا ہوا ہے' ناف بریدہ' اور مختون پیدا ہوا ہے' سبز جنتی لباس پہن کر آیا ہے' آتے ہی سجدہ ریز ہوا ہے' رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ کا نعرہ بلند کیا ہے' یہ خوشخبری سن کر ابولہب کافر خوش ہوا۔لیکن اس کو خوشی اس بات کی نہ تھی کہ اللہ کا رسول ﷺ آیا ہے کیونکہ وہ تو رسالت کا اعلان نبوت کے بعد منکر رہا۔اس کو خوشی اس بات کی نہ تھی کہ اللہ کا نبی آیا ہے کیونکہ وہ نبی بمعنی غیب کی خبریں دینے والا تو مانتا ہی نہ تھا' وہ اس بات پر خوش نہ تھا کہ مختارِ کل' حاضر و ناظر' شاہد' مبشر' نذیر' سراج منیر آیا ہے کیونکہ وہ تو ان شانوں کا قائل ہی نہ تھا۔ وہ کچھ اس بات پر خوش نہ تھا کہ اس کا چہرہ وَالضُّحٰی ہے' زلف وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ہاتھ یَدُاللّٰہِ ہے' زبان وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ہے' آنکھ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ہے' وہ تو فقط اس بات پر خوش تھا کہ ایک بشر' انسان' خاکی

اور ہمارے جیسا ہماری قوم کا ایک قریشی پیدا ہوئے۔

المختصر! ابولہب خوش ہوا' فرط مسرت میں اس نے انگلی اٹھائی اور کہا اے ثویبہ تو آزاد ہے۔ وقت مقررہ پر وہ کافر مر گیا۔ موت حق ہے' ہر ایک کیلئے ہے۔ یاد رکھئے کافر کی موت خدائی وارنٹ ہے' عام مومن کی موت خدائی سمن ہے' نبی' ولی کی موت خدائی دعوت ہے۔ بالآخر وہ کافر مر گیا۔ خواب میں اس کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا کسی اور نے اسے دیکھا اور پوچھا۔ بھائی کیا حال ہے؟ اس نے کہا دوزخ میں ہوں۔ مگر سوموار کی ہر رات جبکہ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد پر اظہار مسرت کیا تھا عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ سبابہ اور ابہام کو کشادہ کیا جائے تو ان کے درمیان ایک گڑھا پیدا ہوتا ہے اس کی مقدار کے برابر پانی پیتا ہوں یہ اسلئے ہے کہ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میلاد پر خوشی کی تھی اور ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

ابن جوزی نے کہا کہ یہ ابولہب وہ کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن مجید کی ایک مکمل سورۃ نازل ہوئی آپ کی ولادت سے ولادت کی رات میں اس کو فرحت حاصل ہوئی تھی اسی وقت اس کو دوزخ میں اس فرحت کی جزا دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص آپ کی ولادت سے مسرور ہوتا ہے اور اس عقیدے سے مسرور ہوتا ہے کہ میرا نبی آ گیا' شفیع آ گیا' مختار کل آ گیا' حاضر و ناظر' سراج منیر آ گیا' نور علیٰ نور آ گیا۔ اس محبت والے کا کیا کہنا خدا تعالیٰ اسے ضرور جنات النعیم میں داخل کرے گا۔ یہ امام قسطلانی شارح بخاری نے مواہب میں لکھا: آگے بخاری کے شارح فرماتے ہیں۔ اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینہ میں ہمیشہ محفلیں کرتے ہیں اور اہتمام کرتے ہیں اور کھانے کھلاتے ہیں اور انواع و اقسام کے صدقات ولادت کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں اور اظہار سرور کرتے ہیں اور مبرات میں زیادتی کرتے ہیں اور آپ کے مولد کریم کے قصہ پڑھنے میں توجہ

کرتے ہیں اوران مسلمانوں پر آپ کے مولد شریف کے برکات سے فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔آپ کے مولد شریف کے خواص سے جو چیزیں کہ آزمائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس سال مولد شریف پڑھا جاتا ہےتو وہ مولد مسلمانوں کیلئے آفات زمانی سے امان ہوتا ہےاور مطلوب اور دلی خواہشوں کے پانے میں وہ مولد شریف عاجل بشارت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس شخص پر خاص رحم فرمائے جس نے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے مبارک مہینہ کی راتوں کو عیدیں بنایا تاکہ اس کا عیدیں بنانا ان لوگوں پر سخت تر بیماری ہو جن کے دلوں میں سخت مرض ہے۔

شاہکارِ قدرت

کاریگر ہزاروں چیزیں بناتا ہے مگر کوئی چیز ایسی بناتا ہے جس کے بنانے پر اسے ناز ہوتا ہے۔کاریگر کہتا ہے میں نے بڑی عمارتیں بنائی ہیں مگر لاہور کی بادشاہی مسجد میں نے ایسی بنائی ہے کہ اس کے بنانے پر مجھے ناز ہے وہ مسجد میری کاریگری کا شاہکار ہے۔ پیر کے ہزاروں' لاکھوں مرید ہوتے ہیں مگر ایک مرید ایسا ہوتا ہے جس پر کامل پیر کو ناز ہوتا ہے۔مولانا فخر الدین دہلوی کے ہزاروں مرید تھے مگر قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی آپ کے وہ مرید تھے کہ ان پر مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ناز تھا۔قبلہ عالم کے لاکھوں مرید تھے مگر آپ کے چار خلفاء شاہ سلیمان تونسوی' حافظ جمال اللہ ملتانی کوٹ مٹھن والے قاضی محمد عاقل اور خواجہ نور محمد آپ کے وہ مرید تھے کہ ان پر قبلہ عالم کو ناز تھا۔پیر پٹھان کے لاکھوں مرید تھے مگر جی شریف کے سید امام علی شاہ و سید حیدر علی شاہ اور سیال شریف کے شمس العارفین آپ کے وہ مرید تھے جن پر پیر پٹھان کو ناز تھا۔پیر سال کے لاکھوں مرید تھے مگر گولڑہ شریف کے پیر سید مہر علی شاہ آپ کے وہ مرید تھے جن پر پیر سیال کو ناز تھا۔خواجہ محمد عثمان دامانی موسیٰ زئی شریف ۔ا لے کے ہزاروں' لاکھوں مرید تھے مگر غوث زمن خواجہ غلام

حسن پیر سواگ آپ کے وہ مرید تھے جن پر خواجہ عثمان کو ناز تھا' خواجہ غلام حسن کے لاکھوں مرید تھے مگر میرے مرشد عظیم بارو کریم اور خواجہ گل حسن آپ کے ایسے مرید تھے جن پر پیر سواگ کو ناز تھا۔ جس پیر کا مرید غوث اعظم ہو کیا اس پیر کو اس عظیم مرید پر ناز نہیں ہوگا؟ ہوگا ضرور ہوگا۔ جس پیر کا مرید داتا ہجویری یا خواجہ اجمیری ہو کیا اس پیر کو ایسے مرید پر ناز نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ استاد کے کئی شاگرد ہوتے ہیں مگر ایک شاگرد ایسا ہوتا ہے جس پر استاد کو ناز ہوتا ہے جس استاد کے شاگرد میرے استاد محترم حضور غزالی زماں قبلہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ہوں کیا اس استاد کو ایسے شاگرد پر ناز نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ جس استاد کے شاگرد رشید محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد ہوں کیا اس استاد کو اپنے اس عظیم شاگرد پر ناز نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا۔

پیر اپنے ایک عظیم مرید پر ناز کرتا ہے۔ استاد اپنے ایک قابل ترین شاگرد پر ناز کرتا ہے۔ کاریگر اپنی ایک کاریگری پر ناز کرتا ہے۔ میں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی اے زمین و آسمان بنانے والے اللہ' آسمان کو سورج' چاند اور تاروں سے سجانے والے معبود برحق' اے ملائکہ' جن و انس بنانے والے' رحیم و کریم اللہ' عالمین کی ہر چیز کے موجد و خالق مولا تجھے بھی کسی کے بنانے پر ناز ہے؟ اگر کوئی علم رکھتا ہو تو قرآن مجید میں ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ قرآن اپنے متعلق تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کا دعویٰ کرتا ہے اور خود کہتا ہے خشک و تر ہر شے کا علم میرے اندر موجود ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ گویا خدا تعالیٰ نے فرمایا: میں نے زمین بنائی تو ناز نہیں کیا' آسمان بنایا تو ناز نہیں کیا' تاروں' سورج اور چاند سے سجایا تو ناز نہیں کیا' عرش کو بنایا تو ناز نہیں کیا' ملائکہ کو بنایا تو ناز نہیں کیا' جنات کو بنایا تو ناز نہیں کیا' انسانوں کو بنایا تو ناز نہیں کیا' آدم کو بنایا تو ناز نہیں کیا' ذبیح کو بنایا تو ناز نہیں کیا' اسحٰق کو بنایا تو ناز نہیں کیا' یعقوب کو بنایا تو ناز نہیں کیا' یوسف کو بنایا تو ناز نہیں کیا' غرضیکہ

آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء علیہم السلام کو بنایا تو ناز نہیں کیا' مجھے اگر ناز ہے تو اپنے حبیب کے بنانے پر' دلوں کے طبیب کے بنانے پر' اقرب وقریب کے بنانے پر' طٰہٰ یٰسین کے بنانے پر' رحمۃ للعالمین کے بنانے پر' شفیع المذنبین کے بنانے پر' سراج منیر کے بنانے پر' بشیر و نذیر کے بنانے پر' محبوب عدیم النظیر کے بنانے پر۔

ہمارا عقیدہ ہے۔ خدا نے آدم علیہ السلام کو بے حد حسین بنایا اَحْسَنِ تَقْوِیْم کے سانچے میں ڈھالا' مسجود ملائکہ بنایا۔ مگر خدا نے آدم علیہ السلام کے بنانے پر اپنی قدرت و طاقت کا اظہار نہیں فرمایا کچھ اور حسن و جمال دینا چاہتا تو آدم علیہ السلام میں جگہ باقی تھی۔

آپ سنتے ہیں یوسف علیہ السلام بے حد حسین تھے' ماہ جبین تھے۔ قحط کے زمانے میں مصری جب آپ کے حسن و جمال کو دیکھتے بھوک' پیاس ختم ہو جاتی تھی مگر میرا ایمان ہے خدا کچھ اور حسن و جمال ان کو عطا فرمانا چاہتا تو جگہ باقی تھی مگر قربان جاؤں جب بنانے کی باری آئی تو حسن کی انتہا آپ کی ذات پر' عظمت' شوکت' رفعت بلکہ لاانتہا کی انتہا آپ کی ذات پر فرمادی۔ ہمارا ایمان ہے۔ نظیر و مثال رسول محال بالذات ہے اور محال بالذات تحت قدرت نہیں ہوتا اول وآخر ایک ہی ہوتا ہے۔

دوسرا اول اور دوسرا آخر پیدا ہونا ناممکن اور محال بالذات ہے اسی لئے مجھے کہنے دیجئے عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر قدیر کی قدرت کی انتہا بھی آپ کی ذات پر ہے۔ ایسے حسن و جمال والا' ایسے کمال والا' ایسی قدرت و طاقت' شوکت و رفعت' سطوت و عظمت والا محبوب خدا نے نہ پہلے پیدا کیا اور نہ آئندہ ایسا پیدا کرے گا۔

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

کاریگر اپنا تعارف اپنی کسی خاص چیز سے کراتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے مینار پاکستان بنایا یا جس نے شاہی مسجد بنائی یا میں وہ ہوں جس نے لال قلعہ بنایا۔ وہ

یہ نہیں کہتا کہ میں وہ ہوں جس نے چھپر بنایا' پکی دیوار بنائی۔ پیر اپنا تعارف اپنے کسی کامل' اکمل مرید کے ذریعے کراتا ہے کہ میں وہ ہوں جس کا داتا ہجویری بھی مرید ہے' میں وہ ہوں جس کا شہنشاہ نقشبند پیر بخاری بھی مرید ہے' میں وہ ہوں جس کا غوث الاعظم بھی مرید ہے' میں وہ ہوں جس کا سلطان باہو بھی مرید ہے۔ استاد اپنا تعارف اپنے کسی کامل' اکمل شاگرد کے ذریعے سے کراتا ہے' یعنی وہ کہتا ہے میں وہ ہوں جس نے امام غزالی کو پڑھایا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ' فرما کر اپنا تعارف اپنے حبیب کے ذریعے سے فرمایا۔ ارشاد فرمایا: ھُوَ الَّذِیْٓ وہ ذات ہے کبریا کی جس نے اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ' اپنے رسول کو بھیجا۔ قاعدہ کلیہ اور ضابطہ یہ ہے کہ ہمیشہ بھیجنے والا اسی چیز کو بھیجتا ہے جو اس کے پاس پہلے موجود ہو اَرْسَلَ سے ظاہر ہوا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تو خدا کے آخری نبی بن کر تشریف لائے مگر بھیجنے والے رب کے پاس پہلے موجود تھے۔ اسی آیت کے اخیر پر فرمایا: وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا کوئی تجھے مانے یا نہ مانے تیرا ماننے والا' تیری گواہی دینے والا' اللہ ہی کافی ہے۔ قانون یہ ہے کہ ایک دیتا ہے دوسرا لیتا ہے گواہ ہمیشہ تیسری ذات ہوتی ہے۔ لیکن خدا دینے والا بھی خود ہے اور گواہ بھی خود ہے' چاہیے تو یہ تھا کہ گواہ بنایا جاتا جبریل کو گواہ تو تیسری ذات اس وقت بن سکتی ہے جب تیسری ذات موجود ہو۔ جب اللہ نے اپنے حبیب کے نور کو پیدا فرمایا اس وقت کوئی تیسری ذات محب و محبوب' طالب و مطلوب کے سوا موجود ہوتی تو گواہ بنتی۔ جبریل ہوتا تو گواہ بنتا۔ نہ کوئی تیسری ذات موجود تھی نہ اللہ نے گواہ بنائی' ایک اللہ کی ذات تھی بنانے والی اور دوسری میرے محبوب کی ذات تھی بننے والی۔ ارشاد فرمایا: پیارے اعلان فرمایئے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ سب سے پہلے سر جھکانے والا میں ہوں۔ کائنات میں ہر چیز خدا کے روبرو سرنگوں ہے' سر جھکانے والی ہے وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین و آسمان کی ہر

چیز رب کے حضور سر جھکانے والی ہے۔فرمایا پیارے آپ اعلان فرمادیں میں سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

جملہ انبیاء آدم سے عیسیٰ علیہم السلام تک سر جھکانے والے ہیں مگران سب سے پہلے میری ذات ہے۔ جملہ مخلوق طوعاً وکرہاً' سر جھکانے والی ہے مگران سے پہلے میری ذات ہے۔غرضیکہ حضور علیہ السلام خدا سے بعد اور خدائی سے پہلے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

دِلّی کے محدث' شیخ محقق تمام محدثین کے جداعلیٰ' برکت رسول فی الہند' حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ یہ آیت مقدسہ حمد وثنائے رب جلیل بھی ہے اور نعت مصطفیٰ بھی ہے۔

خدا نے فرمایا: وہ اول وآخر ہے' مصطفیٰ نے فرمایا وہ اول وآخر ہے' خدا نے فرمایا میرا حبیب اول ہے' مصطفیٰ نے فرمایا میرا بنانے والا رب اول ہے' ہم نے کہا خدا بھی اول ہے' مصطفیٰ بھی اول ہے۔اگر کسی کو شرک کا ہیضہ ہونے لگے تو اس کی خدمت میں گذارش ہے یہ شرک نہیں اشتراک لفظی ہے۔اشتراک لفظی پر شرک کا فتویٰ دینا نری جہالت اور ابلہ فریبی ہے۔

اگر کوئی مشرک گروں سے پوچھے کہ آپ کون ہیں! فوراً کہیں گے ہم بحمداللہ مومن ہیں جناب آپ مومن کیسے بن گئے؟ مومن تو خدا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ اللہ بھی مومن تم بھی مومن' کیا یہ شرک نہیں؟ فوراً کہیں گے اللہ ہے مومن بنانے والا ہم ہیں مومن بننے والے' تو ہم بھی کہتے ہیں اللہ ہے اپنے محبوب کو اول بنانے والا اور اللہ کے محبوب ہیں اول بننے والے۔یہ شرک نہیں اشتراک لفظی ہے اشتراک لفظی کی ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔

ان مشرک گروں سے پوچھئے خدا کتنے ہیں؟ کہیں گے فقط ایک۔

اب پھر پوچھئے تمہارے باپ کتنے ہیں؟ فوراً کہیں گے ہمارا باپ بھی فقط ایک ہے۔ خدا بھی ایک اور تمہارا باپ بھی ایک شرک سے بچنا ہے تو اپنے دو تین باپ بناؤ۔

اگر آپ کہیں کہ خدا ہے ایک بنانے والا میرا باپ ہے ایک بننے والا' تو یہی تو ہم کہتے ہیں خدا ہے مصطفیٰ کو اول بنانے والا اور مصطفیٰ ہیں اول بننے والے نہ وہاں شرک اور نہ یہاں شرک۔ محض اشتراک لفظی ہے۔ اشتراک لفظی کی کافی مثالیں ہیں۔ خدا بھی کریم ہے' مصطفیٰ بھی کریم ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ

ترجمہ) اے انسان تجھے کس نے رب کریم کے ساتھ غرہ کیا۔

اس آیت سے رب کا کریم ہونا ثابت ہوا۔ کافروں نے بکواس کی۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ○ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ

قرآن مجید تو محض ایک بشر کا قول ہے۔ ایسا کہنے والا نار سقر میں جائے گا۔ یااللہ اگر یہ محض بشر کا قول نہیں تو کس کا قول ہے۔ ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ بیشک یہ تو رسول کریم کا قول ہے خدا نے کلام اللہ قرآن مجید کو قول رسول کریم قرار دیا۔ معلوم ہوا زبان رسول ترجمان حق اور حق وحی خدا ہے۔

آمدم برسر مطلب

قرآن مجید سے ثابت ہوا رسول بھی کریم اور خدا بھی کریم' خدا بھی رؤف' نبی بھی رؤف' خدا بھی رحیم' نبی بھی رحیم۔ یہ شرک نہیں اشتراک لفظی ہے۔ خدا ہے کریم بنانے والا' مصطفیٰ ہیں کریم بننے والے' خدا ہے رؤف بنانے والا' مصطفیٰ ہیں رؤف بننے والے' خدا بھی علی اور میرے مرشد بھی علی۔ یہ شرک نہیں اشتراک لفظی

ہے۔خدا ہے علی بنانے والا اور علی علی بننے والے ہیں خدا بھی ''مولانا'' اَنْتَ مَوْلٰنَا اور مشرک گر بھی مولانا کہلواتے ہیں کیا یہ شرک نہیں؟ اگر آپ کہیں مولانا نے ہمیں مولانا بنادیا تو یہی تو ہم کہتے ہیں کہ اس بالذات اول آخر ذات نے اپنے حبیب کو اول و آخر بنادیا۔مشرک گردن میں بھی ''حافظ'' اور خدا بھی ''حافظ''۔

ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○

بیشک ہم نے ذکر قرآن کو نازل فرمایا اور قرآن کے حافظ ہم ہی ہیں۔خدا بھی قرآن کا حافظ اور تم بھی قرآن کے حافظ۔اگر آپ کہیں کہ خدا حافظ نے ہمیں قرآن کا حافظ بنادیا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اس اول و آخر نے اپنے محبوب کو اول و آخر بنا دیا' ہے خدا بھی غیب دان' مگر خدا بالذات بغیر کسی کی تعلیم کے ہے اور مصطفیٰ خدا کے بتانے سے بتعلیم ایزدی غیب جانتے ہیں۔خدا بھی شہید ہے عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور مصطفیٰ بھی شہید ہیں وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور وَجِئْنَابِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ہیں۔

ہیں دونوں شہید موجود اور حاضر و ناظر مگر یہ اشتراک لفظی ہے شرک نہیں۔خدا ہے شہید' شاہد' حاضر و ناظر بنانے والا' مصطفیٰ ہیں بننے والے۔اگر آپ کہیں کہ اول بھی مصطفیٰ اور آخر بھی مصطفیٰ یہ تو اجتماع نقیضین ہے' جو قطعاً محال ہے۔اگر آپ اول ہیں تو آخر کیسے؟ اور اگر خاتم النبیین ہیں تو اول کیسے؟ جواباً گذارش ہے حضور ﷺ ذو جہتین ہیں اول بھی ہیں اور آخر بھی' ظاہر بھی ہیں اور باطن بھی ہیں۔ظاہر میں آپ آخری نبی ہیں اور باطن میں ساری مخلوق سے اول آپ ہیں جو آپ کو آخری نبی نہیں مانتا اور اسے ''عوام کا خیال'' بتاتا ہے وہ بھی کافر ہے اور جو اول ہونے کا منکر ہے وہ بھی بے ایمان ہے جو چیز قرآن و حدیث میں آ گئی اس پر ایمان رکھنا

فرض ہے۔ آپ ساون کے مہینے میں آم کے درخت کو دیکھیں آم ٹہنی میں سے ظاہر ہے مگر درحقیقت وہی اول ہے' ابتداء میں بھی وہی تھا اور آخر میں بھی وہی۔ مگر اتنا فرق ہے ابتداء میں بے پردہ تھا انتہاء آخر میں چھلکے کے پردے میں ظاہر ہوا۔ قلندر لاہوری نے کیا خوب فرمایا:

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر
وہ بزم طیبہ میں آ کے بیٹھیں ہزار رخ کو چھپا چھپا کر
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

اور پردے والی بات مشرک گروں کے بڑے قاسم نانوتوی نے بھی ''قصائد قاسمی'' میں بیان کی ہے۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے بجز ستار

اگر ہم کہیں:

تو ہم پر فتوے شرک اور اگر یہی بات ان کا بڑا کہے تو وہ عین ...... موحد۔ فتوے کا معیار ایک ہونا چاہیے۔

ایک صاحب نے کہا کہ بریلوی حضور اکرم ﷺ کو اللہ کے نور میں سے مانتے ہیں۔ لہٰذا مشرک ہیں۔ فقیر نے جب یہی الفاظ ''امداد السلوک'' مصنفہ رشید احمد گنگوھی کے دکھائے کہ خدا نے حضور کو اپنے نور سے پیدا کیا اور اشرفعلی تھانوی کی ''نشر الطیب'' دکھائی جس میں امام بخاری کے استاد اور امام مسلم کے استاذ کے استاذ محدث عبدالرزاق کی سند کے حوالے سے لکھا تھا: یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر سب اشیاء (عرش' فرش' لوح' قلم' جن وانس'

ملائکہ، شمس، قمر، تاروں) سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ تو وہ صاحب حیران رہ گئے۔ میں نے کہا یہ کہاوت دیوبندی مذہب پر منطبق ہوتی ہے۔

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ خدا نے حضور کو جملہ اشیاء سے پہلے بنایا سرکار خود فرماتے ہیں۔ انا اول الخلق میں خدا کی پہلی مخلوق ہوں۔

اللہ ذوالجلال نے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ خدا کی ذات وہ ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا۔ یعنی موت اور حیات دونوں مخلوق ہیں اور حضور ہر مخلوق سے اول ہیں یعنی اس وقت موت اور حیات کا تصور تک نہیں تھا۔ جبکہ حضور موجود تھے۔ معلوم ہوا میرے آقا زندہ رہنے کیلئے حیات کے محتاج نہیں وہ خود روح حیات ہیں۔ وہ خود اصل کائنات ہیں، ان کے ہونے سے سب کچھ ہوا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کا وجود مسعود عالمین بمعنی ماسوی اللہ کیلئے اس لئے بھی رحمت ہے کہ آپ ماسوی اللہ کے ہونے کا باعث ہیں۔

از رسالت در جہاں تکوینِ ما   از رسالت دینِ ما آئینِ ما

اس آیت میں عالمین کو محتاج اور حضور کو محتاج الیہ بتایا گیا اور یہ یقینی بات ہے کہ محتاج الیہ ہمیشہ پہلے ہوتا ہے اور محتاج بعد میں ہوتا ہے۔ ہم زمین، مٹی، پانی، ہوا، ماں، باپ، سامان خورد و نوش کے محتاج ہیں اس لئے یہ چیزیں پہلے تھیں اور ہم بعد میں پیدا ہوئے اور حضور خدا کے سوا کسی کے محتاج نہیں اس کا مظاہرہ شب معراج ہوا۔ خدا نے اپنے محبوب کو وہاں بلایا جسے لامکاں کہتے ہیں۔ تاکہ پتہ چل جائے حضور خدا کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔

آدم کی جبین میں حضور کا نور چمکا کے سب ملائکہ کو اس نور کے صدقے آدم

کے آگے جھکنے کا حکم فرمایا۔ جس نے جھکنے سے انکار کیا اسے مردود' لعین اور کافر بنا دیا۔ حضرت آدم کی توبہ حضور کے صدقے قبول فرمائی۔ حضرت آدم کی تخلیق کا ذکر فرمایا تو پہلے چار قسمیں ارشاد فرمائیں: وَالتِّیْنِ مجھے انجیر کی قسم' خدا بے نیاز و بے پرواہ کو ان قسموں کی کیا ضرورت ہے اس میں بھی ایک راز کی بات ہے۔ خدا نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا یقین کیجئے آدم معصوم ہیں۔ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ دراصل آدم کی پشت میں کافر و منافق ہمہ قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایسے لوگ جنت میں رہنے کے لائق نہ تھے اس لئے راز یہ تھا کہ پیارے آدم جنت سے باہر ڈیرہ جماؤ ان بے ایمانوں کو نکال باہر کرو پھر اپنی مومن اولاد کو ساتھ لے کر جنت میں آ جانا۔ بظاہر حکم تو گندم نہ کھانے کا تھا مگر رضا کچھ اور تھی۔ اللہ والے حکم اور رضا کے درمیان تابع رضا ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو حکم دیا میرے خون کو دفن کر آؤ۔ صحابی نے حکم کو نہیں دیکھا رضا کو دیکھا اور خون پی لیا۔ حالانکہ خون کو پینے کا حکم قرآن و حدیث میں کہیں بھی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عشق والے دلائل نہیں دیکھتے وہ آنکھوں پر سرکار کے ناخن رکھنے کا حکم دیتے ہیں' سرکار کے بال ٹوپی میں بطور تبرک رکھ کر فتح و نصرت کی علامت سمجھتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم السلام سرکار کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ مجھے دلائل مانگنے والے بتائیں ایسا کرنے کا کہیں حکم ہے؟ ہرگز نہیں وہ عاشق لوگ طالب رضا ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی کو اپنا نام مٹانے کا حکم فرمایا مگر آپ نے حکم کو نہ دیکھا رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے نام مبارک نہ مٹایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انگوٹھی کے نگینے میں فقط لا الہ الا اللہ لکھوانے کا حکم فرمایا۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی لکھوا دیا۔ خدا نے جبریل بھیج کر صدیق کا نام بھی لکھوا دیا۔ اگر صدیق نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام خدا سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے خدا بھی نام صدیق کو نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا کرنا پسند نہیں فرماتا۔

آدم نے خدا کی رضا کو دیکھا‘ حکم کو نہ دیکھا‘ جنت کا لباس اتر گیا‘ صرف انگوٹھوں کے ناخنوں کی صورت میں جنتی لباس رکھا گیا جس کو چومنا سنت صدیق ہے یہ مسئلہ فقیر نے ۵۸ کتابوں میں لکھا دیکھا ہے۔ طحاوی اور ملا علی قاری نے اسے صدیق اکبر سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اگر کوئی صاحب کسی صحابی‘ تابعی‘ تبع تابعی‘ آئمہ اربعہ‘ کسی محدث‘ مفسر کے حوالے سے یہ ثابت کر دے کہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا بدعت‘ حرام اور ناجائز ہے اور چومنے والا بدعتی جہنمی ہے فقیر اس کے ہاتھ پر بیعت کرے گا اور منہ مانگا انعام دے گا اور اس مذہب کی تبلیغ بند کر دے گا۔

اب آدم علیہ السلام درختوں سے پتے مانگتے ہیں مگر انجیر کے سوا کسی نے پتے نہ دیئے خدا نے پوچھا اے انجیر تو نے کیا کیا؟ عرض کی مولا! آدم تیرا‘ تو آدم کا‘ کل آدم اور تیری صلح ہو جائے گی میں کیوں درمیان میں فریق بنوں۔ ارشاد فرمایا: میرے نبی کی عزت کرنے والے درخت میں قرآن میں تیری قسم ارشاد فرماؤں گا۔ وَالتِّیْنِ مجھے انجیر کی قسم۔

کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ تین سے مراد مقام تین ہے جہاں اصحاب کہف آرام فرما ہیں۔ یا اللہ جس مقام کو تو قسم ارشاد فرما رہا ہے وہاں پر تو ایک کتا بھی موجود ہے۔ گویا فرمایا ہاں ہاں کتا ہے مگر ادب والا کتا ہے۔ خدا تعالیٰ دو ٹانگوں والے بے ادب کتے سے محفوظ رکھے۔ بعض کتے صحابہ کو بھونکتے ہیں‘ بعض اہل بیت کو بھونکتے ہیں اور بعض کتے سرکار ﷺ کو بھونکتے ہیں۔ بعض کتے خود خدا تعالیٰ کو بھونکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کتوں کے شر سے بچائے رکھے۔

دوسری قسم فرمائی وَالزَّیْتُوْنِ مجھے زیتون کی قسم‘ محبوب کی زلفوں میں زیتون کا تیل لگا تھا تو وہی درخت بھی پیارا لگا‘ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ مجھے طور سینا کی قسم‘ طور سینا کی قسم اس لئے فرمائی کہ وہاں کلیم اللہ ذکر حبیب کرتے تھے خدا سے عرض کی یا اللہ کلیم

اور حبیب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا: کلیم وہ ہے جو خدا کی رضا چاہتا ہے اور حبیب وہ ہے جس کی رضا کا طالب خود خالق ہے۔ کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضا یامحمد۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

علامہ اقبال کے سامنے جب اعلیٰ حضرت کی یہ نعت پڑھی گئی تو آپ کو اسی شعر پر وجد آ گیا اور وجدانی حالت میں آپ کی زبان پر دو مصرے آ گئے۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس عالم بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش جلائے خدا اور بجھائے محمد

ارشاد فرمایا وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ مجھے اس امن والے شہر کی قسم۔ قسم ارشاد فرمانے کی وجہ بتائی: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ میں اس شہر کی قسم اس لئے ارشاد فرماتا ہوں کہ آپ کے نوری قدم اس شہر میں لگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں۔ یہاں پر ہمزہ استفہام کا مقدر ہے یعنی کیا میں اس عظیم شہر کی قسم ارشاد نہ فرماؤں جہاں آپ تشریف فرما ہیں۔

عشاق نے کہا حضور ﷺ مکے میں تھے تو مکے کی قسم ہے' جب یار مدینے چلے گئے تو اب یہ قسم مدینہ طیبہ کی ہے۔ (شفاء شریف قاضی عیاض)

چار قسمیں ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ہم نے حضرت انسان یعنی اس لباس اور حجاب کو جس میں ہم نے اپنے محبوب کا نور ظاہر کرنا تھا بہترین سانچے میں ڈھالا' بہت حسین بنایا۔

آدم زمین پر اپنے عہدۂ خلافت کا چارج سنبھالنے کیلئے آئے دو معصوم تھے۔ روزہ کی حالت میں دو آدمی پانی پی لیتے ہیں' ایک نے عمداً اور دوسرے نے سہواً بحالت

نسیان بھول کر پی لیا بظاہر عمل تو ایک جیسا نظر آتا ہے مگر دونوں میں بڑا فرق ہے' پہلے آدمی کا روزہ ٹوٹ گیا وہ کفارہ ادا کرے اور دوسرے کا روزہ نہیں ٹوٹا۔

حضرت آدم کے بارے مین خدا نے فَنَسِیَ فرمایا یعنی انہوں نے وہ دانہ بحالت نسیان کھایا۔ لہٰذا گناہ نہیں۔ نسیان علم کی نفی نہیں' نسیان ہوتا ہی اس چیز کا ہے جس کا پہلے سے علم ہو' آدم نے حضور ﷺ کے اسم مقدس کا وسیلہ پیش کیا' خدا نے پوچھا تمہیں اس محبوب کے مقام کا کیسے علم ہوا؟ عرض کی مولا جب تو نے میرے اندر روح پھونکی مجھے علم بھی ساتھ ہی آ گیا میں نے عرش پر لکھا دیکھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ میں نے مقام مصطفیٰ کا اندازہ اسی کلمے سے لگایا جہاں اسم اللہ کا "ھا" ہے ساتھ ہی محمد کی "میم" ہے۔ خدا نے جدا نہیں فرمایا جو خدا بھی نہیں جدا بھی نہیں اسی خاطر میں نے اس کا وسیلہ پیش کیا۔ خدا نے وسیلہ قبول فرمایا اور فرمایا: اے آدم! تیری اولاد میں سے جو بھی اس نام کا وسیلہ میری بارگاہ میں لائے گا میں راضی ہو جاؤں گا۔ شیطان خدا کا راضی ہونا پسند نہیں کرتا اس لئے کہتا ہے مصطفیٰ کا وسیلہ ناجائز اور شرک ہے۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

وہ نور پاک حضرت نوح کی جبین میں چمکا' آپ کی دعوت حق کو صرف اسی آدمیوں نے قبول فرمایا آپ نے تنگ آ کر قوم کے خلاف دعا کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا

یا اللہ کسی کافر کے گھر کو نہ چھوڑ سب کافروں کو غرق کر دے۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ بے ایمان تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے تیرے بتائے ہوئے علم سے

مجھے معلوم ہے کہ ان کی پشتوں میں کافر فاجر ہیں۔

حضور ﷺ نے عرض کیا: یا اللہ ان کو چھوڑ دے غرق نہ کر اس لئے کہ مجھے ان کی نسلوں میں اپنے غلام نظر آتے ہیں۔ (انبیاء علیہم السلام کے علم پر قربان جاؤں)

نوح علیہ السلام نے کہا: یا اللہ! بے ایمانوں نے پیدا ہونا ہے میری گذارش پر تقدیر ہی بدل دے ان کو ختم کر کے بدبختوں کو پیدا ہی نہ کر۔

چنانچہ حکم ہوا کشتی بناؤ، کشتی میں ہر ذی روح کا جوڑا جوڑا بٹھاؤ، سانپ آنے لگا، آپ نے فرمایا: میرے صحابہ کا خیال رکھنا۔ عرض کی حضور آپ کے صحابہ اور قیامت تک آنے والے انسان جو آپ پر سلام پڑھیں گے یعنی سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ پڑھیں گے میں اور میری تمام نسل جو بھی قیامت تک ہوگی ڈنگ نہیں ماریں گے۔ افسوس تو اس موذی پر ہے کہ ہم "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھتے ہیں اور وہ ہم پر بدعت وشرک کے ڈنگ مارتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کھڑے ہو کر نہ پڑھو اور خود پڑھتا ہے، جنازے میں صلاۃ بھی ہے اور اخیر میں سلام بھی، دوسری تکبیر کے بعد صلاۃ بمعنی درود ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہے۔ جو مونڈھوں والے فرشتوں کو کیا جاتا ہے۔ کیا وہ حالت قیام نہیں ہوتی؟

ظالمو! بتاؤ تم نے کھڑے ہو کر سلام کیوں پڑھا؟ قرآن مجید میں سلام والی آیات ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ، سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ، وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

بحالت تراویح تمہارے اور ہمارے حافظ صاحبان یہ سلام بحالت قیام نہیں پڑھتے؟ تمہارا فتویٰ کہاں گیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جب مسجد میں آؤ مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھو۔ پھر داہنا قدم مسجد میں رکھو اور کہو اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك بتاؤ یہ صلاۃ وسلام بحالت قیام پڑھو گے یا بیٹھ کر؟ یقیناً یہ حالت قیام میں پڑھا جائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جب گھروں میں آؤ اور کوئی گھر میں موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام پڑھو۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفی شرح شفاء میں لکھتے ہیں۔ لان روح النبی حاضرۃ بیوب اهل الاسلام اسلئے کہ حضور ﷺ کی روح مقدسہ ہر اہل ایمان کے گھر میں حاضر اور موجود ہوتی ہے' یہ سلام بھی بحالت قیام پڑھا جائے گا۔

صلاۃ وسلام ممانعت شرعی کے علاوہ ہر مقام پر ہر حالت میں جائز ہے۔ چاہے قیام ہو یا قعود' ممانعت کے بھی کچھ مقام ہیں جہاں سرکار نے صلاۃ وسلام پڑھنے سے منع فرمایا۔ مثلاً عورت مرد کا تخلیہ' بیت الخلاء میں' چھینک آنے کے وقت' جانور ذبح کرتے وقت' پاؤں پھسلتے وقت' مال کی عمدگی ظاہر کرنے کیلئے' سودا بیچتے وقت' فرض وتر اور سنن مؤکدہ کیلئے التحیات میں عبدہ ورسولہ کے بعد حضور ﷺ نے درود شریف پڑھنے سے منع فرمایا۔

جہاں شرعی ممانعت آئی ہے وہاں ضرور رک جائیں گے اور جہاں ممانعت شرعی نہیں وہاں دنیا کی کوئی طاقت ہمیں درود وسلام سے نہیں روک سکتی۔ سڑک کھلی ہے چلتے جایئے جہاں لال بتی ہے وہاں رک جایئے۔ خدا نے فرمایا وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جس بات سے میرا محبوب روکے اس سے رک جاؤ ورنہ سڑک کھلی ہے۔ اصل میں ہر شے مباح ہے جب تک شرعی ممانعت نہ آئے کسی چیز کو ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ اذان سے پہلے اور بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کی کوئی شرعی ممانعت ہے تو حوالہ پیش کیجئے۔ چشم ماروشن دل ماشاد ہم خود رک جائیں گے آپ کا مذہب بھی قبول کریں گے اور منہ مانگا انعام بھی دیں گے۔ اگر آپ کے پاس کوئی سند نہیں تو اپنی گندی زبان کو لگام دیجئے۔ کسی چیز کو ناجائز وحرام کہنے کا اختیار خدا نے آپ کی زبان کو نہیں دیا' یہ اختیار خدا نے صرف اپنے محبوب کو دیا ہے۔ اذان کے بعد تو صلاۃ پڑھنے کا نسائی شریف میں مستقل باب ہے۔ باب الصلوۃ علی النبی بعد الآذان "اذان کے بعد

حضور ﷺ پر صلاۃ پڑھنے کا باب"۔ حضور ﷺ نے خود حکم فرمایا ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ اذان کے بعد میری ذات پر صلاۃ پڑھا کرو۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں بھی حکم ہے۔ تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک میں اذان کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کا سلام پڑھنا ثابت ہے۔ جب حضور ﷺ نے خود حکم فرمایا ایسا کون سا صحابی ہے جو آپ کی حکم عدولی کرتا ہو۔

نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی برکت کیلئے اس پر حضور ﷺ کا نام لکھا۔ آپ کے ۸۰ صحابی اور ہمہ قسم کے جانور اس میں موجود تھے۔ اللہ کے نبی نے اپنے بیٹے کنعان (بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ آپ کی بیوی کے پہلے خاوند کا بیٹا اور آپ کا پروردہ تھا) کو پکارا۔ یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ اے بیٹے ہمارے ساتھ آ جا کیونکہ نور مصطفیٰ ﷺ ادھر ہے۔ کافروں کے ساتھ مت شامل ہو۔ وہ منافق جو بظاہر مسلمان تھا کہنے لگا سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے سیلاب سے بچا لیں گے۔ میں نبی کے وسیلے کا قائل نہیں میں تو خدا کے بنے ہوئے پہاڑوں کی پناہ پکڑوں گا۔ غیر اللہ کا وسیلہ میرے نزدیک ناجائز ہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا: لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ آج کے دن بجز اس کے جس پر اللہ رحم فرمائے یعنی ایک بڑھیا کے علاوہ اور میری کشتی میں سوار ہونے والوں کے علاوہ کسی کو پناہ نہیں ملے گی۔

نبی سے دور ہونے والا غرق ہو گیا اور نبی کی معیت میں آنے والے جانور بچ گئے۔ معلوم ہوا نبی کا منکر کتوں، گدھوں سے بھی بدتر ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں نبی نے اپنے بیٹے کو کیوں نہ بچا لیا۔ بھائیو! غور کرو نبی کی اول دعا کو دیکھو عرض کرتے ہیں۔ مولا سب کافروں کو غرق کر دے۔ وہ تو غرق ہی باپ کی دعائے جلال سے ہوا۔ وہ چونکہ ظاہری مسلمان تھا اللہ کے نبی نے ظاہر کی بات کی بناء پر بارگاہ الٰہی میں

عرض کی اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَھۡلِیۡ میرا بیٹا بظاہر میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے کہ مسلمان بچ جائیں گے۔ خدا نے اس کے باطن کی بات ظاہر فرما دی اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِكَ بیشک حقیقت میں یہ تیرے اہل میں سے نہیں۔ یہ تو کافر ہے۔ قرآن مجید میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس میں نبی نے عرض کی ہو یا اللہ میرے بیٹے کو بچا لے یا غرق نہ کر صرف اس کی باطنی حالت یعنی نفاق کو ظاہر کرنے کا بیان ہے۔ خدا نے نبی سے صاف فرما دیا وَلَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا میرے ساتھ ظالموں کی نجات کے بارے میں بات نہ کرنا۔ اللہ کا نبی خدا کی حکم عدولی کبھی نہیں کرتا۔ بہر حال نبی کی کشتی کو کنارا نصیب ہوا تو حضور ﷺ کے نور کا صدقہ اور حضور ﷺ کے طفیل حضور ﷺ کے نام کی برکت سے کشتی کنارے لگی۔ یہ بھی اللہ والوں کا وسیلہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔

بگرداب بلا افتاد کشتی مدد کن یا معین الدین چشتی

ہم پر شرک کے فتوے لگانے والوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان لوگوں نے جہاز کے غرق ہوتے وقت اپنے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو مدد کیلئے پکارا تو آپ نے ڈوبتا جہاز ترا دیا۔ امداد المشتاق صفحہ ۴۴ میں تھانوی نے لکھا ہے۔ غوث الاعظم نے ڈوبتے جہاز کو ہمت وتوجہِ باطنی سے بچالیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ ڈوبتا جہاز ترایا۔ ملاحظہ ہو امداد المشتاق ص ۴۴ اور ۱۴۱

یہ سب کچھ اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔ بھائیو! من دون اللہ اور ولی اللہ میں فرق ہے۔ مشرکین من دون اللہ کو پکارتے تھے اور ہم ولی اللہ کو پکارتے ہیں، وہ بتوں کو معبود اور الٰہ سمجھ کر پکارتے تھے اور ہم خدا کے پیارے بندوں (جن کو خدا نے کارکشا اور کارساز بنایا ہے) کو پکارتے ہیں۔ جن کا ہاتھ كُنۡتُ یَدَہٗ الَّتِیۡ یَبۡطِشُ بِھَا ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کار کشا' کارساز

حقیقت میں وہ خدا کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں۔

وہ مقصود کائنات' نور اولین' جنات ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی جبین میں چمکا آپ کی برکت سے نار گلزار ہوئی۔ اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی جبین میں چمکا تو اس نور پاک کی برکت سے خدا نے دنبہ بھیج کر آپ کو بچا لیا۔

یہ نور ہمیشہ پاک پشتوں اور پاک رحموں میں رہا۔ کوئی ان میں کافر و مشرک نہ تھا اللہ ذوالجلال نے فرمایا: اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ وہ ذات ہے جس کی نگاہ کرم آپ پر ہے جب آپ حالت قیام میں ہوں اور آپ ساجدین میں منقلب ہوتے آئے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اس ایت کی ایک قرأت اَنْفَسِكُمْ بھی ہے یعنی آپ نفیس ترین لوگوں میں ہوتے آئے۔ آپ کہیں گے آذر ابراہیم علیہ السلام کا اب ہے اور وہ کافر ہے۔ آیتوں میں تطابق کیسے ہو۔ جواباً گذارش ہے آذر واقعی ابراہیم علیہ السلام کا ''اب'' ہے والد نہیں۔ اب اور والد میں فرق ہے۔ والد وہ ہوتا ہے جس کے نطفے سے آدمی پیدا ہوتا ہے آپ نے اخیر تک اپنے والدین کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ اور آذر اب کے بارے میں قرآن میں واضح الفاظ ہیں فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے آپ اس سے علیحدہ ہو گئے۔ لیکن والد کیلئے دعا فرماتے رہے۔ اب آپ کے ذہن میں سوال ابھرے گا کہ والد اور اب میں فرق کیا ہے؟ والد وہ ہے جس کے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے اور اب کا اطلاق چچا تایا اور نانا دادا پر بھی ہوتا ہے۔ جلیل القدر مفسر امام جلال الدین سیوطی نے اس بارے میں چھ رسائل لکھے

ہیں اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آذر ہے۔ آپ مجھ سے پوچھیں گے قرآن میں چچا کو "اب" کہاں کہا گیا ہے؟ تو سنیے جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچوں سے آخری وقت پوچھا میری وفات کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ قرآن مجید میں ہے۔ بچوں نے جواب دیا: نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ہم تیرے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے آباء "ابراہیم واسماعیل واسحاق" علیہم السلام کے معبود کی ایک معبود ہے کی عبادت کریں گے' اب توجہ فرمائیں ابراہیم علیہ السلام جناب یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں اسماعیل علیہ السلام چچا ہیں اور اسحاق علیہ السلام والد ہیں۔ ان سب کو قرآن میں اٰبَآئِكَ فرمایا گیا لہٰذا آذر "اب" بمعنیٰ چچا ہے والد نہیں۔

یہ نور خواجہ عبدالمطلب کی جبین میں چمکا آپ کا اصل نام شیبۃ الحمد ہے۔ وقت ولادت ان کے سر کے تمام بال سفید تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کے سر میں ایک بال سے زیادہ سفیدی نہ تھی۔ اس لئے ان کا نام شیبۃ الحمد ہو گیا۔ آپ کی ولادت آپ کے والد ہاشم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ (اس وقت یثرب نام تھا) میں ہوئی۔ بعض روایتوں کے مطابق والد کی وفات کے وقت صغیر السن تھے۔

آپ کی عمر جبکہ سات سال کی تھی آپ اپنے ننھال میں والدہ کی سرپرستی میں مدینہ طیبہ (یثرب) میں پروان چڑھ رہے تھے ایک دن یثرب (مدینہ منورہ) کے میدان میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں مشغول تھے' قریش کے ایک آدمی کا اس طرف گزر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ان کا ہر تیر ہر مرتبہ نشانے پر لگتا ہے۔ آپ تیر پھینکتے وقت یہ کہتے انا ابن هاشم ارمی سهاما میں ہاشم کا بیٹا تیر پھینک رہا ہوں۔ اس شخص نے مکہ آ کر ہاشم کے بھائی اور شیبہ کے چچا مطلب کو بھتیجے کے بارے میں بتایا۔ عبد مناف کے بیٹوں کے نام ہاشم' مطلب' عبدالشمس اور نوفل ہیں۔ ہاشم کے بیٹے نبی

پاک کے دادا شیبہ ہیں اور مطلب عبدالمطلب کے حقیقی چچا اور ہاشم کے بھائی ہیں۔

اس شخص نے شیبہ کی غربت' فلاکت' تنہائی کی بھی منظر کشی کر کے مطلب کو بہت شرمندہ کیا۔ یہ باتیں سن کر مطلب کو سخت شرمندگی ہوئی اور اسی وقت عہد کیا کہ گھر میں بعد میں داخل ہوں گا پہلے اپنے بھتیجے کو مدینہ (یثرب) سے مکہ لاؤں گا۔ اس شخص نے کہا اگر ایسا ہی ارادہ رکھتے ہو تو میرا اونٹ حاضر ہے۔

مطلب اس کا اونٹ عاریۃً لے کر بغیر کسی سے کہے سنے عازم یثرب ہوئے اور شیبہ کو خاموشی سے بغیر ان کی والدہ کو اطلاع کئے ہوئے اونٹ پر ساتھ بٹھا کر مکہ لے آئے۔ راستہ میں مطلب سے جس نے ان کے متعلق معلوم کیا تو مطلب نے بتایا کہ مدینہ سے غلام خرید کر لا رہا ہوں۔ کیونکہ شیبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اگر بھتیجا کہتے تو لوگ شرمسار کرتے اس لئے ''عبد'' کہتے آئے۔ چچا مطلب نے چونکہ آپ کو اپنا عبد کہا تھا اس لئے آپ نے اپنے آپ کو ''عبدالمطلب'' کہلوانا پسند فرمایا۔

مکہ آ کر مطلب نے شیبہ کو عمدہ لباس پہنا کر عبد مناف کے اشراف کی مجلس میں لا کر بٹھایا تمام مناصب و اعزاز انہیں مل گئے۔ قوم کی سیادت و امامت کی ذمہ داریاں بھی آپ کے سپرد ہو گئیں۔ ان کی بزرگی اور سیادت کی شہرت اطراف و اکناف میں پھیل گئی۔ اسی طرح باہر کے لوگ جب حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ آتے تو ان کیلئے ہدایتہً تحائف لے کر آتے۔

عبدالمطلب کے وسیلے سے دعائیں مانگی جاتیں

جب کبھی اہل عرب پر کوئی افتاد پڑتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی تو عبدالمطلب کو ساتھ لے کر ساری قوم کوہ ثبیر پر آتی اور عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ ان مصائب و آلام کو دور فرما دیتا۔ چاہ زمزم جو کچھ عرصہ سے بند تھا آپ نے خواب میں اشارہ پا کر اس کے دوبارہ کھودا

اور وہ پانی دوبارہ جاری ہوگیا۔ عرب میں عبدالمطلب پہلے شخص تھے جنہوں نے کالا خضاب لگایا۔ (مواہب)

نبی پاک ﷺ جب الیاس کی پشت میں تھے تو الیاس حضور ﷺ کا حج کے موقعہ پر لبیك اللھم لبیك کہنا اپنی صلب سے سنتے تھے۔ حضور ﷺ کے ایک جداعلیٰ نزار ہیں جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے باپ نے حضور ﷺ کا نور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان دیکھا۔ (مواہب)

واقعہ اصحاب فیل

یمن کے بادشاہ اصحمۃ النجاشی کی طرف سے ابرھہ بیت اللہ شریف ڈھانے آیا اور عبدالمطلب کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اے اہل مکہ یہ ابرھہ بیت اللہ کو ڈھا نہ سکے گا اس لئے کہ اس بیت کا وہ رب ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے پھر ابرھہ آیا اور قریش کے اونٹ اور بکریاں ھانک کر لے گیا ان اونٹوں میں عبدالمطلب کی چار سو اونٹنیاں تھیں۔ عبدالمطلب قریش کے لوگوں کے ساتھ سوار ہوئے اور کوہ شبیر پر چڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا نور مبارک اگرچہ عبدالمطلب سے منتقل ہو چکا تھا۔ تاہم جبین میں اس نور کا اثر باقی تھا کہ وہ نور عبدالمطلب کی جبین میں مثل ھالہ ہلال کے چمکا اور اس کی شعاع سورج کی مانند بیت اللہ پر پڑی۔ جب عبدالمطلب نے حضور ﷺ کے نور کی یہ شان دیکھی تو فرمایا: فتح ونصرت ہماری ہے۔ سب پلٹ جاؤ۔ ابرھہ نے ایک شخص کو بھیجا جب وہ مکہ میں آیا اور اس نے عبدالمطلب کے چہرہ کی طرف نظر کی اس نے خضوع کیا اور اس کی زبان لڑکھڑا گئی اور بیہوش ہوکر گر پڑا اور ایسی آواز نکالنے جیسے ذبح کے وقت بیل آواز نکالتا ہے جب ہوش میں آیا تو عبدالمطلب کے واسطے سجدہ میں گرا اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ قریش کے برحق سید ہیں۔

خواجہ عبدالمطلب جب ابرھہ کے پاس پہنچے تو اس کا ایک ہاتھی جو ابرھہ کو سجدہ

نہیں کرتا تھا وہ ہاتھی عبدالمطلب کے سامنے سجدہ میں گرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھی کو گویا کر دیا اس نے کہا اے عبدالمطلب! اس نور پر سلام جو آپ کی پشت میں رہا ہے۔

ایسا ہی کتاب النطق المفھوم میں ہے۔ ابرھہ نے خواجہ عبدالمطلب سے کہا اے خواجہ آپ نے مال کا سوال کیا ہے حالانکہ مجھے اس سے غرض نہیں میں تو تمہارا کعبہ ڈھانے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جو چیز ہماری ہے ہم اسی کی بات کر سکتے ہیں کعبہ جانے کعبے والا جانے۔ ابرھہ نے کعبے پر حملے کا حکم دیا مگر اس کا وہ ہاتھی جس کا نام اس نے فیل محمود رکھا تھا قطعاً کعبے کی طرف نہ آیا وہ بیٹھ گیا اور کعبے کی طرف سر جھکا دیا۔ خدا نے طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ چھوٹے چھوٹے پرندے سمندر کی طرف سے بھیجے ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے ایک پتھر اس کی چونچ میں اور دو پتھر اس کے دونوں پنجوں میں۔ مسور کے دانہ کی مثل تھے۔ جس کو بھی وہ پتھر لگتا وہ وہیں فی النار ہو جاتا۔ غرضیکہ اس کا سارا لشکر خدا نے ابابیلوں کے ذریعے فی النار کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ میں اسی واقعہ کا بیان فرمایا۔

خواجہ عبدالمطلب کا خواب

آپ نے عجیب خواب دیکھا ایک کاھنہ کو بتایا کہ میں نے دیکھا ہے میری پشت سے ایک زنجیر نکلی جو شش جہات میں پھیل گئی۔ پھر اس نے درخت کی شکل اختیار کی وہ درخت ساری دنیا میں پھیل گیا۔ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی شاخیں پکڑے لٹک رہی تھی اور قریش کی ایک اور جماعت اس درخت کو کاٹنے کے درپے تھی لیکن جب وہ جماعت قریب آتی ایک حسین وجمیل جوان ان کو اس سے دور کر دیتا۔ کاھنہ نے کہا تمہاری نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس پر آسمان و زمین کے لوگ ایمان لائیں گے' اس کا دین شش جہات میں پھیلے گا اور زنجیر کی طرح مضبوط ہوگا۔

عبدالمطلب کا خواب

جب عبدالمطلب بالغ ہوئے وہ خواب سے اس حال میں بیدار ہوئے کہ ان کی آنکھوں میں قدرتی سرمہ لگا ہوا اور سر میں خوشبودار تیل لگا تھا اور حسن و جمال کا حلہ ان کو پہنایا گیا تھا وہ اپنی ایسی حالت دیکھ کر متحیر رہ گئے' وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ کس نے لگایا اور سر میں تیل کس نے ڈالا ہے۔ آپ کے چچا مطلب آپ کو کاھنوں کے پاس لے گئے اور اس واقعہ کی خبر دی۔ کاھنوں نے مطلب سے کہا کہ اپنے بھتیجے عبدالمطلب کی شادی کرو آسمان کے اللہ نے شادی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ کی بیوی فاطمہ کے بطن سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔

ابن الذبیحین

حضور ﷺ نے فرمایا میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کی یا ابن الذبیحین مجھے کچھ عنایت فرمایئے۔ آپ یہ سن کر مسکرا دیئے۔ ابن الذبیحین ہونے سے انکار نہیں فرمایا۔ اس لقب کی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ذبیح تو آپ کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' دوسرے آپ کے والد عبداللہ کا لقب بھی ذبیح ثانی ہے۔ آپ کے دادا خواجہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی کے وقت منت مانی تھی کہ جب میرے دس بچے جوان ہو جائیں گے ایک بچے کو راہ خدا میں قربان کروں گا۔ چنانچہ جب دس لڑکے جوان ہوگئے تو قرعہ ڈالا کہ کس کو ذبح کروں۔ قرعہ جناب عبداللہ کے نام کا نکلا۔ چھری رسی لے کر عبداللہ کو ذبح کرنے لے چلے۔ سادات قریش نے کہا ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ایک کاھنہ جس کا نام قطبہ یا سجاح ہے اس کے پاس چلو جیسے وہ کہے اس پر عمل کرو۔ قریش مدینہ کی طرف گئے وہ

عورت خیبر میں تھی وہ سب خیبر میں اس کے پاس گئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ کاھنہ نے پوچھا تمہارے ہاں ایک جان کی دیت کتنی ہے انہوں نے کہا دس اونٹ' کاھنہ نے کہا واپس مکہ پلٹ جاؤ۔ حضرت عبداللہ کو حاضر کرو اور دس اونٹ حاضر کرو۔ پھر دس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ ڈالو اگر اونٹوں کے نام کا قرعہ نکلے تو اونٹ ذبح کرو اور اگر تمہارے سردار عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کرو اسی طرح اونٹوں کی تعداد ہر قرعہ پر بڑھاتے جاؤ۔ جس وقت قرعہ اونٹوں پر نکل آئے تو اونٹوں کو ذبح کر ڈالو اور جان لو تمہارا رب راضی ہو گیا۔ یہاں آ کر قرعہ ڈالتے رہے ہر مرتبہ قرعہ حضرت عبداللہ کے نام کا نکلتا تھا یہاں تک کہ اونٹ ایک سو کی تعداد کو پہنچ گئے۔ پھر قرعہ اونٹوں پر نکلا اور سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔ عبداللہ کا لقب ذبیح ثانی پڑ گیا۔ عرب میں قتل کی دیت سو (۱۰۰) اونٹ اسی دن سے شروع ہوئی۔ جسے حضور ﷺ نے برقرار رکھا اور عورت کی نصف دیت مقرر کی۔

حضرت عبداللہ اور بت خانہ

حضرت عبداللہ اتفاقاً کبھی بت خانے چلے جاتے تو بت چیخ چیخ کر کہتے کہ اے عبداللہ آپ کی پیشانی میں نور مصطفیٰ چمک رہا ہے لہٰذا آپ ہمارے قریب نہ آنا۔ یہ سعادت مند فرزند ہماری تباہی و بربادی کا سبب ہوں گے۔

یہودی نور مصطفیٰ ﷺ کے دشمن

یہودیوں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ پر حملہ کیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے نور کے دشمن تھے۔ یہ قریباً ستر آدمی مسلح تھے۔ اس واقعہ کو دیکھنے والے حضرت بی بی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت وھب بن عبد مناف تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمانی مخلوق نے ابلق گھوڑوں پر سوار آسمان سے زمین پر اتر آتے ہی ان یہودیوں کو واصل جہنم کر

دیا۔ وھب نے اس منظر کو دیکھا تو عبداللہ کی قدر و منزلت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ اس وقت دل میں خیال کیا کہ اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی جائے تو کیا اچھا ہو۔

سیدہ آمنہ سے حضرت عبداللہ کی شادی ہوگئی۔ کئی عورتیں نبی آخر الزمان ﷺ کی ماں بننے کی تمنا میں حضرت عبداللہ سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔ ان میں سے ایک ورقہ بن نوفل کی بہن ام قتال تھی یا قتیلہ اس کا نام ہے دوسری فاطمہ شامیہ' انہوں نے شادی کی خواہش کی' آپ نے فرمایا یہ بہت اہم کام ہے جس کا جواب غور وخوض اور مشورہ کے بعد دوں گا۔ یہ بات چیت کر کے جناب عبداللہ گھر تشریف لائے اور حضور کا نور سیدنا عبداللہ کی پشت سے بطن پاک آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ دوسری صبح والد سے دوسری' تیسری شادی کی اجازت لے کر ان عورتوں کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کی جبین نور مصطفیٰ ﷺ سے خالی دیکھی۔ فاطمہ شامیہ نے کہا اے عبداللہ میری شادی کی خواہش وصل و جود اور شیطانی وسوسوں کے وجہ سے نہیں تھی بلکہ وصل کی خواہش صرف اس نور کے حصول کیلئے تھی جو باعث تخلیق عالمین ہے اے عبداللہ! میں نے دور دراز کا سفر صرف اس لئے کیا تھا کہ تمہاری جبین میں چمکنے والا نور میرے بطن میں منتقل ہو جائے اور فرزند سعادت مند کی والدہ ہونے کا شرف مجھے حاصل ہو جائے اب اس غم کی تلافی ممکن نہیں میں اب نہایت رنج و افسوس کے ساتھ واپس جاؤں گی۔ معارج النبوت میں ہے حضرت آمنہ کی شب زفاف میں دو سو عورتیں رشک وحسد سے مر گئیں اور بہت سی عورتیں امراض قلب میں مبتلا ہوئیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے جس رات نور محمدی حضرت آمنہ کے سپرد ہوا اس کی تمام کاھنوں کو خبر ہوئی تو وہ ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے مشرق و مغرب کے چرند و پرند اور بحری جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی کہ وہ وقت آنے والا ہے جبکہ خطۂ زمین نور مصطفیٰ ﷺ سے منور ہو جائے

گا۔ قریش کے پالتو جانوروں نے آپس میں کہا کہ سیدہ آمنہ نور مصطفیٰ ﷺ سے مشرف ہوگئی ہیں اور ان سے ایسی شخصیت ظہور میں آئے گی جو کائنات کی ظلمت کو دور کرنے والی ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام دنیا کے بت دوسری صبح سرنگوں پائے گئے۔ ابلیس کا تخت الٹ گیا اور دنیا کے بادشاہوں کے تخت سرنگوں ہو گئے۔ صاحب اقتدار، حاکموں اور بادشاہوں کی زبانیں گفتگو سے قاصر اور گنگ ہو گئیں۔

برکت رسول ﷺ

جب آمنہ نور مصطفیٰ ﷺ سے سرفراز ہوئیں تو باران رحمت کا نزول ہوا، قحط سالی دور ہوئی، درخت سرسبز و شاداب ہو گئے اور مصیبت زدوں کی پریشانی دور ہوئی اور ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ چنانچہ اس سال کو خوشی و مسرت کا سال کہا گیا اور یہ سب نور مصطفیٰ ﷺ کی برکت تھی۔

ابن سعد نے زہری سے روایت کی کہ حضرت آمنہ کہتی تھیں کہ میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اور گرانی محسوس نہیں کی۔ جیسا کہ عام طور پر عورتیں ایام حمل میں خود کو بوجھل محسوس کرتی ہیں۔ حضور ﷺ اپنی والدہ کے بطن میں دو ماہ یا ایک روایت کی رو سے سات ماہ کے تھے۔ حضرت عبداللہ شام سے واپس آتے ہوئے مدینہ منورہ (سابقہ یثرب) میں بعمر ۱۸ سال یا دوسری روایت کی رو سے ۲۵ سال فوت ہو گئے۔ مقصد یہ تھا کائنات کے یتیم پریشان نہ ہوں بلکہ یتیمی پر ناز کریں کہ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے دوسرا یہ مقصد تھا کہ نبی کا نگہبان اللہ ہے۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں مجھے اپنے حمل کا کوئی علم نہیں تھا خواب میں ایک بزرگ آئے جنہوں نے مجھے بتایا تیرے بطن مبارک میں نبی ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آ گیا پھر وہی غیبی بشارت دینے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو: اعیذ بالواحد من شر کل حاسد میں

ہر حاسد کے شر سے اللہ واحد سے پناہ طلب کرتی ہوں۔

ان کلمات کو پڑھوانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہوتو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا۔ میں نے یہ نام رٹ کر یاد کرلیا۔ میں نے کچھ عورتوں سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنے بازو اور گلے میں لوہا لٹکالو یہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی کہ حاملہ خواتین اپنے بازو پر لوہا باندھتیں اور گلے میں لٹکا لیتیں' میں نے بھی ایسا ہی کرلیا۔ مگر وہ ہمیشہ کٹ جاتا' میں اسے باندھتی اور پھر جلد ہی کٹا ہوا پاتی۔ بالآخر میں نے اس کو لٹکانا اور باندھنا ترک کر دیا۔ (مواہب) حمل کے ابتدائی ایام میں مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ ایک نور مجھ سے نکلا جس کی روشنی میں بصرہ کے محلات کو میں نے دیکھا۔ (معارج النبوت)

ابونعیم نے عمر بن قتبہ سے روایت کیا ہے کہ جب زچگی کا وقت قریب آ گیا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ آسمان کے کل دروازے کھول دو اور ساتوں جنتوں کے کل دروازے کھول دو اور اس دن آفتاب کو عظیم نور کا لباس پہنایا گیا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی برکت سے تمام جہان کی شادی شدہ عورتوں کو لڑکے عطا فرمائے۔

مواہب میں ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ کی آمد کے آثار ظاہر ہوئے میرا حال نہ کسی مرد نے جانا اور نہ کسی عورت کو معلوم ہوا۔ اس وقت میں اپنے مکان میں تنہا تھی خواجہ عبدالمطلب اس وقت طواف کعبہ میں تھے۔ میں نے ایک عظیم آواز سنی مجھ پر رعب طاری ہوگیا ایک جنتی سفید پرندے نے اپنا پر میرے دل پر مل دیا وہ رعب اور خوف جاتا رہا ایک پینے کی میٹھی چیز جس کا رنگ سفید تھا مجھے پیش کی گئی میں نے نوش فرمائی تو وہ چیز شہد سے زیادہ میٹھی محسوس ہوئی۔ پھر میرے پاس نور عظیم ظاہر ہوا میری حویلی اور گھر اس طرح نورانی ہوگیا کہ نور کے سوا کوئی چیز مجھے دکھائی نہیں دیتی تھی پھر میرے گھر میں دراز قد عورتیں آئیں انہوں نے چار اطراف

سے مجھے گھیر لیا میں ان سے تعجب کر رہی تھی اور میں واغوثاہ کہتی تھی اور میں اپنے دل میں یہ کہتی تھی کہ ان عورتوں نے میرا احوال کہاں سے معلوم کر لیا جو میرے پاس آئی ہیں۔ ان عورتوں نے اپنا تعارف کرایا۔ ایک بولی میں آسیہ ہوں، دوسری بولی میں مریم بنت عمران ہوں، یہ محبوب جنت میں ہمارا خاوند ہوگا بعض دوسری کتابوں میں حوا اور ھاجرہ کا آنا بھی ثابت ہے اور آنے والی عورتوں نے کہا ہمارے ساتھ یہ حوریں ہیں اور مجھ پر یہ امر سخت ہوگیا جو آواز میں نے پہلے سنی تھی اس سے زیادہ عظیم اور ہولناک آواز میں ہر گھڑی سنتی تھی ایک سفید دیباج آسمان و زمین کے درمیان آپ کی تعظیم کے واسطے پھیلایا گیا یکا یک میں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ جس وقت یہ پیدا ہوں تو تم دونوں ان کو آدمیوں کی آنکھوں سے علیحدہ کرو۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں میں نے شکل انسانی میں ملائکہ کو دیکھا جو ہوا میں کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کی ابریقیں ہیں پھر اس کثرت سے جنتی پرندے آئے کہ انہوں نے میرے حجرے کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچیں زمرد کی تھیں اور ان کے پر یاقوت کے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے میری نگاہ سے حجابات اٹھا دیئے میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا میں نے تین جھنڈے دیکھے۔ ایک مشرق میں تھا، ایک مغرب میں اور ایک جھنڈا کعبہ شریف کی چھت پر قائم تھا۔ خصائص کبریٰ میں ہے۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ولادت حضور ﷺ کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ کے ظہور کے وقت ایک نور برآمد ہوا جس سے کہ ہر شے روشن ہوگئی یہاں تک کہ میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ وقت

ولادت ایک روشنی اور نور پھیل گیا جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی اس کے بعد مٹھی میں مٹی لے کر سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا خصائص الکبریٰ میں بحوالہ ابن سعد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے ایک شعاع نور کی آمد سے بصرہ کے محلات تک دیکھ لئے۔

ابونعیم نے بہ روایت عطاء بن یسار ام سلمہ سے اور انہوں نے حضرت آمنہ سے روایت کی وہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت جب مجھ سے حضور ﷺ ظاہر ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس سے محلات شام روشن ہو گئے اور میں نے ان کو دیکھا۔

ابن سعد نے لکھا حضور پاک وصاف پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ کوئی غلاظت' کثافت اور آلودگی نہ تھی اور جب آپ کو زمین پر رکھا تو آپ اپنے دست مبارک کے سہارے بیٹھ گئے۔ مواہب میں ہے۔ سیدہ فرماتی ہیں پھر میں نے سفید ابر کو دیکھا جو آسمان سے آیا یہاں تک کہ اس نے آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے آپ کو غائب کر دیا۔ پھر میں نے سنا ایک ندا کرنے والا یہ ندا کر رہا ہے کہ آپ کو زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا طواف کراؤ اور آپ کو دریاؤں' سمندروں کی سیر کراؤ تاکہ دریا کی مخلوق جان لے کہ آپ کا ظہور ہو گیا۔ پھر ہر ایک ذی روح کے سامنے جو جن اور انس ملائکہ اور طیور و وحوش سے ہے آپ کو پیش کرو اور جملہ انبیاء کی جملہ شانیں آپ کو عطا کرو۔

؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تاکہ آپ جامع الصفات اور جامع الکمالات ہو جائیں پھر وہ ابر مجھ سے ہٹ گیا میں نے دیکھا آپ سفید صوف اور سبز حریر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ معارج النبوت میں ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں چابیاں تھیں میں نے سنا کہنے والا کہہ رہا

تھا محمد ﷺ نے کلید نبوت' کلید نصرت اور کلید باد کو حاصل کرلیا۔ پھر کسی کو کہتے سنا مبارک ہو' مبارک ہو' خوشی ہے خوشی' محمد ﷺ نے تمام دنیا کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور کوئی مخلوق نہیں جو آپ کے حلقۂ نبوت سے باہر ہو۔ (خصائص کبریٰ)

مواہب میں ہے۔ فاطمہ بنت عبداللہ کہتی ہیں جس وقت آپ ﷺ کا ظہور ہوا میں نے مکان کو دیکھا کہ نور سے معمور ہوگیا اور میں نے تاروں کو دیکھا کہ وہ اتنے قریب ہوگئے تھے کہ میں نے گمان کیا کہ مجھ پر گر پڑیں گے سیدہ آمنہ فرماتی ہیں جبکہ میں نے آپ کو جنا میرے سامنے ایسا نور نکلا جس سے شام کے قصور روشن ہوگئے میں نے آپ کو ایسے حال میں جنا کہ آپ ایسے پاک وصاف تھے کہ آپ کے ساتھ کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی۔

خواجہ عبدالمطلب نے دیکھا کعبہ در آمنہ کی طرف جھک گیا۔

جن کے سجدہ کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

معارج النبوت میں ہے۔ خواجہ عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ میں نے بتوں کو منہ کے بل گرا دیکھا۔ میں باب بنوشیبہ سے بطحا کی طرف نکلا میں نے کوہ صفا کو دیکھا وہ فرط مسرت سے اوپر نیچے ہوکر رقص کر رہا تھا۔ کوہ مروہ جھوم رہا تھا۔ اطراف سے آواز آتی تھی اے سید قریش کیا بات ہے کہ تو خوفزدہ ہے مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہ تھی پھر میں آمنہ کے گھر کی طرف متوجہ ہوا دروازے پر ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے آمنہ کے دروازے پر پر پھیلا رکھے ہیں جن کی روشنی سے مکہ کے پہاڑ منور ہوگئے ہیں۔ سفید بادل آمنہ کے گھر کے اوپر تھا۔ مجھے اندر داخل ہونے سے روکتا تھا میں تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا جو کچھ میرے مشاہدہ میں آرہا ہے وہ خواب ہے یا بیداری؟ مجھے یہاں کستوری کی خوشبو آتی تھی آمنہ کے گھر میں

داخل ہونے کی جرأت نہیں تھی آخر جرأت کر کے گھر میں داخل ہوا۔ آمنہ کی جبین میں وہ چمک نہ دیکھ کر بے حال ہو گیا کہا! اے آمنہ وہ نور کہاں چلا گیا کہ مجھے اب دکھائی نہیں دیتا۔ آمنہ نے جواب دیا وہ نور بشکل محمد ﷺ ظاہر ہو گیا ہے۔ میں نے کہا میرے لعل کو لاؤ تاکہ میں اس کی زیارت کروں۔ آمنہ نے کہا آپ ابھی نہیں دیکھ سکتے۔ سیرت کی تمام کتابوں میں ہے۔ حضور مختون ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ بالوں کو تیل لگا ہوا تھا' مانگ نکلی ہوئی تھی' غلاظت نام کی کوئی چیز آپ کے بدن پر نہ تھی۔ عبدالمطلب نے جب بار بار دیکھنے کا اصرار کیا تو سیدہ آمنہ نے فرمایا فلاں مکان میں صوف میں لپٹے ہوئے ہیں جا کر دیکھ لو۔ عبدالمطلب جب اس گھر کے دروازے پر آئے تو ایک مہیب شخص کو شمشیر بکف دیکھا جو آپ کی طرف بڑھا اور کہا کوئی شخص ابھی انہیں دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بعد میں اجازت ملی اور آپ کا نام محمد رکھا۔

ابن سعد' حاکم' بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا' حضور ﷺ کی شب ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا: اے گروہ قریش آج کی رات تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ قریش نے جواب دیا ہمیں نہیں معلوم۔ اس نے کہا: دریافت کرو۔ آج رات اس آخری امت کا آخری نبی پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے' پھر قریش کی محفل برخاست ہو گئی اور وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے۔ وہ اپنے اپنے گھروں میں پہنچے سب ہی نے اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات لڑکا عبداللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام انہوں نے محمد رکھا ہے۔ پھر قریش نے اس یہودی سے ملاقات کی اور حضور ﷺ کی پیدائش کا ذکر کیا' یہودی نے کہا میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کر سکوں۔ سب در آمنہ پر

حاضر ہوئے' یہودی نے کپڑا اٹھا کر حضور ﷺ کو دیکھا تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور جب ہوش میں آیا لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا تھا؟ یہودی بولا بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ اے قبائل قریش کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم پر اس طرح غلبہ حاصل کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہو گا۔

بیہقی اور ابو نعیم کے حوالے سے مواہب اور خصائص الکبریٰ میں ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ سال کا بچہ تھا جس شے کو دیکھتا اس کو جان لیتا اور جو بات سنتا اس کو سمجھ جاتا اور یاد رکھتا۔ میں نے سنا یثرب کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہو کر پکار رہا تھا اے یہودیو! آؤ آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے میں سن رہا تھا وہ اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا نبی آخر الزمان احمد مجتبیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس نے آج کی رات کہیں پیدا ہونا ہے۔

حقیقت عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

۱۹۳۹ء ـــــء

﴿۱﴾ کیا عید میلاد النبی ﷺ کا منانا درست ہے؟

﴿۲﴾ کیا یہ خلفائے راشدین کے عہد سے ثابت ہے؟

جواب: میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں جو بنیادی بات ذہن نشین کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں مسلمانوں میں محفل میلاد یا جشن میلاد کا جو طریقہ رائج ہے اس کا مقصد فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے ذکر پاک سننے کیلئے اجتماع کرنا ہے۔ تاکہ عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ' فضائل و کمالات' شمائل و درجات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان ہوتا ہے۔ آپ (ﷺ) کی ذات مقدسہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت کا تذکرہ اور اس نعمت عظمیٰ کی دولت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو عجائبات دکھائے ان کا بیان ہوتا ہے' لوگوں کو شریعت مطہرہ اور سنت رسول ﷺ سے آگاہ کیا جاتا ہے' تلاوت قرآن' درود و سلام اور نعت خوانی کے ذریعہ سید عالم ﷺ کی محبت دلوں میں جاں گزین کی جاتی ہے اور آپ ہی کی محبت میں شرکاء محفل کی طعام و شیرینی سے ضیافت کی جاتی ہے اور غرباء و مساکین میں صدقۂ و خیرات وغیرہ کیا جاتا ہے اور یہ تمام مقاصد و اعمال بلاشبہ شریعت میں اچھے سمجھے جاتے ہیں' حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت میلاد کی وضاحت درج ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ) ''محفل میلاد کا اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہوکر تلاوت قرآن کریں اور

احادیث کا بیان کریں اور سنیں جن میں آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ ہے پھر تناول ما حضر ہو۔ یہ اچھے اعمال ہیں یعنی سنت حسنہ ہے ان پر اجر ہے کیونکہ ان میں حضور ﷺ کی قدر و منزلت اور آپ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت ہے''[1]۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ میلاد النبی ﷺ مجموعہ ہے دو اعمال کا ''ذکر نعمت'' اور ''تحدیث نعمت'' (نعمت کا شکرانہ) ذیل میں ہم قرآن و حدیث اور صحابہؑ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال کی روشنی میں میلاد النبی ﷺ کے انعقاد اور اس میں کئے جانے والے اعمال کے اچھے یا برے ہونے کا جائزہ لیتے ہیں۔

محفل میلاد سنت الٰہی ہے

پہلی محفل میلاد خود باری تعالیٰ نے منعقد فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ) ''اور یاد کرو (اس وقت کو) جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا' جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں' پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا' فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا' فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''[2]۔

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذکر کیلئے اجتماع کرنا سنت الٰہیہ ہے۔ غور فرمائیں اس محفل مبارکہ کے موضوعات' کیا وہ ہی نہیں ہیں جو میلاد شریف میں ہم بیان کرتے ہیں؟

---

[1] سیوطی' جلال الدین' حسن المقصد فی عمل المولد الحاوی للفتاویٰ (۲:۱۹۸)
[2] ال عمران ۳:۸۱' ترجمہ ''کنز الایمان''

یعنی آپ ﷺ کے فضائل و شمائل' آپ ﷺ پر تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کے ساتھ ایمان لانا' آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور محبت کے ساتھ دین اسلام کی پیروی اور اسلام کی تبلیغ میں سعی و کاوش اور کفار و مشرکین و مفسدین سے وقت ضرورت آپ ﷺ کی خاطر جہاد کرنا وغیرہ۔ یہ محفل مبارکہ کب منعقد ہوئی؟ اس کی تاریخ کا تعین کرنا انسان کی فکری اور علمی تحقیق کی قوت سے وراء ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن نے ذکر رسول ﷺ کی محفل کے انعقاد کیلئے ہمیں ایک سند عطا فرما دی۔ خصوصاً قرآن عظیم کی درج ذیل آیت کریمہ نے تو سید عالم ﷺ کے ذکر اور ان پر درود و سلام بھیجنے اور اور ان کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کو امر وجوبی قرار دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر' اے ایمان والو (تم بھی) ان پر درود اور خوب سلام بھیجو'۔[1]

درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تکریم ہے۔

علماء نے ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا محمد'' کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ:

''یارب محمد مصطفیٰ ﷺ کو عظمت فرما' دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر' اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء' و مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے''۔[2]

---

1. الاحزاب ۳۳:۵۶' ترجمہ ''کنزالایمان''
2. ''خزائن العرفان'' حاشیہ کنزالایمان' برآیت مذکورہ الاحزاب ۳۳:۵۶

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ میلادِ مبارک کے انعقاد کا عمل اور جو کچھ اس میں بیان ہوتا' وہ اسی آیت مذکورہ کے حکم کی بجا آوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلص مومنین کی علامت یہ بیان فرمائی ہے وہ ہمیشہ مراذ کر کرتے رہتے ہوں گے اور کثرت سے مجھ پر درود وسلام بھیجتے ہوں گے۔[1]

قرآن مجید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور توصیف کی ترغیب کیلئے بیشمار آیات ہیں لیکن یہاں چند پر اختصار کیا جاتا ہے۔

۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیشمار نعمتوں اور رحمتوں سے نوازا ہے اور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر فرما کر انہیں بے حد وشمار قرار دیا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[2]

۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا' صرف اپنی اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا جو اپنے حبیب کی صورت میں (جو کہ جمال الٰہی کا پرتو اور اسوۂ حسنہ کا پیکر تھی) ہمیں عطا فرمائی۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

''بیشک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک (عظیم) رسول بھیجا''۔[3]

۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسیہ اور آپ کی شریعت مبارکہ کے سب سے کامل واکمل اور اتم ہونے کا اعلان فرمایا:

---

[1] ۱......دلائل الخیرات' ص ۳۱ مکتبہ خیر کثیر' کراچی

۲......مطالع المسرات' شرح دلائل الخیرات' مصنفہ امام علامہ محمد مہدی فاسی علیہ الرحمۃ (اُردو ترجمہ' علامہ عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور ص ۱۵۸

[2] ابراھیم ۱۴:۳۴' ترجمہ ''کنزالایمان''

[3] ال عمران' ۳:۱۶۴' ترجمہ ''کنزالایمان''

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا' اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا''۔[1]

اس آیت کریمہ میں غور طلب الفاظ ''اتممت علیکم نعمتی'' ہیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ واضح اعلان فرما رہا ہے کہ میری سب سے کامل اور تام نعمت صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ہیں۔

۴) قرآن نے جہاں آپ کی ذات مبارکہ کو نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم فضل اور تمام جہانوں کیلئے سب سے بڑی رحمت بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے''۔[2]

یعنی اس کائنات اور مابعد الکائنات میں ہر مخلوق کے وجود اور ان پر جود کا سبب و واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

پھر متعدد آیات شریفہ میں آپ کی ذات مقدسہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا فضل عظیم بھی فرمایا:

مثلاً: سورۂ احزاب میں رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صفات مبارکہ شاہد' مبشر' نذیر داعی الی اللہ اور سراج منیر بیان کر کے فرمایا کہ:

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا

---

[1] المائدہ' ۵:۳' ترجمہ ''کنز الایمان''

[2] الانبیاء' ۲۱:۱۰۷' ترجمہ ''کنز الایمان''

''یعنی (اے حبیب) ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کیلئے اللہ کا بڑا فضل ہے''[1]

دوسرے الفاظ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اے انسانو! خصوصاً اے مومنو! اتنی عظمتوں اور شانوں والا رسول تمہیں عطا فرما کر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر کتنا بڑا فضل و کرم فرمایا تو کیا تم اب بھی میرا احسان نہ مانو گے' میرے حبیب سے محبت اور اس کی اطاعت نہ کرو گے' اس کے فضائل و کمالات کا ذکر و چرچا نہ کرو گے اور میرے شکر گزار بندے نہ بنو گے؟

قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کوئی نعمت اور اس کا فضل و رحمت نصیب ہو تو اس پر اظہار مسرت کرو' اس کی حمد بجالا کر اس کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو' تو پھر اللہ تعالیٰ کے سب سے عظیم فضل و رحمت یعنی رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت مبارکہ پر تم کو تو بدرجۂ اتم خوشیاں منانا اور ان کے فضائل و محامد کا چرچا کرنا چاہیے اور اس حکم پر عمل محافل میلاد کے انعقاد سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

''تم فرماؤ کہ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت (سے ہے' پس) اور اسی پر چاہیے کہ (اظہار) خوشی کریں (کیونکہ) وہ ان کے سب دھن دولت سے (جو وہ جمع کرتے ہیں) بہتر ہے''[2]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

---

[1] الاحزاب' ۳۳:۴۷' ترجمہ ''کنز الایمان''

[2] یونس ۱۰:۵۸' ترجمہ ''کنز الایمان''

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''[1]۔

مذکورہ اول الذکر آیت میں بفضل اللّٰہ وبرحمتہ سے مفسرین کرام نے ایمان، قرآن اور سید عالم ﷺ کی ذات مبارکہ مراد لیا ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ''

''بلا اختلاف حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل ترین فضل ہیں اس لئے آیت مبارکہ سے ''بدلالۃ النص'' یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور (ﷺ) ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہا ہے''۔

چند سطور کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ:

''الغرض اصل الاصول تمام فضل و رحمت کی حضور (ﷺ) کی ذات بابرکت ہوئی۔ پس ایسی ذات بابرکت کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے''[2]۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید عالم ﷺ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور اس عطا پر جس قدر بھی خوشی و فرحت اور جشن و مسرت کا اظہار کریں کم ہے تو پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم پر نہ صرف یہ کہ اس کا شکر بجالائے بلکہ اس نعمت عظمیٰ کا اپنے قول و عمل سے حتی المقدور چرچا بھی کرے اور یہ عین قرآنی حکم کی بجا آوری ہے۔

جیسا کہ آیت شریفہ میں گزرا۔

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''۔

---

[1] والضحیٰ ۹۳:۱۱، ترجمہ ''کنز الایمان''

[2] اشرف علی تھانوی، مجموعہ خطبات بنام ''میلاد النبی''، ص ۱۲۰ تا ۱۲۱ مطبوعہ جمیل کتب خانہ لاہور

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

شکر نعمت

شکر نعمت ادا کرنے کے مختلف طریقے قرآن عظیم سے ثابت ہیں' مثلاً

۱) ذکر نعمت: اللہ کی رحمت اور نعمت کو انفرادی طور پر یاد رکھا جائے' دل وزبان سے اس کا ذکر کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو حکم ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

''اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا''۔[۱]

۲) تحدیث نعمت: ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خلق خدا کے سامنے ذکر کیا جائے' یعنی مجمع یا ایک جماعت کے سامنے نعمت الٰہی کا بیان کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس ذکر وشکر میں شامل کر کے انہیں ذاکر وشاکر ہونے کی ترغیب دی جائے اور یہ نیکی کی اشاعت کا زیادہ مفید اور بہتر طریقہ ہے۔ جیسا کہ ابھی سورۂ والضحیٰ کی آخری آیت میں حکم الٰہی گزرا۔

۳) تیسرا طریقہ عید منانا: اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں اور عنایتوں پر اظہار تشکر کا ایک طریقہ اس کا جشن اور عید کے طور پر منانا ہے۔ امم سابقہ میں یہ طریقہ رائج تھا اور یہ سنت الٰہیہ اور سنت انبیاء چلی آئی ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نعمت یا انعام نازل ہو تو سابقہ امتیں اس دن کو یادگار دن کے طور پر بطور عید مناتی تھیں۔

قرآن کریم سے ایک مثال ملاحظہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ

[۱] البقرہ۲:۴۷' ترجمہ ''کنزالایمان''

"(عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے عرض کی) اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان (نعمت) اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو' ہمارے اگلے پچھلوں کی (بھی) اور تیری طرف نشانی"[1]۔

اس آیت کریمہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ جب حصول رضائے الٰہی کی خاطر مائدہ جیسی نعمت کے ملنے پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عید منانے کا ذکر فرما رہے ہیں تو آقائے نعمت دو جہاں' فخر موجودات' باعث تخلیق این و آں' محبوب رب العلمین' رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت مبارکہ کی صورت میں نعمت عظمیٰ کے حصول پر عید کیوں نہیں منائی جا سکتی اور اللہ کی رضا جوئی اور شکر کی بجا آوری کیلئے اظہار فرحت و مسرت کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ کیوں کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا سرچشمہ تو آپ ہی کا وجود مسعود ہے۔

۴) روزہ' نماز' قربانی اور صدقات و خیرات کے ذریعہ: "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ نفلی عبادات روزہ' نماز اور فقراء و مساکین میں صدقات و خیرات کی تقسیم بھی ہے۔ جیسا کہ سید عالم ﷺ نے ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنی ولادت مبارکہ کا شکرانہ ادا کیا۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا"[2]۔

زمانۂ حال کے (مکہ شریف میں) حرم کعبہ کے مشہور استاذ' حدیث نبوی کے عالم جلیل' بیشمار کتب کے مصنف' شیخ الحدیث فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر سیّد محمد علوی مالکی حفظہ الباری مذکورہ حدیث سے محفل میلاد پر استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

---

[1] المائدہ ۵:۱۱۴' ترجمہ "کنز الایمان"

[2] مشکوٰۃ المصابیح' بحوالہ مسلم' ص ۱۲۹ (نیز مسلم کتاب الصیام) مستدرک' ج ۲' ص ۶۰۲

آپ کے اس عمل مبارک سے واضح ہے کہ:

''آپ ﷺ نے اپنے یوم ولادت کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس میں اپنے اوپر ہونے والی عظیم نعمت اور وجود باوجود عطا کرنے پر جس کی وجہ سے ہر موجود کو سعادت نصیب ہوئی' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور وہ روزہ کی صورت میں تھا''[1]۔

محفل میلاد النبی کی نوعیت عہد رسالت مآب ﷺ میں

۱) محافل: ایسی محفلیں جن میں سید عالم ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر ہوتا اور آقا و مولیٰ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوتے تھے عہد رسالت مآب ﷺ میں بھی منعقد ہوئی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ خود ان محافل کا اہتمام فرماتے تھے۔ تمام صحابۂ کرام بشمول خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے آپ مسجد نبوی میں منبر بچھواتے اور حسان رضی اللہ عنہ کو اس پر کھڑے ہو کر اپنی شان میں نعت شریف پڑھنے کا حکم فرماتے۔ جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے نعتیہ اشعار میں حضور اکرم ﷺ کے فضائل و کمالات بیان کرتے تو آقا و مولیٰ ﷺ ان کیلئے بار بار دعا فرماتے۔ ''اللھم ایدہ بروح القدس'' یا رب العزت جب تک میرا یہ غلام حسان میری نعت کہتا اور پڑھتا رہے تو جبرئیل (علیہ السلام) کو اس کی مدد کیلئے مقرر فرما دے[2]۔

۲) دور رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام کا انفرادی عمل:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

''ایک دن سید عالم ﷺ اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے کچھ گفتگو فرما رہے ہیں' آپ

---

[1] مقدمہ المورد الروی' ص ۱۰۰۹

[2] بخاری شریف

نے پوچھا کہ آج تم لوگ یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آج یہاں بیٹھ کر اس رب کریم کی حمد و ثناء بیان کر رہے ہیں جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے ہمیں دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنا پیارا حبیب ہمیں عطا فرما کر ہم پر احسان کیا۔ آپ نے ان کلمات کو سن کر ارشاد فرمایا:

''تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے فخر فرما رہا ہے''[1]۔

۳) سید عالم ﷺ کا مدینہ منورہ میں بطور شکرانہ جانور کی قربانی:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک محفل میلاد کی اصل احادیث میں آپ کا یہ عمل ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کیے[2]۔

۴) حضرت عبداللہ ابن عباس اور عامر انصاری رضی اللہ عنہم کا عمل:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ:

ایک دن وہ اپنے اہل و عیال کے سامنے اپنے گھر میں حضور ﷺ کی ولادت کے واقعات بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیج رہے تھے کہ اچانک سید عالم ﷺ تشریف لائے اور میلاد شریف پڑھتے دیکھ کر فرمایا:

''میری شفاعت تمہارے لئے حلال ہوگئی ہے''۔

ایسا ہی ایک واقعہ صحابی رسول حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ جس کے راوی اور شاہد حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو میلاد مبارک کے واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جا رہے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین

[2] حسن المقصد فی عمل المولد، ص ۱۹۹

تھے کہ یہی پیر کا دن تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور سب فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں' اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام (ذکر میلاد مبارک) کرے گا اسے تمہارے جیسا ثواب ملے گا[1]۔

۵) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل:

علامہ علاء الدین ابن ملا جیون صاحب تفسیر احمدی فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ ربیع الاول کو سید عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں ۱۰۰ (سو) اونٹ ذبح کئے اور مسلمانوں کی ضیافت کی[2]۔

۶) جلسہ و جلوس:

حدیث شریف میں اجتماعی (جلسہ و جلوس کی) صورت میں سید عالم ﷺ کے استقبال کا ذکر موجود ہے۔ جب آقا و مولیٰ ﷺ ہجرت فرما کر مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ' مرد و زن' خورد و کلاں مسرت و جوش اور سرور و انبساط سے بے خود ہو کر مدینہ شریف کی گلی کوچوں میں نکل آئے حتیٰ کہ راستہ میں آنے والے مکانات کی چھتوں اور بالکنیوں پر بچوں' بچیوں اور عورتوں و مردوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ ہر شخص نبی اکرم ﷺ کے جمال انور کی ایک جھلک دیکھنے اور نعرۂ رسالت (یارسول اللہ ﷺ) سے ان کا استقبال کرنے کیلئے بے تاب ہو گیا۔

حدیث شریف کے الفاظ میں آپ کی مدینہ تشریف آوری کا منظر یہ تھا۔ (مفہوم)

"مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے یہ سب لوگ بآواز بلند کہہ رہے تھے یا محمد' یا رسول اللہ' یا محمد یا رسول اللہ

---

۱ سید محمد دیدار علی' رسول الکلام من کلام سید الانام فی بیان مولد والقیام بحوالہ تنویر فی مولد البشیر ص ۴۹

۲ وجیز الصراط

(صلی اللہ علیہ وسلم)[1]

اسی طرح خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فتح مکہ کا چشم دید واقعہ کتب احادیث میں مروی ہے کہ جب مجاہدین اسلام شہنشاہ دو جہاں، سرور ہر دوسرا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں مکۃ المکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آواز بلند اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان کر رہے تھے۔

حال کی ایک دریافت اور تحقیق سے ثابت ہے کہ دور فاروقی اور دور عثمانی میں جمع القرآنی کی تحریک کے دوران سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیات پر مبنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمال پر ایک تالیف مرتب کی تھی جسے "میلاد النبی" کے موضوع پر پہلی تصنیف قرار دیا جا سکتا ہے۔[2]

چنانچہ حال ہی میں (دسمبر ۲۰۰۰ء) منادی پبلی کیشنز اسلام آباد سے درود و سلام کی (عربی) کی یہ کتاب بعنوان "مجموعہ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" شائع ہوئی ہے اس کے مقدمہ میں تحریر ہے کہ درود و سلام کا یہ نایاب مجموعہ دنیا کا سب سے پرانا نسخہ ہے جو برلن (جرمنی) کی لائبریری سے حاصل کیا گیا ہے جہاں اس کا اصل مخطوطہ مائیکرو فلم کی صورت درود و سلام کے دیگر نایاب مخطوطات کے ساتھ محفوظ تھا۔ مذکورہ درود شریف کا ایک نسخہ برٹش لائبریری لندن میں بھی محفوظ ہے جو برلن (جرمنی) کے نسخے کے مقابلے میں زیادہ مکمل ہے۔ چنانچہ دونوں نسخہ کے تقابلی جائزے کے بعد برلن (جرمنی) ہی کے نسخہ کو مکمل کر کے شائع کیا گیا۔

مقدمہ نگار نے اس میں درود و سلام کی جو اہم اور امتیازی خصوصیت بیان کی

---

[1] کتاب الزہد والرقائق، صحیح، مسلم، ۵۳، حدیث ۷۵۔

[2] مقدمہ مجموعۂ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دسمبر ۲۰۰۰ء ناشر منادی پبلی کیشنز، اسلام آباد پاکستان

ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ نسخہ تاریخ اسلام کا سب سے قدیم مرتب شدہ مجموعہ درود وسلام ہے وہ لکھتے ہیں۔

''قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درود پاک دوسری یا تیسری صدی ہجری میں تصنیف کیا گیا' اس کے مصنف کے متعلق کچھ نہ معلوم ہوسکا تاہم برٹش لائبریری کے نسخہ میں جو فضائل اور طریقہ تلاوت بیان کیا گیا اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب قرآن مجید جمع کیا جارہا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی وہ آیات جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں تھیں یا آپ کو جن میں مخاطب کیا گیا تھا' الگ طور پر رکھتے گئے' جو بعد میں سلسلہ بسلسلہ کسی ایسے صاحب نظر کے پاس آ گئیں جنہیں اللہ نے توفیق دی تو انہوں نے ان آیات کو درود پاک کی لڑی میں پرودیا''۔

اس تحریر سے ثابت ہوا کہ خلیفہ راشد چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآنی آیات کی بنیاد پر سید عالم ﷺ کی فضائل و کمالات پر ایک کتاب تصنیف کرنا چاہتے تھے' لیکن فتنہ و فساد اور خلافت کی مصروفیات کی وجہ سے وقت نہ مل سکا اور ہوسکتا ہے' جیسا کہ مذکورہ تحریر کے قرینہ سے ظاہر کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہزادگان عالی وقار یا معزز تلامذہ کو وصیت کی ہو کہ ان کے بعد کوئی فاضل اسے درود وسلام کے صیغوں کی صورت میں مرتب کرکے عامۃ المومنین کے افادے کیلئے شائع کردے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دور فتنہ وفساد کا دور تھا نئے نئے فرقے رافضی' خارجی وغیرہ سر اٹھا رہے تھے۔ سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ آنے والے وقتوں میں مسلمان کے ایمان اور عقیدہ کی حفاظت ''محبت رسول'' کی تشویق اور ذکر رسول کے فروغ سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا اپنے جانشینوں کو انہوں نے ایک ایسی تالیف عطا فرمائی جس کی بنیاد قرآنی نص پر تھی اور جس کو موضوع بنا کر ان کے جانشین اور تلامذہ لوگوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ راسخ کرسکتے تھے اور اسوۂ

حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا شوق دلا کر ان کے عقیدہ و ایمان کی حفاظت کا اہتمام کر سکتے تھے۔ آج کی محافل میلاد کے موضوعات بھی وہی قرآنی آیات ہیں جو خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ نے جمع کیں اور جو مذکورہ تالیف ''مجموعہ صلوٰۃ النبی ﷺ'' میں شامل ہیں۔ اس کتاب کے تین درود شریف ملاحظہ ہوں۔

۱) الصلوٰۃ والسلام علیك یَامَن قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ فِی حَقِّهٖ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُولِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ○

۲) الصلوٰۃ والسلام علیك یَامَنْ قَالَ اللّٰهُ تَعالیٰ فِی حَقِّهٖ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ○

۳) الصلوٰۃ والسلام علیك یَامَنْ قَالَ اللّٰهُ تَعالیٰ فِی حَقِّهٖ قُلْ هٰذَا سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ○

قربان جائیے سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے۔ کیا ان درودوں میں بیان کردہ آیات کریمہ آج ہمارے میلاد مبارک کا عنوان نہیں بنتی ہیں؟

اس طرح کے بیشمار واقعات احادیث مبارکہ میں ملتے ہیں جن کی تحریر و تفصیل کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن مذکورہ بالا چند واقعات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آج محافل ذکر رسول اور میلاد مبارک میں روبعمل آنے والے تقریباً تمام معمولات متفرق طور پر عہد رسالت مآب اور دور خلفائے راشدین میں کیے جاتے تھے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح یہ کہا جائے کہ قرآن مجید پورے کا پورا اس دور میں متفرق طور پر موجود تھا' لیکن اس کی مصحف اور ایک جلد آج کی صورت نہیں تھیں' نہ اس میں اعراب' اوقاف' سکتہ اور آیات کے اختتام اور تلاوت کے دیگر رموز کی علامات تھیں' نہ کسی صحابی رسول ﷺ نے اس طرح سے اس کی روزانہ صبح تلاوت کی جس طرح آج ہم رحل پر رکھ کر مصحف شریف کھول کر پڑھتے ہیں' نہ صاحب

قرآن نبی الامی ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ثابت ہے' تو کیا ہم آج کے طور طریقہ پر قرآن کی تلاوت اور حفظ کے طور طریقہ کو "بدعت" قرار دے کر اس کی تلاوت اور حفظ سے محروم ہو جائیں؟ یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہوگی! اسی طرح حدیث کتابی صورت میں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو سال کے بعد مرتب و مدن ہوئی تو کیا درس بخاری و مسلم اور ان کا ختم اسلامی مدارس میں ہونا بھی "بدعت" اور ناجائز ہونا چاہیے؟ کہ عہد رسالت اور دور خلفائے راشدین میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع القرآن کے بعد اموی اور عباسی دور میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتابی صورت میں مدون کی گئیں۔ اجل محدثین کرام اور اعاظم ائمہ امت نے بڑی جانفشانی' محنت' خشیت الٰہی اور خلوص سے یہ خدمت انجام دی' دور ملوکیت میں محدثین کرام اور ائمہ عظام کی درس و تدریس کی محفلیں ذکر رسول اور فروغ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و اشاعت کی مجالس بن گئیں' حتیٰ کہ ہارون الرشید کے دور میں پورے انتظام کے ساتھ میلاد پاک منایا جانے لگا[1]۔

چنانچہ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں۔

"اہل (مکہ و مدینہ) حرمین شریفین' اہل مصر' یمن' شام اور تمام عالم اسلام شرق تا غرب ہمیشہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سعیدہ کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعہ اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں"[2]۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض حضرات کے خیال ہے کہ ہر نیا کام جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ

---

1. حلبی مصری شیخ رشید بن مصطفیٰ' الدر السعیہ
2. محدث ابن جوزی' المیلاد النبی' ص ۸۵

ہوا ہو اور نہ ہی دور خلفائے راشدین میں ہوا ہو وہ ناجائز یا حرام یا گمراہ کن ہے اور ایسے کام کو "بدعت" اور ایسا کام کرنے والے کو بدعتی کہہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں۔ شریعت اسلامی کا معروف اور متفقہ قاعدہ ہے کہ "الاصل فی الاشیاء اباحۃ" یعنی ہر شے کی اصل میں اباحت ہے۔ بالفاظ دیگر کوئی کام بھی از روئے شرع برا نہیں تاوقتیکہ اس میں قرآن اور سنت کی رو سے برائی کا کوئی واضح عنصر نہ پایا جائے۔ یاد رکھیں کہ ہر نیا کام اپنی ماہیت کے اعتبار سے دو طرح کا ہو سکتا ہے۔

﴿۱﴾ قرآن وسنت کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہوگا۔

﴿۲﴾ قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو' بلکہ کسی دینی مصلحت پر ہو' بدعت حسنہ ہوگا۔

بدعت حسنہ کو سنۃ حسنہ اور بدعت سیئہ کو سنۃ سیئہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے مفہوم ملاحظہ ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً

جس نے اسلام میں نیک کام کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ بھی اس کار خیر پر عمل پیرا ہوں گے ان کا ثواب اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اور اس پر عمل کرنے والے افراد کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور اسی طرح مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً

جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کا بھی وہ شخص مستحق ہوگا اور اس برے طریقے کو اپنانے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔[1]

[1] صحیح مسلم' ج ۱' ۳۲۷' مشکوۃ المصابیح: ۳۳

چنانچہ اس حدیث شریف کی روشنی میں اور دیگر تمام روایات کے تحت متعدد ائمہ حدیث اور فقہائے امت (ائمہ اربعہ وغیرہ) نے بدعت کو دو قسم پر تقسیم کیا ہے "بدعت محمودہ" اور "بدعت مذمومہ"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بدعت دو قسم کی ہے' ایک بدعت محمودہ اور دوسری بدعت مذمومہ' جو سنت کے مطابق ہو وہ بدعت محمودہ ہے اور جو سنت کے خلاف ہو وہ بدعت مذمومہ ہے[1]۔

علامہ ڈاکٹر محمد سعید ملا رمضان البوطی' سربراہ کلیۃ الشریعہ' دمشق یونیورسٹی فرماتے ہیں کہ

"پانچ امور ایسے ہیں جن سے متعلق مصالح کی حفاظت کیلئے دین آیا ہے' یعنی

۱) دین ۲) زندگی ۳) عقل ۴) نسل ۵) مال

وہ افعال جو شریعت کے موافق یا مخالف نہیں (یعنی شرعاً فرض و واجب یا حرام و ناجائز نہیں) اور ان سے ان پانچ مصلحتوں میں سے کوئی ایک مصلحت حاصل ہوتی ہے تو "سُنَّةِ حَسَنَة" کے قبیل سے ہیں' البتہ واجب یا مستحب ہونے کے لحاظ سے ان میں فرق ہوگا۔ جس قدر اس مصلحت کے ثابت کرنے کی ضرورت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر اس فعل کی طلب بھی شدید ہوگی۔ کیونکہ یہ فعل کبھی تو ان مصلحتوں کی بنیاد پر ضرورت ہوگا اور کبھی ان کی آرائش اور زیبائش کے ذیل میں آئے گا' اور جو ان مصلحتوں میں سے کسی ایک کو ختم کرنے یا اسے نقصان پہنچانے کا سبب بنے گا وہ "سُنَّةِ سَیِّئَه" کے زمرے میں آئے گا' کبھی حرام اور کبھی مکروہ ہوگا اور جو فعل ان مصلحتوں کیلئے مفید یا مضر نہیں ہوگا' اسے "مباح" یا "عفو" کے ذیل میں شمار کیا جائے گا۔

---

[1] اسلامی عقائد (اُردو ترجمہ ادلۃ اھل سنۃ والجماعۃ) ص ۲۵۵' مصنفہ علامہ السید یوسف السید ہاشم الرفاعی (کویت)

سنۃ حسنہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اس سنۃ حسنہ کی مثال وہ محافل ہیں جنہیں مسلمان مختلف مناسبتوں سے منعقد کرتے ہیں' مثلاً سن ہجری کی ابتداء کے موقع پر' نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر (یا ان کی یاد میں) اسراء اور معراج شریف کے بیان کیلئے' فتح مکہ اور غزوۂ بدر وغیرہ کے ذکر کیلئے منعقد کی جانے والی محفلیں' جن سے دینی مصلحت سے متعلق فائدے کے حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے''۔

علامہ البوطی مزید فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک! 'نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے ذکر یا دیگر مناسبتوں کے پیش نظر منعقد کی جانے والی محافل کو (عرف عام میں) بدعت قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ ان محافل کا منعقد کرنے والا کوئی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ محافل دین کی جزء ہیں یا دین کی حقیقت میں داخل ہیں کہ انہیں ترک کیا گیا تو ترک کرنے والا گنہگار ہوگا' یہ محافل اجتماعی مسرت وشادمانی کی مظہر ہیں جن سے دینی بھلائی کی توقع ہوتی ہے (کیونکہ محفل میں بیٹھنے والا حضور اکرم ﷺ کے فضائل اور اسوۂ حسنہ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے) نیز یہ ''سنۃ سیئہ'' کے ذیل میں بھی ہرگز داخل نہیں بشرطیکہ ان میں کسی حرام کام کا ارتکاب نہ کیا جائے اور یہ محفلیں ایسے کاموں سے پاک ہوں جو اس فائدے ہی کو ضائع کردیں جس کے حصول کی ان محافل سے توقع کی جاتی ہے''[1]۔

علامہ البوطی' دمشقی آخر میں مخالفین میلاد شریف کو تنبیہ کرتے ہوئے ناصحانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ

''اگر میلاد مبارک کی موجودہ اجتماعی ہیئت کو محض اس وجہ سے بدعت اور حرام کہہ کر ترک کردیا جائے کہ سید عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں یہ صورت موجود نہیں

---

[1] ایضاً' ص ۲۲۸۔۲۸۹

تھی تو پھر ان کو ہر اس چیز کو اپنی زندگی سے نکال دینا چاہیے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد پیدا ہوئی کیونکہ (ان کی تعریف کے بموجب) وہ سب از قبیل بدعات ہے (پھر خود ہی اندازہ کر لیں کہ زندگی کس قدر اجیرن اور کٹھن ہو جائے گی)[1]

بعض حضرات محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد مدینہ منورہ یا ۱۲ ربیع الاول کی شب یا ماہ ربیع الاول کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حرم مکہ علامہ ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی' مکی حسنی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا عقیدہ و خیال محض جہالت ہے۔ وہ اس کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد مدینہ منورہ کیلئے مخصوص ہے نہ کسی ایک رات کیلئے نہ کسی ایک مہینے کیلئے اسے خاص کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ ہر زمان و مکان کیلئے عام ہے اور اس کے جواز و عموم کیلئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا تعلق خاطر ہر وقت لازم ہے اور ہر مسلمان کا دل ہر لحہ جذبات محبت رسول ﷺ سے لبریز ہونا ضروری ہے۔ ہاں ماہ ربیع الاول شریف میں محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے اور داعیہ کچھ زیادہ بیدار و قوی ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے اور ان کے جذبات محبت ٹھاٹھیں مارنے لگتے ہیں۔

علامہ علوی مالکی صاحب میلاد النبی ﷺ کی افادیت اور مسلم معاشرے میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"یہ محافل و اجتماعات دعوۃ الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں' ایسے قیمتی اور زریں مواقع ضائع نہیں کیے جاتے۔ علماء و مبلغین کا فرض ہے کہ وہ نبی ﷺ کے اخلاق و آداب' سیرت و کردار اور عبادات و معاملات کو امت کے سامنے (ان محفلوں میں) بیان کرتے رہیں' ہدایت و رہنمائی فرماتے رہیں اور خرافات و منکرات سے اسے محفوظ

---

[1] ایضاً' ص ۲۸۹۔۲۹۰

رکھ کر شرور و آفات سے بچاتے رہیں"۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میلاد النبی ﷺ اور اس قسم کی دیگر محافل کا مقصد صرف اجتماعات اور مظاہر نہیں بلکہ ان کی حیثیت ایک مبارک مقصد کے حصول کیلئے ایک مبارک ذریعہ کی ہے۔ اس کی اصل دور رسالت اور عہد خلفائے راشدین اور معمولات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہے۔ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں محدثین کرام اور صوفیائے کرام کی محافل کی صورت میں اور پھر خلفائے عباسیہ کے دور میں اس نے باقاعدہ اجتماع کی صورت اختیار کر لی' گزشتہ ایک ہزار سال سے تواتر کے ساتھ اجل علماء ائمہ امت اور عوام و خواص مسلمانوں کے معمولات سے چلا آ رہا ہے۔ یہ فرض ہے نہ واجب بلکہ مستحب امر عادی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ عمل ہر طرح سے محمود اور باعث خیر و برکت ہے۔ اب سطور بالا میں قرآن و حدیث اور آثار صحابہ و سلف صالحین سے بیان کردہ تمام روشن دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی اختلاف رکھتا ہے تو بھی یہ "مسئلہ میلاد" زیادہ سے زیادہ اختلافی ٹھہرے گا جس میں اجتہاد کی گنجائش باقی رہتی ہے' اس لئے اس سلسلے میں ایک فریق کا دوسرے فریق کو بدعتی و مشرک قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہمارے سامنے آس پاس بڑے بڑے جرائم بکھرے پڑے ہیں جن کے خطرناک ہونے اور مضرت رسانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان کے علاج' تدارک اور ان کے خلاف جہاد کرنے کیلئے قومی اتحاد کی سخت ضرورت ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ ان جرائم سے چشم پوشی اور خاموشی اختیار کر لیں جن کے بارے میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اپنے شخصی اجتہادات کی حمایت اور ان سے مختلف نکتۂ نظر سے محاذ آرائی میں مصروف ہو جائیں اور شدت و تشدد بلکہ دہشت گردی کی

[1] سید محمد علوی مالکی' علامہ ڈاکٹر "اصلاح فکر و اعتقاد" (اردو ترجمہ "مفاہیم یجب ان تصحح عربی) ص ۴۰۶

راہ اختیار کرلیں، جیسا کہ بعض فرقوں نے اختیار کیا۔ حالانکہ مذکورہ بالا جرائم کو نظر انداز کرنے کا کوئی جواز نہیں جو بالاتفاق شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کی محفلوں کے بارے میں تو کوئی بھی اس کے فرض یا واجب ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ البتہ یہ ایک مستحب امر عادی ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ اختلافی۔

حیرت کی بات ہے کہ جو لوگ دن رات فروعی مسائل کے اختلافات کو ہوا دینے میں مصروف ہیں اور مخالفین کو بدعتی قرار دینے سے نہیں چوکتے وہ ان بڑے مسائل کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہتے جن میں ہر ملک کے مسلمان ملوث ہو چکے ہیں۔ ان میں سب سے خطرناک بدعت وہ عقائد ہیں جن کی بناء پر بہت سے گروہ دین سے خارج ہو گئے ہیں۔ یہی حال حکمرانی کا ہے۔ اس سے متعلق افسوسناک بدعت اللہ تعالیٰ کی شریعت اور سنت مصطفیٰ ﷺ سے خروج ہے اور یہ بدعت جس کا انجام الحاد اور کفر ہے اکثر اسلامی ممالک پر چھا چکی ہے۔ یہی وہ بدعت ہے جس کیلئے اسلام دشمن عناصر، یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں، مستشرقین اور نام نہاد قانونی ماہرین ان کے ہمنواؤں نے مسلسل کام کیا ہے، یہاں تک مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو ان کی شریعت اور عقیدے سے نکال کر اس طاغوت کی اطاعت پر مجبور کر دیا ہے جس کو "جمہوریت کا قانون" کہتے ہیں۔

آج ہمارے دشمن یہود و ہنود اور نصاریٰ و مجوس کھل کر ہمارے سامنے آ گئے ہیں وہ ہمیں محاصرے میں لے کر ہمارے تمام وسائل پر قابض ہونے اور ہماری اسلامی تشخص کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں ان مسائل کے بارے میں اپنی تمام تر توانائی کو صرف کرنا فرض عین ہے۔ کیونکہ یہ مسائل عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے چیلنج بن چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے


ورفعنا لك ذكرك

حلیمہ کی گود کا پالا صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

۱۹۳۹ء

بچے کس گھر میں پیدا نہیں ہوتے۔ کس گھر میں بچے پیدا ہونے کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں۔ لیکن پتہ نہیں کیا بات ہے۔ یہ پھل جتنا کچا ہوتا ہے۔ جوں جوں یہ پھل پکتا جاتا ہے۔ کڑوا کسیلا کھٹا اور پھیکا ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ میٹھا رہتا ہے۔ پورے معاشرے میں وہ گھر انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ جن گھروں میں یہ پھل پک کر بھی میٹھا رہتا ہے۔

ایسے دوسرے پھل بھی۔ سیب۔ کیلا۔ امرود۔ کنوں۔ فروٹر۔ انگور۔ کھجور۔ انار پک کر بھی زیادہ دیر تک۔ میٹھے نہیں رہتے گل سڑ جاتے ہیں۔ بدبو چھوڑ جاتے ہیں۔ گلی میں پھینکنے پڑ جاتے ہیں۔

میرے مہربانو! یہ بچہ! جس نے ساری دنیا کو دکھوں سے بچایا جس نے انسانیت کو اخوت و مساوات کے شیرے میں ڈبو دیا ایسا میٹھا پھل سبحان اللہ ماں کی گود سے قبر کی گود تک اور قبر کی گود سے اب تک پھر حشر تک اور حشر کے بعد (ابد الاباد) تک یہ پھل شیریں تر ہوتا چلا گیا۔ نام بھی میٹھا۔ ذات بھی میٹھی۔ کردار بھی میٹھا۔ بات بھی میٹھی۔ بچپن۔ لڑکپن۔ اٹھان۔ جوانی۔ جوانی کا ہر دن۔ جوانی کی ہر رات بالوں میں چاندی آنے سے ظاہری زندگی کے آخری بالکل آخری لمحے تک ہر لمحہ میٹھا۔ اور میٹھا بھی ایسا جس سے جی نہ بھرے بلکہ ایسا کہ طلب بڑھتی جائے۔ بڑھتی جائے۔ بڑھتی جائے۔

محمد ان کا ہے نام نامی امین عظمت بڑا گرامی
ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے

صبح صادق کو۔ جس نے صادق بنایا اس صداقت کے وقت کو۔ جس نے

قیامت تک صداقت کا (پیغام بر) بنادیا۔ اللہ اکبر کی آواز سے آشنا کر دیا اسی صبح صادق کے وقت اصدق الصادقین اکرمُ الاکرمین صلی اللہ علیہ وسلم امن وامان کی پیغام بر ماں کی گود میں رونق افروز ہوا۔

جب ہوا ضو فگن دین و دنیا کا چاند
آیا خلوت سے جلوت میں اسریٰ کا چاند
نکلا جس وقت مسعود بطحا کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

دھلا دھلایا۔ ناف بریدہ۔ مکحول۔ آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا۔ مختون۔ ختنہ شدہ۔ پاک وصاف ستھرا۔ خوشبوؤں سے مہکا ہوا۔ باہوش۔ ہوشمندی کی اعلیٰ ترین مثال۔ پیدا ہوتے ہی اپنے خالق۔ اپنے مالک۔ معبود حقیقی کے حضور۔ سجدہ ریزی سے۔ زندگی کا آغاز کرنے والا۔

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یاد گاریِ امت پہ لاکھوں سلام

بچے پیدا ہوتے ہیں۔ روتے ہیں۔ یہ بچہ بھی رویا لیکن دنیا میں آنے پر نہیں دنیا کی حالت زار پر رویا۔ زارزار رویا۔ رَبِّ هَبْلِيْ اُمَّتِيْ۔ رَبِّ هَبْلِيْ اُمَّتِيْ۔ کہتا ہوا رویا میرے مالک میرے رب! جیسے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کہہ کر تو نے مجھے ہر خوبی سے نواز دیا ہے۔ میری امت بھی۔ میرے ہی حوالے کر دے۔ اس کی قسمت سنوارنا میرے سپرد کر دے۔ مالک نے ان کی یہ تمنا بھی پوری کر دی۔ اور وقت آنے پر اس کا اعلان بھی کر دیا۔ محبوب وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

سیانے کہتے ہیں بچوں کو خوش رکھ کر اچھا نہیں بنایا جا سکتا اچھا بنا کر خوش رکھا جا سکتا ہے۔ اور وہ تو تھے ہی اچھے۔ اچھائیاں بانٹنے والے خوش رکھنے والے۔ اہل عرب بچوں کو شہروں کی پرھول زندگی اور سہل پسندی کی زندگی سے دور۔ دیہاتی ماحول میں سخت جانی اور پتھریلی زمین کی زندگی فصاحت و بلاغت کی زبان اور دودھ کی طرح دھلی زبان سے آشنا کرنے اور دودھ پلانے کیلئے دیہاتی دائیوں کا انتخاب کرتے۔

ربیع الاول تھا۔ یعنی فصل بہار کا پہلا موسم۔ دیہاتوں سے دائیوں کی آمد کا موسم۔ وہ بھی گروہ گروہ ہی چلتی ہوں گی۔ صحت مند خواتین۔ صحت مند سواریوں پر۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے۔ امیر سے امیر گھرانوں کے بچے گود میں لینے کی سبقت کی دوڑ۔ دوڑتی ہوئی۔ مکے آ پہنچیں۔ ان میں۔ ایک حلیمہ نام کی دائی بھی تھیں۔ کمزور سی غریبنی سی۔ وہ بھی۔ اور اس کا خاندان بھی۔ اس کی سواری بھی ویسی ہی۔ وہ پیچھے رہ گئی۔ بہت پیچھے۔ سب سے آخر میں کھیل مقدر کا۔ سب سے آخر میں آنے والی۔ مقدر کی دھنی نکلی۔ مکے میں پہلے آنے والی۔ اس کے خاندان کے دائیوں کو جو ملا۔ وہ ان کا مقدر تھا۔ لیکن اس کو۔ تو مقدر بھی۔ اسی گھر سے مل گیا۔

اوروں کو ملا ہے تو مقدر سے ملا ہے
اس کو تو مقدر بھی تیرے در سے ملا ہے

حضرت حارث۔ حلیمہ کے خاوند کہتے ہیں۔ میری سواری۔ دوسری سواریوں میں۔ سب سے ہلکی اور کمزور سی سبز رنگ کی گدھی۔ اور اونٹنی۔ اس سے بھی کمزور جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں۔ میرا بیٹا بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا۔ نہ سوتا نہ سونے دیتا۔

حلیمہ کہتی ہیں۔ میں مکے پہنچی۔ تو میری سہیلیاں۔ مکے کے بڑے بڑے

امیروں کے گھرانوں سے بچے لا چکی تھیں۔ ہر ایک کی گود بھری تھی۔ مکے میں اگر کوئی بچے باقی تھے بھی۔ تو انہوں نے مجھے کمزور بیمار اور ہلکی سمجھ کر اپنا بچہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور ننھے حضور کو۔ میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ یتیم سمجھ کر سب چھوڑ گئی تھیں۔ اگر ان کو بھی کوئی بڑی بی بی لے جاتیں۔ تو ہم غریب کہاں جاتے۔

سوچا خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے۔ یتیم بچہ۔ اگر مل جائے تو لے لیتے ہیں۔ حارث نے بھی۔ یہی مشورہ دیا۔ میں نے گھر جا کر دستک دی۔ کمال وجاہت کے ایک بزرگ نے دروازہ کھولا۔ اندر آنے کی اجازت دی۔ اور آنے کا سبب پوچھا۔ عرض کیا۔ حضور۔ دائی ہوں۔ بچہ لینا چاہتی ہوں۔ کرم فرما دیں۔ تو غریبنی ساری عمر اس آستانے کو دعائیں دیتی رہے گی۔

بابا جی نے نام قبیلہ پوچھا۔ حلیمہ' میرا نام ہے۔ اور قبیلہ سعد سے تعلق رکھتی ہوں۔ آپ نے کمال محبت سے فرمایا۔ بَخٍ بَخٍ سَعْدٌ وَّحِلْمٌ خَصْلَتَانِ ذَاهُمَا خَيْرُ الدَّهْرِ وعِزُّ الْاَبَدِ۔ واہ۔ واہ۔ سعد اور حلم دو ایسی خصلتیں ہیں۔ جو زمانے میں سب سے بہتر اور ہمیشہ کی عزت ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ هَلْ لَكِ ترضعيه عَسٰى اَنْ تَسْتَعِدِی بہٖ۔ کیا تو اس کو دودھ پلائے گی۔ حلیمہ! اس کی برکت سے تیرا دامن سعادتوں سے بھر سکتا ہے۔

دانشمندوں کی باتوں میں بھید ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور۔ بندی حاضر ہے۔ آپ نے مجھے بچے کی والدہ سے ملنے کو کہا۔ میں اندر گئی۔ آمنہ نے استقبال کیا۔ ایسے ہوا۔ جیسے میں۔ امن کے حصار میں آ گئی ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ سبز بستر پر۔ بالکل سفید صوف کے لباس میں۔ لیٹے ہوئے ہیں۔ کستوری کی مہک اٹھ رہی ہے۔ میں تو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئی۔ دل ہار بیٹھی۔ نہ ایسا بچہ کبھی دیکھا تھا۔ اور نہ ایسی خوشبو کبھی سونگھی تھی۔

آئینہ حیرت میں ہے آئینہ گر حیرت میں ہے
تیری صورت دیکھ کر تیرا سراپا دیکھ کر
ماہ و انجم کی جبینوں پر پسینہ آ گیا
پیکر انوار تیرا نوری تلوا دیکھ کر

میں نے بے اختیار۔ آنکھوں کے عین درمیان۔ پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور اٹھا کر اپنے خاوند حارث کے پاس لے آئی۔ جو باہر میرے انتظار میں تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے۔ وَاللّٰہِ! یَاحَلِیمَۃُ لَقَدْ اَخَذْنَا نَسْمَۃً مُّبَارَکَۃً۔ حلیمہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے یمن و برکت کا وجود پالیا ہے۔

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ
وہ اللہ والا تیری گود میں ہے
ثنا گر ہے جس کی خدائی حلیمہ
بنی سعد کا دشت رشک چمن ہو
گل ہاشمی چمن کے لائی حلیمہ

میں اندر گئی۔ بچے کو دودھ پیش کیا۔ دودھ کے خشک سوتے نہ جانے کہاں سے پھوٹ پڑے۔ ہر ماں کی عادت ہوتی ہے۔ بچے کو ایک طرف سے دودھ پلا کر۔ دوسری طرف سے بھی دودھ پلاتی ہیں۔ میں نے بھی بچے کو دوسری طرف پیش کی۔ تو آپ نے دودھ نہ پیا۔

اس انوکھے بچے نے پہلے دن سے رضاعت کی عمر کے آخری دن تک۔ ایک طرف سے ہی دودھ پیا۔ دوسری طرف۔ میرے بیٹے عبداللہ۔ اپنے دودھ شریک بھائی کیلئے چھوڑ دی۔ یوں تو آپ کی ہر ادا مر مٹنے والی تھی۔ لیکن اس ادا نے میرے

دل میں گھر کرلیا کہ اس عمر میں بھی۔ دوسروں کا اتنا خیال۔ کہ کسی کا حق مارنا پسند نہ کیا۔

مثل مادر حلیمہ پہ احساں کریں
ان کی بخشش کا طفلی میں ساماں کریں
پاس حق رضاعت کا ہر آں کریں
بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

آمنہ بی۔ سبحان اللہ۔ کیسی عورت تھیں۔ امن و امان یا یمن و برکت کے شگوفے تو اسی کے گھر سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔ آپ نے مجھے بچے کا نام بتایا۔ فرمایا۔ ان کا نام محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عرب میں ایسے ناموں کا رواج نہ تھا۔ اتنا خوبصورت نام۔ جتنا خوبصورت خود نومولود۔ میری حیرانگی دور فرمانے کیلئے فرمانے لگیں۔ یہ نام۔ ان کے دادا جان نے رکھا ہے۔ کہتے ہیں۔ میرا جی کرتا ہے۔ ساری دنیا۔ ان کی تعریف ہی کرتی رہے۔ ویسے تم بتاؤ! میرا بچہ۔ تعریف کے قابل ہے ناں! جی بہن جی۔ ہاں ہاں۔ اتنی تعریف کے قابل۔ کہ بار بار کروں تو جی نہ بھرے ...... میں تو پہلے ہی فدا ہو چکی تھی۔

آپ نے۔ بچے کے بارے میں۔ کچھ راز کی باتیں بھی بتائیں۔ دادا جان عبدالمطلب بھی۔ باتوں میں شامل ہو گئے۔ مزید تعارف ہوا۔ مجھے کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ ماں نے اور دادا جان نے باری باری بچے کو اٹھایا۔ پیار کیا۔ بوسے دیئے۔ اور ذرا سی بھیگی پلکوں کے ساتھ دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا۔

میری عمر کا ایک حصہ بیت چکا تھا۔ کئی بچوں کو دودھ پلا چکی تھی۔ غیر بچے کو دودھ پلاتے پلاتے آہستہ آہستہ محبت کے جام بھرتے ہیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی عجب تھا۔ ایک انجانی قوت تھی۔ جو میرے دل میں میری آنکھوں میں۔ میری باہوں

میں۔محمد کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری جا رہی تھی۔ایک عجیب سے کیف میں ڈوبی اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔میرے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

نصیبہ میرا ناز کرتا ہے مجھ پر
کہ روشن ستارے کو لے کر چلی ہوں
ہوئے دو جہاں جس کے جلوؤں سے روشن
اسی ماہ پارے کو لے کر چلی ہوں

خیمے میں پہنچی۔حارث میرے ساتھ تھے۔میرا بیٹا۔رو رہا تھا۔بھوک نے۔اس کا صبر چھین لیا تھا۔میں تو پہلے بھی اس خیمے میں آتی جاتی رہتی تھی۔میرے آنے سے کیا ہوتا ہے۔محمد کی ذات نے۔میرے خیمے میں قدم رکھا۔آرام۔سکون۔چین۔راحت۔ہر نعمت نے ہمیں اپنے چھتر میں لے لیا۔میری چھاتی دودھ سے بھر گئی۔بچے نے۔میرے بیٹے نے۔شاید۔اپنی زندگی میں پہلی بار۔پیٹ بھر کر دودھ پیا تھا۔اسے سکون ملا۔کہیں سے نیند کی دیوی نے بھی میرے خیمے کا منہ دیکھ لیا۔اور میرا بچہ۔نیند کی آغوش میں چلا گیا۔میں شاعر تو نہیں ہوں۔لیکن اس کیف میں ڈوبی ہوئی میں کچھ گنگنا رہی تھی۔

رہے محروم اس دولت سے ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامان رحمت ڈھونڈنے والے

ہم نے دیکھا۔ہماری گدھی اور اونٹنی کا رنگ بھی نکھرنے لگا۔بے چینی اور بے بسی کا۔غربت و افلاس اور کم مائیگی کا احساس۔جو ہمیں لے ڈوبا تھا۔رفتہ رفتہ مٹنے لگا۔ہم نے۔خانہ کعبہ کا الوداعی طواف کیا۔واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔سامان سمیٹ لیا گیا۔جیسے آنے میں ہم پیچھے رہ گئے تھے۔ایسے ہی جانے کیلئے بھی ہم پیچھے رہ گئے۔

دو چار دن کے وقفے کے بعد۔ ہم بھی روانہ ہو گئے۔ سچ جانئے۔ یہ وہ اونٹنی نہیں تھی۔ جس پر ہم آئے تھے۔ لیکن یقین جانئے وہی تھی۔ سواری نہیں بدلی تھی۔ بلکہ سوار بدل گیا تھا۔ جس نے سواری کی کیفیت ہی بدل ڈالی۔

اپنے اپنے مقدر دی ہوندی اے گل
آئیاں دائیاں ہزاراں سی مکے دے ول
جس دی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل
عرش دے شاہ سواراں دے کم آ گئی

دکھ کے فاصلے طویل ہوتے ہیں۔ سکھ کی مسافتیں اور دوریاں۔ مسافتیں اور دوریاں نہیں رہتیں۔ ہمارے لئے یہ پہلا تجربہ تھا۔ اونٹنی فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔ پہلے سے چلے قافلے کو ہم نے جلد ہی جا لیا۔ بلکہ ان سے آگے نکل گئے۔ مجھے حارث کی بات۔ بار بار یاد آتی تھی۔ وَاللّٰہِ یَا حَلِیْمَۃُ لَقَدْ اَخَذْنَا نسمۃً مبارکۃً خدا کی قسم حلیمہ ہم نے انتہائی برکت والا وجود پایا ہے۔

مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے کا واقعہ بھی ایسا حیران کر دینے والا تھا۔ کہ میرے ذہن سے نکلتا ہی نہ تھا۔ میرا جی چاہا۔ مکے سے روانہ ہونے سے پہلے برکت کیلئے۔ ننھے حضور کو۔ حجر اسود کا بوسہ دلا دوں۔ جب میں حدود کعبہ میں داخل ہوئی۔ تو ہبل۔ لات۔ عزیٰ اور دیگر بت اپنی اپنی جگہ سرنگوں ہو گئے سوچا۔ ہو سکتا ہے۔ یہ میرا وہم ہو۔ میں آگے بڑھی۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ حجر اسود۔ خود اپنی جگہ سے نکلا۔ اور آپ کے چہرہ اقدس۔ اور آپ کے لبوں کے ساتھ چمٹ گیا۔ گویا بوسے پہ بوسے لینے لگا۔

یہ کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں تھی۔ ہم نے پتھروں کے حضور لوگوں کو جھکتے تو دیکھا تھا۔ پتھروں کو یوں سراپا نیاز ہوتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ واقعہ ابھی تک ذہن اور

حافظے کے ہر گوشے کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ کہ سفر کے واقعات نے کئی اجنبی راستے کھول دیئے۔

لوگ جائیں حجر اسود چومنے
حجر اسود نے تیرا بوسہ لیا

ہر قدم پر احساس ہوتا ہے۔ کہ محمد۔ حضور اعلیٰ۔ کا ہر قدم۔ میرے حارث اور شیما کے دل کو پکڑ نہیں لیتا تھا۔ دل کو چھین لیتا تھا۔ قافلہ تو بہت پہلے سے روانہ ہو چکا تھا۔ انہیں احساس تھا۔ مریل گدھی۔ اور بے جان اونٹنی ان کی منزل بھی کھوٹی کرے گی۔ اس لئے ہمارا انتظار کئے بغیر ہی قافلہ چل دیا تھا۔ لیکن ننھے حضور کی برکت سے۔ ہم نے انہیں وادی ''سرو'' میں جا لیا۔ میری سہیلیوں نے۔ ہمیں۔ ہم سے بھی زیادہ حیرت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ حلیمہ یہ تیز رفتار اونٹنی کہاں سے لی ہے۔ اور وہ پہلے والی کہاں ہے۔ ہم تو مسرت و حیرت کے جذباتِ میں ڈوبے ہوئے ہی تھے۔ لوگ ہمیں بھی دیکھ دیکھ حیرت زدہ ہو رہے تھے۔ میں نے جواب دیا۔ سواری نہیں سوار بدلا ہے۔ جس نے ہماری قسمت ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ خیر ہم چلتے چلتے۔ ان سے پہلے اپنی وادی میں جا پہنچے۔ البتہ میں نے محسوس کیا۔ رَاَیۡتُ الحسد مِنۡ بَعۡضِ نِسَآءِ نَا کہ میری ہم قافلہ عورتوں کے دلوں میں حسد کی چنگاری پھوٹ پڑی ہے۔

یوں تو ننھے حضور کو۔ چند اور خوش نصیب بیبیوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ خود بی بی امنہ نے۔ ثویبہ نے۔ بنی سلیم کی تین ہمنام عاتکہ نے۔ خولہ بنت منذر نے۔ یہ سعادت حاصل کی تھی۔ لیکن جو نعمت مستقل میرے حصہ میں آئی۔ وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔ میں اپنے رب کی اس عنایت پر حیران تھی۔ کہ بنی سعد کی کتنی ہی دائیاں مکے گئیں تھیں۔ اگر ان میں کوئی آپ کو لے لیتی۔ تو ہمارا کیا بنتا۔ یہ تو ہمیں بعد میں علم ہوا۔ کہ حضرت عبدالمطلب ننھے حضور کے دادا حضور نے میرا نام اور۔ میرا

قبیلہ کا سن کر بخ بخ کہتے ہوئے کیوں استقبال کیا تھا۔ آپ نے ہمیں بتایا۔ کہ بنی سعد کی دائیاں جب آئیں۔ اور ننھے حضور کو یتیم سمجھ کر چھوڑ کر چلی گئیں۔ تو فکر ہوئی۔ کہ کیا ہمارے اس لخت جگر کو۔ رشک خورشید وقمر کو۔ کوئی دائی دودھ نہ پلائے گی۔ تو ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا۔

اِنَّ ابْنَ اٰمِنَۃَ الْاَمِیْنِ مُحَمَّدًا

خیر الانام وخیر الاخیار

یعنی بیشک آمنہ کے لال۔ امین وکریم محمد۔ خیرالخلائق ہیں۔ اور سارے اچھوں سے اچھے ہیں۔ ﷺ۔

مَا اِنَّ لَہٗ غَیْرَ الْحَلِیْمَۃِ مُرْضِعَۃً

نَعَمْ الْاَمِیْنَۃُ ھِیَ عَلَی الْاَبْرَار

ہاں حلیمہ کے سوا۔ اس کی اور کوئی "آیا" نہیں ہوگی۔ وہ ایک امین۔ امانتدار اور بہترین خاتون ہیں۔ جو ابرار کی نگہداشت کرنا جانتی ہیں۔

مَاْمُوْنَۃٌ عَنْ کُلِّ عَیْبٍ فَاحِشٍ

وَنَقِیَّۃُ الْاَثْوَابِ وَالْاَوْزَار

وہ ہر فحش عیب اور غلط کاری سے بچی ہوئی ہے۔ پاکدامن اور کردار کی مضبوط عورت ہے۔

لَا تَسْلِمَنَّہٗ اِلٰی سِوَاھَا اَنَّہٗ

اَمْرٌ وَحُکْمٌ جَاءَ مِنْ جَبَّار

ہمارے اس محبوب کو اس کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے نام امر اور حکم ہے۔

ہاتف غیبی کے اس پیغام نے ہمیں تیرے انتظار میں بے چین کر رکھا تھا۔

جب آپ نے یہ بات بتائی تو پھر ہمیں اپنے مقدر پر مزید رشک آیا۔ کہ یہ کہیں اور سے پہلے ہی فیصلے ہو چکے تھے۔

میرے دل پہ ہیں نقش قدم آپ کے
مجھ گنہگار پر ہیں کرم آپ کے
چڑھتی رہتی ہے مینار پر زندگی
گرتے رہتے ہیں قدموں پہ ہم آپ کے

لگتا تھا۔ ننھے حضور اور آپ کے رب نے ایک بدوی عورت جیسی اجنبی عورت کو اپنی بے پناہ عنایات سے رام کرلیا ہے۔ میں اکثر ننھے حضور کو اور اپنے عبداللہ۔ اپنے بیٹے کو قریب لٹاتے ہوئے کہتی۔ یہ میرا عبداللہ ہے۔ یہ میرے محمد ہیں۔ میری دو آنکھیں ہیں۔ اے میرے گھر آنے والے۔ تیری تعریفیں کرتی نہ تھکوں۔ تیرے قدم کتنے مبارک ہیں۔ تو نے ہم بوریہ نشینوں کو سیراب کر دیا ہے۔

تشریف آوری ہوئی جب سے حضور کی
نقشہ ہی کچھ عجیب میرے گھر کا ہو گیا

ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ اپنے مقدر اور نصیب۔ اور ان کی نسیم بہاری کے لطف میں ڈوبی نہ جانے کن خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ کہ مجھے خیالوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں لانے کیلئے ایک واقعہ ہو گیا۔

بکریوں کے ریوڑ میں سے۔ ایک بکری گھر کے۔ صحن میں۔ جہاں۔ میری دونوں آنکھیں۔ میرا محمد اور۔ عبداللہ۔ میری دونوں آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے۔ آئی۔ میرے محمد کے قدموں کو بوسہ دیا۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر سراپا عقیدت بن کر کھڑی ہو گئی۔ نہ جانے۔ وہ کتنی دیر اسی عقیدت کے شیرے میں ڈوبی رہتی۔ کہ چرواہا ادھر آ نکلا۔ اس نے پچکارا اور وہ بھاگ کر۔ ریوڑ میں شامل ہو گئی۔ واہ ری بکری! تیری

پہچان کے صدقے۔ کہ تو نے بھی پہچان لیا۔ تیری آنکھ۔ اور آنکھ کی بصیرت پر قربان جاؤں۔

بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں
فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم الفت کا بھرتی تھیں

میری ایک عزیزہ قریب کی تھی۔ اور پڑوس بھی تھا۔ ایک دن کہنے لگی۔ حلیمہ! بڑی امیر ہوگئی ہے۔ جب سے قحط سالی ہوئی ہے۔ تیرے گھر میں تو ویسے ہی کبھی دیا نہیں جلا تھا۔ اب ساری ساری رات دیا جلتا رہتا ہے۔ اور تیرے گھر سے روشنی پھوٹ پھوٹ باہر نکلتی رہتی ہے میں نے کہا۔ نہیں بہن۔ میں تو دیا نہیں جلاتی۔

رات کو بھی جن کے گھر تاریکیاں آتی نہیں
مانگ لائی ان سے جا کر ان کے گھر کی روشنی

اور جان بوجھ کر بتاتی بھی نہیں تھی۔ کہ کوئی حسد کی آگ میں جل کر میرے محمد کو حسد کی آگ میں نہ جلا دے۔ یہ تو ایک نور تھا۔ جو ہر وقت آپ کے چہرے سے دمکتا رہتا تھا۔

حلیمہ کا گھرانہ خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
یہ بچہ ایک دامن تھا غریبی پر یتیمی پر
تھا اک سادہ سے گھر میں دولت کونین کا وارث
رضاعی ماں حلیمہ تھی رضاعی باپ تھا حارث

یوں تو سارا گھرانہ کیا۔ سارا خاندان۔ محمد کی حیرت زا۔ کیفیتیں دیکھ دیکھ فرط محبت سے جھوم جھوم جاتا تھا۔ لیکن میری بڑی بیٹی جس کا نام حذافہ تھا۔ ہم پیار سے اسے شیما شیما کہتے تھے۔ دوسری کا نام انیسہ تھا۔ وہ چھوٹی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ شیما ہی تھی۔ جو انہیں اٹھاتی۔ بہلاتی۔ پیار کرتی۔ چومتی سینے سے لگاتی۔ اور پہروں

اٹھائے رکھتی۔ اس کا جی ہی نہ بھرتا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں شاعری کہاں کی جاسکتی ہے۔ لیکن محبت۔ عمر نہیں دیکھتی۔ اسے جو اپنے قرشی بھائی سے محبت تھی۔ اس محبت نے اس کو شاعر بنادیا اور اس سے لوری کی شکل میں بڑے خوبصورت اشعار کہلوا دیئے۔ وہ لوریاں دیتی دیتی اشعار پڑھتی رہتی۔ میں بھی کبھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی اور کہتی۔

یَا رَبُّ اذا عطیتہ فابْقہ

واعلہ الی العلا وارقہ

وادحض اباطیل العدی بحقہ

اے پروردگا! اگر تو نے ہمیں یہ نعمت دی ہے۔ تو اسے بقا اور سلامتی بھی عطا فرما۔ انہیں انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا۔ اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا۔ اور ان کے دشمنوں کے تمام باطل حیلوں کو انہی کے توسل سے کالعدم فرما۔ اور شیما اپنی دھن میں دعائیں دیتی رہتی۔

یا ربنا ابق لنا محمدا

حتی اراہ یافعا وامردا

ثمہ اراہ سید او مسودا

واکبت اعادیہ معا طسدا

واعطیہ عزا یدور ابدا

اے ہمارے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما۔ حتیٰ کہ میں آپ کو جوان اور ایک تن آور مرد دیکھوں۔ پھر میں انہیں اپنی قوم کے ایسے سردار کے روپ میں دیکھوں۔ کہ سب لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر رہے ہوں۔ اور اے ہمارے رب! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل اور رسوا فرما۔ اور انہیں وہ عزتیں عطا فرما۔ جو ابد الآباد تک قائم رہیں۔

میرا دل کہتا ہے۔ یہ الفاظ۔ چھوٹی سی عمر میں اس نے نہیں کہے تھے۔ وہ خالق و مالک ہستی۔ جو انہیں مراتب عظیم تک خود پہنچانا چاہتی تھی۔ اس نے ہی میری بیٹی کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے۔ جو امر ہو گئے۔

پتہ نہیں۔ یہ کھیل کب سے جاری تھا۔ پہلے تو پتہ ہی نہ چلا۔ ایک دن۔ رات کا وقت تھا۔ موسم انتہائی خوشگوار۔ ہم باہر صحن میں۔ سو رہے تھے۔ کہ محسوس ہوا۔ جیسے ہمارے گھر کے صحن کے درخت کا سایہ۔ جھول رہا ہے۔ کبھی اِدھر۔ کبھی اُدھر۔ میں تو ڈر سی گئی۔ یا اللہ خیر۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ اچانک میری نظر اپنے بیٹے محمد پر پڑی۔ پتہ نہیں وہ کب سے انگلی ہلا رہے تھے اور چودھویں کا چاند۔ ایک کھلونا بن کر۔ ان کی انگلی کے اشارے پر کھیل کا سامان بنا ہوا تھا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

پھر تو یہ معمول بن گیا۔ پہلے تو دن کو آپ سے حیرت افروز واقعات سامنے آتے رہتے تھے۔ ہم نے رات کو کبھی غور ہی نہ کیا تھا۔ اس انکشاف نے۔ ہماری راتیں بھی حسین تر بنا دیں۔ ہم جب بھی ان کی طرف دیکھتے۔ ان کا چہرہ۔ خوشی و مسرت کی کتاب کا سرورق بنا ہوا نظر آتا تھا۔ ہم دیکھتے۔ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ نُوْرٌ كَنُوْرِ الشَّمْسِ ثُمَّ يَنْجَلِيْ عَنْهُ یہ روز کا معمول تھا۔ کہ سورج کی طرح کا ایک نور ہر روز نازل ہوتا۔ اور پھر خود ہی غائب ہو جاتا۔

چاند سورج میرے دروازے پہ پہرے دار تھے
جب میری بینائی کے حجرے میں آئے مصطفیٰ

حاسدوں کی نظریں۔ ہر وقت تاڑ میں رہتی ہیں۔ لیکن میں نے ان سے بچنے کا حل یہ نکالا۔ کہ گھر میں دودھ وافر مقدار میں ہوتا تھا۔ اس قریشی مہمان کے صدقے بانجھ اور خشک جانور بھی دودھ دینے لگے تھے۔ میں کبھی انیسہ کے ہاتھ۔ کبھی شیما کے ہاتھ لوگوں کے گھروں میں بھیجتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی حارث خود بھی اڑوس پڑوس میں دودھ دے آیا کرتے تھے۔ منہ کھاتا ہے۔ آنکھیں شرماتی ہیں۔ اس لئے کوئی آنکھ آپ کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ بہر حال میں محتاط رہتی۔ حارث کے بھتیجے وغیرہ اور اڑوس پڑوس کے بچے اکثر ضد کر کے اٹھا لیتے۔ کھیلنے کیلئے۔ بہلانے کیلئے۔ باہر لے جانے کی کوشش کرتے لیکن میں روک لیتی۔ اور کسی کے ساتھ۔ گھر سے باہر نہ جائے۔

میرے خاندان کی بڑی بوڑھیاں۔ مجھے ٹوکتی تھیں۔ کہ حلیمہ۔ خیال کر۔ تو اپنے فرض میں کوتاہی کر رہی ہے۔ ایک تو غیر بچے سے اتنا پیار نہیں کرتے۔ کہ جدائی کے تصور سے ہی دل کانپ جائے۔ ہم کاروباری لوگ ہیں۔ ہر سال دو سال بعد۔ ہمیں نئے سے نیا بچہ۔ خوبصورت سے خوبصورت بچہ۔ اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے بچے۔ مل جاتے ہیں۔ آخر سال دو سال بعد انہیں اپنے گھر واپس جانا ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے اتنا زیادہ پیار اچھا نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ تیرے فرائض میں یہ بات شامل ہے۔ کہ بچے کو گاؤں کی صاف ستھری نکھری آب و ہوا سے متعارف کراؤ۔ ہمارے بچے۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔ کوئی برے بھی نہیں۔ ان کے ساتھ میل ملاپ۔ کھیل کود۔ بات چیت میں فصاحت و بلاغت۔ اسے ان بچوں سے ملے گی۔ بچہ باہر گلی میں کھیلے کودے گا۔ تو اس کی جسمانی قوتیں بھی پروان چڑھیں گی۔ اس لئے قریشی بچے پر اتنی پابندیاں عائد نہ کر۔ بلکہ اسے ذرا کھلا ماحول بھی فراہم کر۔

ان کے مشورے اپنی جگہ۔ لیکن میرے دل کو۔ شیما کے دل کو۔ حارث کے

دل کو۔ محمد نے اپنی محبت کی مٹھیوں میں ایسا بھینچ رکھا تھا۔ کہ ایک لحہ آنکھوں سے اوجھل نہ کر سکتے تھے۔

مرا دل ان کے دروازے پہ مثل تیر جاتا ہے
بہتیرا قید کرتا ہوں بمع زنجیر جاتا ہے

یوں تو دوسرے بچے۔ سال چھ مہینے میں۔ جتنے پروان چڑھتے ہیں۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد۔ ان سے دوگنا پروان چڑھتے تھے۔ سرخ وسفید چہرہ۔ کہ کوئی آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکے۔ چوڑا اور فراخ سینہ۔ بازو مضبوط۔ گرفت سخت۔ گفتگو میں ٹھہراؤ۔ میٹھی میٹھی باتیں۔ خوداعتمادی۔ ابھرتی پیشانی۔ لب نازک پھول کی پنکھڑی چہرے پر وقار اور تمکنت۔ اس مجموعی صورتحال سے۔ بڑی بوڑھیوں۔ ناصحات کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر۔ آہستہ آہستہ دل پر پتھر رکھ کر۔ باہر بھیجنے لگی۔ لیکن دل اور نظر ہر وقت باہر ہی لگے رہتے۔ یوں لگتا۔ ان کے انتظار میں۔ آنکھیں ہی باہر چوکھٹ پر رکھ آتی ہوں۔

صرف دو فقروں میں اپنا ترجمہ کرتی ہوں میں
مصطفیٰ میرے لئے اور میں برائے مصطفیٰ

ایک دن۔ بکریاں چرانے والے۔ ہمارے خاندان کے لڑکے بالے۔ جو میرے محمد کو ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ گھبرائے ہوئے۔ دوڑتے۔ ہانپتے کانپتے۔ آپہنچے۔ زور سے دروازہ کھٹکھٹانے پر۔ میرا دل تو دھک سے رہ گیا۔ اماں۔ اماں۔ محمد۔ قرشی بھائی کہیں گم ہو گئے۔ اور تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے۔

میری تو جان ہی نکل گئی۔ باہر نکلی۔ روتی دھوتی۔ آہیں بھرتی۔ بچے بوڑھے۔ لڑکے بالے۔ میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ کبھی اس گلی میں۔ کبھی اس گلی میں۔ راستے میں معبد۔ آتا تھا۔ پروہت۔ عبادت گاہ کا۔ بڑا پادری۔ بیٹھا ہے۔ سب نے اس سے

درخواست کی۔ دعا کرو۔ ہمارا بچہ مل جائے۔ وہ ہمیں بت خانہ میں لے گیا۔ گھٹنے ٹیک دیئے۔ شاید ہماری آہ وزاری سے وہ متاثر ہوگیا تھا۔ وہ بڑی لجاجت کے ساتھ بڑے بت کے حضور التجائیں کرنے لگا۔

زیں زنے فرزند طفلے گمشدہ است
نام آں کودک محمد مصطفٰی است

اے میرے بتو۔ اس عورت کا ایک بچہ گم ہوگیا ہے۔ اور اس کا نام محمد مصطفٰی ﷺ ہے۔

چوں محمد گفت آں جملہ بتاں
سرنگوں گشتند ساجد آں زماں

اس کے منہ سے ابھی۔ اسم محمد۔ نکلا ہی تھا۔ کہ اسی وقت سارے بت سرنگوں ہوکر سجدہ ریز ہوگئے۔ ان میں سے ایک بت بڑی فصاحت کے ساتھ بولنے لگا۔ اس نے کہا۔ حلیمہ!

غم مخور یا وہ نہ گردد اوز تو
بلکہ عالم یا وہ گردد اندرو

غم نہ کر۔ وہ تم سے کبھی گم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایک وقت آنے والا ہے کہ ساری دنیا اس میں گم ہوجائے گی۔

ہم سب حیرت زدہ۔ باہر نکلے۔ لیکن صبر نام کی کوئی چیز۔ میری جھولی میں نہ تھی۔ انتہائی کرب میں۔ جہاں بکریاں چر رہی تھیں۔ ادھر نکل گئی۔ ادھر دیکھ۔ ادھر دیکھ۔ اس پہاڑ کی اوٹ میں۔ کبھی اس پہاڑ کی اوٹ میں۔ کہ اچانک۔ جیسے مجھے آواز آئی حلیمہ! ذرا آسمان کی طرف تو دیکھ!

میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ ساری فضا۔ گرد وغبار

سے اٹی ہوئی ہے۔ایک بہت بڑا ہجوم ہے۔ایسے لگتا ہے۔کہ ہجوم راستے کی تلاش میں بھٹکتا پھرتا ہے۔اوراسے راستہ نہیں ملتا۔

ایک بچہ۔ان سے مخاطب ہوکر۔کہہ رہا ہے۔ادھر میری طرف آؤ۔میں راستہ ہی تو دکھانے آیا ہوں۔میں نے غور سے دیکھا۔تو وہ میرے محمد۔قرشی حضور تھے۔میں نے بے ساختہ پکار کر کہا۔اے میرے بیٹے! محمد۔میرے پاس آؤ۔اتنے میں ننھے حضور نے اچانک میری انگلی تھامی۔مجھے کہہ رہے ہیں۔امی حضور! میں تو یہاں ہوں۔

میں نے اٹھایا۔سینے لگایا۔پیشانی چومی۔گال سہلائے۔دونوں باہوں میں بھینچ لیا۔اوردھڑکتے دل کے ساتھ۔شکر خدا ادا کرتی ہوئی۔گھر آ گئی۔

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے۔ چانن دیوے نوروں
محبوباں نوں ویکھی جانواں کیا نیڑے کیا دوروں

شاید مجھے۔ننھے حضور کا۔قدرت نے یہ رنگ دکھانا تھا۔اس واقعہ سے ساری بستی میں کہرام مچ گیا۔بت خانے کے بتوں کے واقعہ کی خبر تو جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔مجھے احساس ہوا۔کہیں۔کوئی حاسد۔میرے بچے کو نظر نہ لگا دے۔ہر وقت دعائیں مانگتی رہتی۔وَاَکْبِتْ اَعَادِیْہِ مَعًا وَالْحَسَدًا یا اللہ اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل ورسوا کردے۔

جل جاتے جو آتش حسد جلا کر
انسان ہیں وہ لوگ یا لکڑی کا برادہ

توہم پرستی کی بات نہیں۔حقیقت ہے۔گھر میں۔خاندان میں۔یا بستی میں کسی کو درد ہوتا۔یا تکلیف۔آپ کا ہاتھ اس کو لگاتے۔تو آرام آ جاتا۔پوری بستی کے ہر فرد کی نگاہیں۔فرط عقیدت ومحبت سے جھک جاتی تھیں۔لوگ کہتے۔جس

طرف قرشی بچے کے گھر والوں کی بکریاں چرنے جاتی ہیں۔اپنی بکریاں بھی۔ادھر ہی لے جاؤ۔اب ہماری پہچان بھی ننھے حضور ہی تھے۔ جہاں کہیں۔عورتوں میں۔ مردوں میں۔ چوپالوں میں۔لڑکوں کی محفلوں میں۔کوئی بات اگر ہمارے خاندان کے حوالے سے ہوتے۔تو لوگ کہتے۔ بھئی وہی حارث۔جن کے گھر میں وہ بڑا خوبصورت سا۔انوکھا نرالا سا قرشی بچہ ہے۔اور ہمارے لئے یہ پہچان باعث فخر تھی۔

ہم سے گنہگاروں کو اپنا بنا لیا
ہم پر ان کی ذات نے کتنے کرم ہوئے
عزت ملی ہمیں بھی ہے ان کے ہی نام سے
صدقے میں ان کی ذات کے ہم محترم ہوئے

ایک دن۔ میں ندی سے۔ پانی لینے کیلئے چلی گئی۔شام بھیگ چکی تھی۔ میں نے چھاگل۔ندی میں رکھی۔تو یوں لگا۔ جیسے ستارے۔اچھل اچھل کر۔ پانی میں ڈبکیاں لینے لگے ہیں۔ جیسے نورانی بچے ہزاروں کی تعداد میں آ گئے ہوں۔اور ندی میں ڈبکیاں لگا لگا کر نہانے لگے ہوں۔

مجھے اس دن احساس ہوا۔ پانی ساکن نہیں ہونا چاہیے۔ورنہ یہ نورانی بچے اپنا پرلطف کھیل ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔اور یہ نور کے پتلے پھر اداس آنکھوں سے دیکھنے لگیں گے۔

میری چھاگل پانی کو ہلاتی رہی۔اور نورانی بچے ڈبکیاں لگاتے رہے۔ ہنستے رہے۔کھیلتے رہے۔گویا میں ان فلک زادوں کو لوریاں دیتی رہی۔اور وہ دوڑ دوڑ کر میری چھاگل میں داخل ہو ہو کر اسے لباب بھرتے رہے۔

جب میں گھر آ کر چھاگل کے پانی سے۔اپنے محمد کو غسل دینے لگی۔تو وہ سارے ستارے ان پر نثار ہونے لگے۔گویا میں محمد کو پانی سے نہیں۔ستاروں سے غسل

دیتی رہی۔ اب میری سمجھ میں آ گیا۔ کہ فلک زادے میری چھاگل میں سمٹ آنے کو اتنے بیقرار کیوں تھے۔ آسمان اپنی ساری وسعتوں کو میری چھاگل میں کیوں سمو جانا چاہتا تھا۔

عبداللہ۔ ہاں ہاں۔ میرا عبداللہ بن حارث۔ اکثر بکریوں کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ ایک دن قرشی بھائی کو ساتھ لے جانے پر پھر ضد کرنے لگا۔ اور ننھے حضور بھی۔ ساتھ جانے کو مچل گئے' میں نے دل پہ ہاتھ رکھا ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

سارا دن بکریاں چراتے رہے۔ نہ جانے کہاں سے چند اٹھائی گیرے وہاں آ نکلے۔ اور بکریوں کو ہانک کر اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ بکریوں کے ساتھ بچے ہی تو تھے۔ دوسرے بچے تو بھاگ کر چور چور کہتے بستی میں آ گئے۔ اور بڑوں کو مدد کیلئے بلانے لگے۔

ننھے حضور۔ نہ بھاگے۔ نہ خوف زدہ ہوئے۔ مجھے انہوں نے۔ بعد میں گھر آ کر ساری باتیں بتائیں۔ کہنے لگے۔ اماں! میں ان سے باتیں کرنے لگا۔

آپ ہماری بکریاں کیوں چھین رہے ہیں۔

بس ویسے ہی۔

آپ ان کا دودھ۔ دوہنا چاہتے ہیں۔ تو میں دودھ دوہ کر آپ کو پلاتا ہوں۔

بچے۔ ہم کسی کی مہمانی قبول نہیں کرتے۔

تو کیا آپ کے ہاں بھی کوئی مہمان کبھی نہیں آیا۔

مہمان تو ہمارے گھر بھی آتے ہیں۔

میں نے کہا۔ یہ بکریاں تو ہمارے ساتھ ہی آتی ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ہی جاتی ہیں۔ اگر آپ کو بکریوں کی بہت ضرورت ہے۔ تو بتائیں۔ کتنی بکریاں۔ آپ کے گھر چھوڑ آؤں۔ آپ کے مہمان بھی بنیں گے۔

انہی باتوں میں مصروف تھے۔ کہ گاؤں کے لوگ۔ لاٹھیاں کلہاڑیاں اور نیزے بھالے لئے پہنچ گئے۔ اور انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ گھیرا تنگ کرتے کرتے۔ ان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ ان کو مارنے لگے۔ تو میں نے روک دیا۔ اور لوگوں کی طرف سے ملنے والی سزا سے بچالیا۔

سنا ہے۔ ان چوروں میں سے۔ ایک چور۔ بڑھاپے کے عالم میں۔ آپ کے اعلان نبوت کے بعد آپ پر ایمان لایا۔ اور آپ کے بچپن کا واقعہ یاد کر کے سنانے لگا۔ تو سرکار نے فرمایا۔ ہاں! اس وقت میں نے تمہیں دنیا کی سزا سے بچایا تھا۔ اب میں تمہیں جہنم کی سزا سے بچا رہا ہوں۔

میں بھول نہیں سکتا احسان محمد کا ڈوبا تو نکالا ہے پھسلا تو سنبھالا ہے

یوں تو ہم سب کچھ ایسے سرشار رہتے تھے کہ ہر وقت قریشی بیٹے کی باتوں میں، کاموں میں، غیر معمولی حالات و کیفیت میں، اور ان کے سحر میں ڈوبے رہتے تھے۔ لیکن میری شیما پر تو واقعی ہر وقت ایک کیف طاری رہتا۔ اور ہر وقت ایک دعا اس کے لبوں پر بجی رہتی۔ یَارَبِّ وَاعْطِهُ عِزًّا یَدُوْمُ دَائِمًا اے میرے رب! انہیں وہ عزت عطا فرما۔ جو تا بہ ابد قائم و دائم ہو۔ یہ تو بالکل ایسے ہے۔ جیسے کوئی اپنی سادگی میں دعا مانگے۔ اے اللہ سورج کو چاند بنا دے۔ بھلا جو خود ساری۔ دنیا کو عزت بانٹنے آئے ہوں۔ ان کو عزت کی دعا کیا دینا۔ لیکن بھکاری نے تو صرف مانگنا ہے۔ وہ صرف مانگتا رہتا ہے۔

آپ ہی کے نام سے عزت کمائی رات دن
عزتوں کی آپ ہی کے ہاتھ میں دستار ہے
کون ہے جو اس طرح بنتا ہو سب کا آسرا
مجھ کو بھی بس آپ ہی کا آستاں درکار ہے

بیگانی چیز تو پھر بیگانی ہی ہوتی ہے۔ نہ جانے قدرت نے ہمارا مقدر کیسا بنایا ہے۔ ہمارے جسم کا خون۔ جو کسی کی ماں بننے کی خوشی میں دودھ بن جاتا ہے۔ دو سال۔ مسلسل اسے پلایا جاتا ہے۔ جس کی پیشانی۔ ماتھا۔ گلاب ہونٹ۔ رخسار چوم چوم جیتی رہی۔ جس کی ننھی ادائیں کئی کئی بار دل لوٹ لیتی رہیں۔ جسے سینے کے ساتھ چمٹا چمٹا۔ مستقبل کے انہونے۔ خوبصورت خواب دیکھتی رہی۔ جس کے وہ اشارے بھی سمجھتی رہی۔ جو وہ ابھی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کی وہ باتیں۔ جو وہ ابھی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ سمجھتی رہی۔ اور پوری کرتی رہی۔

ایک دن۔ ایسا طلوع ہوتا ہے۔ کہ ان ساری محبتوں۔ چاہتوں۔ الفتوں۔ قربانیوں کو۔ چند ٹکوں پر قربان کر دیا جاتا ہے جگر کا خون دے دے کر پالے بچے کو۔ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو۔ گھر کی رونق کو۔ شیما کی لوریوں کے مرکز کو۔ میرے اندھے گھر کے چراغ کو۔ دودھ کی بہار کو۔ دل کے چین کو۔ قرار کو۔ ننھے حضور کو۔ انتہائی پژمردگی کے ساتھ۔ ٹوٹے دل کے ساتھ۔ شہر مکہ چھوڑنے جا رہے تھے۔ بات کچھ بھی نہ تھی۔ پھر بھی حارث مجھ سے الجھا ہوا۔ میں اس سے بگڑی ہوئی۔ ایک اداسی تھی۔ اداسی۔ جو ہم سب پر طاری تھی۔ اور ہم۔ شہر مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ۔ بالکل ایسے جیسے پہلے دن ہم محمد کو لینے جا رہے تھے۔ اس قافلے میں۔ صرف ایک محمد تھے۔ جو بہت خوش تھے۔ اماں حضور کے حضور۔ حاضر ہونے کی خوشی میں۔ انتہائی شفیق دادا جان۔ کے حضور حاضری دینے کی خوشی میں اٹھکھیلیاں کرتے۔ اچھلتے کودتے۔ ننھی ننھی دل موہ لینے والی۔ باتیں کرتے ہوئے۔ لیکن شاید۔ انہیں جواب میں وہ جواب نہ ملتا تھا۔ جو ایسے میں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی وہ ننھی سی جان۔ یہ محسوس کر کے۔ دل مسوس کر رہ جاتی۔ لیکن ہم پر تو مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ ان کی

جدائی کی۔

ہمارے قافلے کی اطلاع۔ مکے پہنچ چکی تھی۔ ننھے حضور۔ میرے محمد۔ اللہ ان کو سلامت رکھے۔ کے دادا جان۔ عبدالمطلب۔ اپنے لاڈلے۔ ہونہار۔ انوکھے۔ نرالے۔ پوتے کو لینے کیلئے۔ شہر مکہ سے۔ ایک منزل باہر تشریف لا چکے تھے۔ جونہی ہمارے قافلے میں شریک سواریوں کے قدموں سے اٹھنے والی۔ دھول اور گرد و غبار فضا میں بکھرتا نظر آیا۔ تو استقبال کرنے والوں کے جذبات بھی امنڈ آئے۔ ہمارا بڑا خوبصورت استقبال کیا گیا۔ اپنے اپنے بچے۔ والدین نے لے لئے۔ اٹھائے۔ منہ سر چوما۔ پیار کیا۔ اور اٹھا کر لے گئے۔

آپ نے کبھی دیکھا ہوگا۔ ماں باپ۔ جب بیٹیوں کی شادی کرتے ہیں۔ تو بیٹیوں کی رخصتی کا عالم عجیب ہوتا ہے۔ ماں باپ خوش بھی ہوتے ہیں۔ رو بھی رہے ہوتے ہیں۔ فرض سے سرخرو ہونے پر خوش۔ اور جگر کے ٹکڑے کے جدا ہونے پر غم زدہ۔ ہماری غمزدگی کا عالم۔ تو اس سے ہزاروں درجہ زیادہ تھا۔ کون جانے۔ محمد سا بیٹا جدا ہونے پر ہمارا حال کیا ہوا ہوگا۔

چند دن تو اسی طرح خوشی و مسرت کی بہاروں میں گزر گئے۔ ایک دن میں نے موقع تلاش کر کے بہانہ بنا کر۔ بات بنائی۔ میں نے آمنہ بی سے عرض کیا۔ بہن سچ پوچھو۔ تو میرا جی نہیں کرتا۔ کہ ننھے حضور کو چھوڑ کر جاؤں۔ مکے کی آب و ہوا۔ کچھ بہتر نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ ننھے حضور بیمار ہو جائیں۔ اگر اجازت ہو۔ تو ان کو ساتھ واپس لے جاؤں؟

بڑے لوگوں کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ شاید وہ میرے جذبات پڑھ گئی تھیں۔ ورنہ ایسا بیٹا۔ کون دوبارہ۔ کسی کو دیتا ہے۔ ارشاد ہوا۔ حلیمہ! میں بھی سوچ رہی تھی کہ مکے کی فضا درست نہیں۔ تم ابھی کچھ عرصہ کیلئے محمد کو ساتھ واپس لے جاؤ۔

میرے دل کی چوری پر پردہ ڈالنے کیلئے۔ انہوں نے ایسا کہہ دیا۔ ورنہ اتنے پیارے اللہ کے گھر کی فضا کو کیا ہو گیا تھا۔ میں نے بھی موقع غنیمت جانا۔ مجھے جیسے چین سا آ گیا۔ جیسے میرے زخم پر آپ نے مرہم رکھ دیا۔ فرط جذبات میں۔ آپ کو اٹھایا سینے سے چمٹا لیا اور خوب بھینچ لیا۔ بی بی آمنہ دیکھ رہی تھیں۔ مسکرا کے رہ گئیں۔

واپسی کی تیاری شروع ہوگئی۔ میری دوسری ہم قبیلہ عورتوں نے پھر نئے بچے اپنی گود لے لئے۔

اے میری ہمدمو! کہو۔ سچ سچ کہو۔ میری گود خالی تھی؟ میری گود ہی نہیں۔ میرا دل میری آنکھیں میرا جی میرا گھر میرا صحن میرے خاوند حارث کا دل۔ میرے شیما کی آنکھیں۔ اداس باہیں۔ جن سے آپ کو بہلایا کرتی تھی۔ میرے بیٹے کی زندگی کے تمام لمحے۔ سب کچھ ہی تو بھر گیا تھا۔ حارث کی اونٹنی۔ میری سبز گدھی۔ شاید پھر بیمار ہو جاتے۔ لاغر ہو جاتے۔ کمزور ہو جاتے۔ ان کا دودھ خشک ہو جاتا۔ ان کو تیزی سے بھاگنا دوڑنا۔ سب سے آگے نکل جانا۔ سب بھول جاتا۔ ہم پھر سب سے پیچھے رہ جاتے۔ ہم مفلس اور قلاش ہو جاتے۔ ہمارے پلے کچھ نہ رہتا۔ خدا کا شکر۔ ہماری پھر سے قسمت جاگ گئی۔

ہمارے گھر کی رونقیں لوٹ آئیں۔ میرے گھر کے سارے کمرے۔ پھر سے روشن ہو گئے۔ میری بکریاں پھر سے شادکام ہو گئیں۔ ان کے دودھ دان۔ تھن۔ پھر سے بھر گئے۔ بکریوں کیلئے کھیت پھر سے لہلہانے لگے۔ مبارکبادیاں بھی مل رہی تھیں اور کچھ ناصح بن کر مجھے سمجھا بھی رہیں تھیں۔ حلیمہ ہوش میں آؤ۔ کب تک اس بچے کو اپنے پاس رکھ سکو گی۔ کب تک اس کی بلائیں لیتی رہو گی۔ اس پرائے مال سے کب تک دل کو بہلاتی رہو گی۔ لیکن مجھ پر کسی ناصح کی نصیحت کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا۔

میرے گھر کی زندگی پھر معمول پر آ گئی۔ رونقیں۔ بحال ہو گئیں۔ چاند میرے

گھر میں اترنے لگے۔ قہقہے اچھلنے لگے۔ دودھ سے گاگریں بھرنے لگیں۔ شیما' اس کی بہن۔ اس کا بھائی عبداللہ۔ اور خود محمد ﷺ کی عقل و فراست بھری باتیں۔ معمول پر آ گئیں۔ اور ہم نہال ہو گئے۔

مسرتوں کے دن۔ بہاروں کے موسم۔ کتنے بھی طول ہوں۔ ایک پل میں گذر جاتے ہیں۔ دو سال ایسے گذر گئے۔ جیسے جھونکا ہوا کا۔ ادھر ادھر چلا گیا ہو۔ پل کی خبر کسے ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس بچے کیلئے ہم کیوں دل دے بیٹھے ہیں۔ اس کو ستارے کیوں جھک جھک سلام کرتے۔ بکریاں اسے کیوں سجدے کرتی ہیں۔ چاند کیوں۔ اس کی انگلیوں کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ بغیر دیا جلائے۔ ہمارا گھر کیوں روشن رہتا ہے۔ یہ بہاروں پر بہاریں کیوں نثار ہوتی ہیں۔

ایک دن ایسا ہوا۔ خوفناک۔ اور افسوسناک حادثہ۔ چراگاہ سے بچے بھاگم بھاگ آئے۔ سانس پھولا ہوا۔ جلدی اور خوف میں۔ ان کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ اماں۔ اماں ہمارے قریشی بھائی کو...... قریشی بھائی کو...... ہاں ہاں دو آدمی ...... پکڑ کر لے گئے ...... ان کو لٹایا۔ ان کے پیٹ ...... میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ میرے مالک۔ میرے اللہ۔ یہ کیا ہو گیا ...... ان کے پیٹ کو چاک کر دیا۔ مجھے کچھ سوجھتا نہ تھا۔ بے ساختہ۔ جنگل کی طرف بھاگ نکلی۔ دو آدمی۔ قرشی بھائی۔ پکڑنا لٹانا۔ پیٹ چاک کرنا ...... یاالٰہی۔ خیر۔ دشمنوں کے منہ میں خاک۔

مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ الٰہی۔ یہ صدمہ کسی کو نصیب نہ ہو۔ میں بھاگی جا رہی تھی۔ اور بچے بھی۔ لیکن جب بکریوں کے ریوڑ کے پاس پہنچی۔ تو میرا بچہ۔ صحیح سلامت۔ کھڑا تھا۔ لیکن کچھ سہمے سہمے۔ جب قریب ہوئی۔ میں نے باہیں پھیلا دیں۔ اور وہ میرے ساتھ آ کر میرے سینے کے ساتھ چمٹ گئے۔

جیسے ٹھنڈ پڑ گئی۔ منہ سر چوما۔ پوچھا۔ بیٹے کیا ہوا۔ کہنے لگے۔ دو سفید پوش

آئے تھے۔ انہوں نے مجھے لٹایا۔ میرا سینہ چاک کیا۔ اندر سے دل نکالا نہ جانے کیا کیا۔ پھر سینے میں دل رکھ کر۔ سینہ ٹھیک کر دیا۔

میں گھبرا گئی۔ کہیں ہوائی چیزوں کا اثر نہ ہو۔ بس فوراً دل میں فیصلہ کر لیا۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔ بیگانہ مال ہے۔ واپس کر دینا چاہیے۔ کہیں کوئی ایسا ویسا واقعہ نہ ہو جائے۔

پوری بستی میں دھوم مچ گئی۔ کہ قریشی بچے کے۔ ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے۔ دو شخص سفید پوش آئے۔ انہوں نے لٹایا۔ سینہ چیرا۔ دل نکالا۔ دھویا۔ کچھ نکال کر باہر پھینکا۔ پھر دل سینے میں رکھ دیا۔ سینہ ٹھیک کر دیا۔ اور سینے پر کوئی زخم کا نشان بھی نہیں۔ پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ عجیب بچہ ہے۔ اس کا ہر رنگ ہی انوکھا نرالا ہے۔ بت خانے جاتا نہیں۔ جاتا ہے۔ تو بت قدموں پر گر جاتے ہیں۔ جھوٹ بولتا نہیں۔ بولنے بھی نہیں دیتا۔ اس کے گھر والوں کا بھی رنگ بدل گیا ہے۔ غربت تھی۔ شان بے نیازی نے اپنا رنگ جما دیا ہے۔ جس صحرا میں جاتا ہے۔ خشک اور بنجر زمین سبزہ زار بن جاتی ہے۔ اس کے کھیل بھی انوکھے۔ اس کی باتیں نرالی۔ اب یہ واقعہ کوئی معمولی بات نہیں۔ لگتا ہے۔ کوئی مستقبل کا روشن ستارا بن کر ابھرے گا۔

حارث اور شیما اور میں اور عبداللہ۔ ہم سب گھبرا گئے تھے۔ دل ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ ہم سب بجھ کر رہ گئے۔ اے خدا! یہ کیا ماجرا ہے۔ قافلہ پھر مکے کی طرف روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔ فوراً سامان تیار کیا۔ اور چل پڑے۔ ہمارے اس قافلہ کی مکے خبر نہ ہو سکی۔ ورنہ یقیناً کوئی تو استقبال کو آتا۔ ہم مکے پہنچے۔ تو گھر والے حیران ہو گئے۔ اور پریشان بھی۔ سیدہ آمنہ نے مجھ سے بار بار پوچھا۔ حلیمہ سچ سچ بتاؤ۔ اتنے چاؤں کے ساتھ تم ساتھ لے کر گئی تھی۔ خود بخود بغیر اطلاع واپس کیوں آ گئی ہو۔ پہلے تو ڈرتے ڈرتے۔ بات ٹالتی رہی۔ آخر ان کے اصرار پر سارا واقعہ

سنادیا۔

تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو شاید خبر تھی۔ مجھے تو ان کے اعتماد پر حیرت ہوئی۔ اس پر کسی پریشانی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگیں۔ حلیمہ! فکر نہ کر۔ میرے لال کو۔ کچھ نہیں ہوگا۔ ان پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی۔ حلیمہ!

غم مخور یا وہ نہ گردد او زتو
بلکہ عالم یا وہ گردد اندرو

غم زدہ نہ ہو۔ یہ بچہ۔ کبھی ضائع نہ ہوگا۔ کبھی گم نہ ہوگا۔ بلکہ ساری کائنات۔ سارا جہان۔ ساری دنیا۔ خود اس کے اندر آ کر گم ہو کر رہ جائے گی۔

میں نے امانت ان کے اہل کے ہاں سپرد کر دی۔ تو جیسے قرار آ گیا۔ سکون مل گیا۔ جیسے کسی نے میرے دل پر مرہم رکھ دیا۔ میرے مالک۔ تیرا شکریہ! اس امانت میں۔ مجھ سے کوئی خیانت نہ ہوئی۔ شاید اب کے بچھڑتے ہوئے بھی۔ میرا وہی حال ہوتا۔ جو پہلی دفعہ ہوا تھا۔ لیکن اب کے ایسا نہ ہوا۔ بلکہ امانت' اہل کے سپرد کر دینے پر سکون مل گیا۔ ویسے مجھے ایک نشہ سا تھا کہ میں ایک عظیم شخص کی ماں ہوں۔ میں نے محمد کو پالا ہے یہ نشہ بھی کچھ دیر بعد اتر گیا۔ ہر وقت ایک آواز آنے لگی۔ اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے۔ سوتے جاگتے۔ ایک آواز۔ بس ایک ہی آواز۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پالا ہے
ہم کہتے ہیں تجھ کو حلیمہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پالا ہے

حضور ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل

عید میلاد النبی ﷺ کا پہلا جلوس

تالیف: صاحبزادہ سعید بدر قادری

۱۹۳۹ء   ء

یہ یثرب کے کوچہ و بازار کا منظر ہے۔ عجیب دلکش سماں ہے ہزاروں افراد پر مشتمل ایک قافلہ دردمنداں رواں دواں ہے۔ ہر شخص نہایت احترام اور عقیدت کے ساتھ سر جھکائے چل رہا ہے لوگ یثرب کے در و دیوار سے دیوارنہ وار لپٹ رہے ہیں اور ان کے ساتھ لگتے ہی بے اختیار انہیں چومنے لگتے ہیں۔ کچھ افراد کی آنکھیں اشکبار ہیں اور بعض کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں دواں ہے۔ ان سب کے آگے ایک شخص دیوانہ وار چل رہا ہے۔ وہ کبھی یثرب کی گلیوں اور کبھی مکانوں کی دیواروں کو بے اختیار چومنے لگ جاتا ہے اور کبھی انہیں حسرت سے تکنے لگتا ہے یہ شخص کوئی معمولی آدمی نہیں' شاہانہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے طور و اطوار سے اس قافلہ عشاق کا قائد نظر آتا ہے لیکن آج وہ شاہانہ جاہ و جلال' طمطراق اور شان و شوکت کی بجائے عجز و انکسار کا پیکر اور والہانہ جذبات کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ وہ عجب وارفتگی اور شیفتگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کی آواز اور لہجے میں نہایت دردمندی اور سوز و گداز موجود ہے۔ وہ نہایت احترام اور بے پناہ عقیدت کے ساتھ گویا ہے۔ اس کے ہر لفظ سے درد و سوز اور آرزومندی کی بے پایاں خوشبو آ رہی' وہ کہہ رہا ہے۔

''یثرب کی گلیو! گواہ رہنا کہ تبع حمیری تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام ہے۔ یثرب کے بازارو اور اس کے مکانات کی پاکیزہ دیوارو! شاہد رہنا اور یاد رکھنا کہ میں تمہارے مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادنیٰ عقیدت مند اور نام لیوا ہوں۔ اے مقدس اور محترم درو، محتشم اور مکرم دیوارو! میں تمہیں بوسے دیتا ہوں۔ تمہاری گلیوں کی خاک کو چوم رہا ہوں بلکہ اس خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں''۔

''اے ارض یثرب! یہ آسمان صرف اس لئے سربلند و سرفراز ہے کہ اس نے

تیرے شہر کی چھت کو بوسہ دیا ہے۔ یہ خاک اس لئے ارجمند ہے کہ یہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بننے والی ہے۔ ہاں یہ وہ مقام ہے جہاں آفتاب سعادت طلوع ہونے والا ہے جس کی آمد سے دنیا بھر کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی۔ ہر طرف نور ہی نور ہوگا اور ساری کائنات ارضی سعادتوں اور برکتوں سے معمور ہو جائے گی۔ اے ارض اقدس! یہاں بدر منیر طلوع ہوگا جس کی چاندنی سے ساری فضا پرنور ہو جائے گی اور دلوں کے اندھیرے کافور ہو جائیں گے"۔

یہ شخص اسی وارفتگی اور دل بستگی کے ساتھ یثرب کی تمام گلیوں اور بازاروں کا گشت کرتا ہے' اور تعظیم بجالاتا ہے۔ وہ یوں چل رہا ہے گویا کسی مقدس شے کا طواف کر رہا ہے۔ وہ عربی کے دل آویز اشعار پڑھتا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کسی ان دیکھے اور نا معلوم محبوب کی شان میں رطب اللسان ہے وہ کہتا ہے۔

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم

وجاهدت سيف اعدا وفرجت عن صدره كل غم

فلو مد عمری الی عمره

۱) میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔

۲) میں ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا' ان کے دل سے ہر غم دور کر دوں گا۔

۳) اگر میری عمر ان تک پہنچتی تو میں ضرور ان کا معین و مددگار رہوں گا۔

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ یثرب کے کوچہ و بازار میں وارفتگی کے عالم میں یہ شعر پڑھنے والا اور شاہانہ لباس میں ملبوس شخص تبع حمیری ہے جس کا اصل نام حمیر بن وردع ہے اور تاریخ میں وہ "ملک تبع حمیری" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ یمن کا شہنشاہ ہے اور کئی بادشاہوں سے برتر و افضل ہے۔ چار

دانگ عالم میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے لیکن آج وہ یثرب کے کوچہ بازار میں اپنے نادیدہ محبوب کی یاد میں دل فگار ہے۔ وہ پریشان حال پھر رہا ہے اور اس کی فوج کے تمام سپاہی، درباری، وزراء اور امراء بھی عجز وانکسار کی تصویر بنے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

دوسرا منظر

ایک ہزار سال بعد اسی شہر کا نام اب مدینۃ النبی ہے، پہلے اسے یثرب کہتے تھے۔ ایک نورانی شخصیت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شتر پر سوار شہر میں داخل ہو رہی ہے۔ لوگ جوش وخروش سے اس پیکر نور کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہر شخص آگے بڑھ کر ناقہ کی باگ پکڑنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہر فرد عالم وارفتگی میں ان کی آگے بچھا جاتا ہے۔ معصوم بچیاں خوش الحانی سے گا رہی ہیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ شہر میں داخلے کے بعد ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ مہمان عزیز اسی کے گھر رونق افروز ہوں۔ درد کے مارے لوگوں کا عجیب حال ہے۔ شہر کا عجیب وغریب سماں ہے۔ پورا شہر بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر یہ کوشش کی کہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیں اور مہمان گرامی کو اپنے گھر لے جائیں مگر یہ برتر شخصیت، پیکر نور ونکہت، اچانک لب کشا ہوتی ہے۔ دعوھا فانھا مامورۃ "اس اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اللہ کی جانب سے مامور ہے"۔ یہ لفظ سنتے ہی سارے لوگ، پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اونٹنی چلتے چلتے ایک مقام پر آکر خود ہی رک جاتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے لیکن اس ناقہ کے عظیم سوار جب نیچے نہیں اترتے تو وہ پھر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور تھوڑی دور جا کر ایک دروازے کے سامنے بیٹھ جاتی ہے لیکن شتر سوار پھر بھی نیچے نہیں اترتے تو ناقہ پھر کھڑی ہو جاتی

ہے اور پھر پہلی ہی جگہ آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اب کے بار وہ اپنی گردن زمین پر ڈال دیتی ہے۔ شہر مدینہ کے مہمان گرامی نیچے اتر آتے ہیں اور اپنا ساز و سامان اتارنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ ایک غریب و مفلس مگر دردمندی کی دولت سے مالا مال شخص سامان اتارنے لگتا ہے تو کچھ اور لوگ جرأت کر کے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور! سامان یہیں رہنے دیں اور آپ ہمارے گھر تشریف لے چلیں۔

مہمان ذی وقار فرماتے ہیں۔ المرء مع رحله ''مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے''۔

پھر یہ مہمان گرامی اسی گھر میں تشریف لے جاتے ہیں جہاں یہ اونٹنی بیٹھتی ہے۔ یہ ابوایوب انصاری کا گھر ہے۔ مہمان ذی وقار نے اپنے چاہنے والوں میں سے کسی کا دل نہ توڑا اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا حتیٰ کہ اونٹنی خود بخود اپنی منزل پر جا کر بیٹھ گئی۔

ہر شخص حیران ہے کہ اونٹنی ایک غریب نجار کے گھر جا کر کیوں بیٹھی؟ اور مہمان ذی وقار یہیں کیوں اتر گئے؟ نہ صرف اس روز ہر شخص حیران تھا بلکہ ۱۴۰۰ سو سال سے تاریخ کا ہر قاری ششدر ہے کہ آخر اس میں کیا مصلحت اور کیا حکمت تھی کہ اونٹنی بڑے بڑے امرائے [illegible] دروازوں پر نہیں بیٹھی۔ باگ پکڑنے والوں کے اشاروں پر نہیں رکی اور جب بیٹھی تو ابوایوب انصاری کے دروازے کے سامنے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آیئے آج تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مہمان ذی شان اس چار پاؤں کے جانور کو مامور من اللہ کیوں فرماتے ہیں اور یہ حیوان ابوایوب انصاری ہی کے گھر کے سامنے کیوں رکتا ہے۔ وہ کونسا سربستہ راز ہے جس کا انکشاف نہیں ہوتا اور وہ کون سی وجہ ہے جس کا اظہار نہیں کیا جاتا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ سرور کائنات رسول مقبول ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل کی بات ہے کہ یمن کا ایک بادشاہ ''ملک تبع حمیری'' بڑے جلال و جبروت اور شان و شوکت کا حامل بادشاہ تھا جو اپنی عقل و ذہانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا۔

محمد اسحٰق اپنی کتاب ''مغازی'' میں لکھتے ہیں کہ ملک تبع حمیری ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے کائنات ارضی پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس دور میں بھی اس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار سوار اور ایک لاکھ ۱۳ ہزار پیدل سپاہی شامل تھے۔ اس کے دربار میں دانش مند وزراء اور ارکان سلطنت ہر وقت موجود رہتے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ یہ شہنشاہ ایک بار اپنے لشکر قاہرہ کے ساتھ گردونوح کے علاقوں کو فتح کرنے کیلئے یمن سے نکلا اور فتوحات کے خیمے گاڑتا ہوا جب مکہ مکرمہ کے پاس پہنچا تو اہل مکہ نہ اس کے لشکر کی قوت سے مرعوب ہوئے اور نہ کسی فرد نے شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا۔ اس صورت حال سے وہ بہت غضبناک ہوا۔ وزراء میں سے کسی نے اسے بتایا کہ ''چونکہ اس شہر میں کعبۃ اللہ ہے۔ اس لئے وہ اس کے پاسبان ہونے کے ناطے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔

بادشاہ نے غصے میں آ کر اس شہر کو تباہ و برباد کرنے اور اس کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دے دیا لیکن اس حکم کے جاری ہوتے ہی اسے ایک پراسرار بیماری نے آن گھیرا اور اس کے کان' ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ وہ سر کے درد سے بے حال ہو گیا۔ کئی طبیبوں نے علاج کیا لیکن کوئی علاج بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس عجیب و غریب بیماری کے باعث وہ موت کے منہ سے جا نکلا۔ بادشاہ کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر ایک صاحب بصیرت شخص سامنے آیا اور اس نے کہا:

"میں بادشاہ کا علاج کر سکتا ہوں بشرطیکہ میں جو بھی سوال کروں اس کا مجھے صحیح صحیح جواب دیا جائے"۔

بادشاہ نے اس مرد دانا کی شرط مان لی اور الگ کمرے میں چلا گیا۔ یہ مرد دانا بادشاہ سے سوال کرتا رہا اور بادشاہ جواب دیتا رہا۔ جب بادشاہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کا قتل عام کرنے کے ارادے کا ذکر کیا تو اس دانائے راز نے کہا کہ "بادشاہ سلامت! یہی تمہاری اصل بیماری ہے جس نے تمہیں کئی دنوں سے مبتلائے عذاب کر رکھا ہے۔ اس خیال خام کو دل سے نکال دو کیونکہ اس گھر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے"۔

بادشاہ نے دانائے راز کے کہنے پر اپنے مذموم ارادے کو ترک کیا اور سچے دل سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ وہ مرد حق پرست بادشاہ کے کمرے سے ابھی باہر نہ نکلا تھا کہ بادشاہ کی پراسرار بیماری جاتی رہی اور وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اہل مکہ کو بہت بڑی ضیافت دی جس میں سبھی چھوٹے بڑے اور ادنیٰ و اعلیٰ شریک ہوئے۔ ضیافت میں پینے کے پانی کی بجائے شہد پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے نایاب قسم کے ریشم سے کعبۃ اللہ کا غلاف تیار کرایا مگر خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ مناسب نہیں۔ پھر خوشبودار کپڑے سے غلاف بنوایا مگر پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا۔ تیسرے روز بردیمانی اور حریر ملا کر سات پردوں والا غلاف تیار کرایا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کعبہ سے تمام بتوں کو نکلوا دیا اور اس کی خوب تزئین و آرائش کی۔ دروازہ مقفل کر کے چابی مجاور کے حوالے کر دی اور پھر اپنی مہم پر چل پڑا۔

کئی علاقے فتح کر کے یثرب آ پہنچا۔ اہل یثرب مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے شہر کے دروازے مقفل کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ کئی ماہ گزر گئے لیکن بادشاہ

اپنے لشکر قاہرہ کے باوجود شہر کو فتح اور اہل یثرب کو مطیع نہ کرسکا۔ آخر کار اہل شہر کے حالات کی جستجو میں لگ گیا تا کہ کہیں کوئی کمزوری نظر آئے اور اس سے فائدہ اٹھا کر وہ شہر پر حملہ کر سکے۔ ہفتوں اور مہینوں کے گزرنے کے باوجود اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اسے شب خون مارنے کا بھی موقع نہ ملا۔

ایک روز علی الصبح اس نے اپنے لشکر کے خیموں کے باہر کھجوروں کی گٹھلیاں پڑی ہوئی دیکھیں تو وہ بہت حیران ہوا کیونکہ اس کے اپنے زادراہ میں کھجوروں کا نام ونشان بھی موجود نہ تھا۔ اس نے اہل لشکر سے استفسار کیا تو سپاہیوں نے بتایا کہ رات کے آخری حصے میں یثرب شہر کی فصیل کے اوپر سے کھجوروں سے بھری ہوئی بوریاں پھینک دی جاتی ہیں جنہیں ہم کھا لیتے ہیں۔ بادشاہ تبع حمیری یہ سن کر حیران و پریشان رہ گیا اور کہنے لگا کہ:

''ہم تو مہینوں سے اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ باہر سے تمام رسد بند کر کے نہ صرف انہیں بھوکے مارنے کی کوشش میں ہیں بلکہ اس کے مکینوں کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب لوگ ہیں جو حالت جنگ میں بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستوں والا سلوک کر رہے ہیں''۔

بادشاہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا آخر اس نے وجہ دریافت کرنے کیلئے اپنی فوج کے اکابر کو یثرب کے اکابرین کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ بات یثرب کے مستند علماء اور احبار تک پہنچی تو انہوں نے کہا۔

''ہم دور دراز کے علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ ہم میں سے کسی کا تعلق خیبر سے ہے اور کسی کا دوسرے علاقے سے' کوئی شام سے آیا ہے اور کوئی مصر سے۔ لیکن ہم یہودی ہیں۔ ہم نے تورات اور زبور جیسی الہامی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ یہاں نبی آخرالزمان (ﷺ) آنے والے ہیں اور ہم یہاں رہ کر انہی کا

انتظار کر رہے ہیں۔

ہماری کتب اور صحائف سماوی کے مطابق پیغمبر آخرالزمان ﷺ حلیم و کریم اور شفیق و انیس ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز بھی ہوں گے۔ اس لئے ہم بھی اپنے آپ کو ان جیسی صفات کریمہ سے متصف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں''۔

تبع حمیری اہل یثرب کی ان باتوں اور حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے سینے میں سوز و گداز سے معمور دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار رونے لگا۔ وہ اس بات سے اثر پذیر ہوا کہ وہ پیغمبر ابھی مبعوث بھی نہیں ہوئے لیکن ان کے اوصاف کریمہ پر لوگوں نے عمل شروع کر دیا ہے۔

وہ روتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ کاش وہ اس نبی کریم کے دور مسعود میں ہوتا۔ ان پر ایمان لاتا اور سرخرو ہوتا اور جب وہ اپنی قوم کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں تشریف لاتے تو ان کا خدمت گزار ہوتا۔

نبی اکرم کے بارے میں دل آویز باتیں سن کر اس کا شوق دیدار بڑھ گیا۔ اس نے اہل یثرب سے اجازت مانگی کہ وہ اس شہر محبوب کی گلیوں بازاروں اور مکانوں کی زیارت کر سکے۔ اجازت ملنے پر وہ شہر میں داخل ہوا۔ پورا لشکر اس کے ساتھ تھا۔ آج وہ فاتح نہیں، مفتوح تھا، بادشاہ نہیں فقیر تھا۔ وہ دل گرفتہ جلوس کے ساتھ یثرب کے بازاروں اور گلیوں میں گھومتا رہا۔ اس کے شوق فراواں اور ذوق بے پایاں کا یہ عالم تھا کہ درد سے لبریز اور سوز سے معمور اشعار پڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ مورخین بتاتے ہیں کہ اس کے لشکریوں نے یا محمد یا محمد کے نعرے لگائے اور حضور پرنور کو یاد کر کے بے حد روئے اور آنسو بہائے۔

میلاد النبی ﷺ کا پہلا جلوس

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں عید میلاد النبی ﷺ کا یہ پہلا جلوس تھا

جو سرورِ کائنات کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار برس قبل اسی شہر میں نکالا گیا۔ جہاں آپ تشریف لانے والے تھے اور وہ شہر ''دارالہجرت'' بننے والا تھا۔ آقائے نامدار کی ولادت کی خوشی میں یہ ایسا عظیم الشان جلوس تھا جس کی قیادت اس وقت کا بہت بڑا فرماں روا کر رہا تھا اور اس کے اکابر سلطنت عمائدین اور لشکری عقیدت و احترام کے پھول نچھاور کرتے ہوئے دست بستہ اور سر جھکائے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انسان اس واقعہ سے حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ کیسے مہمان محترم ﷺ تھے جن کا جلوس ان کی آمد سے ایک ہزار سال قبل نکالا جا رہا تھا۔ جس میں شاہ و گدا، ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب سبھی خلوص دل سے شریک تھے۔

تبع حمیری نے اس کے بعد یثرب کے سارے شہر کو صاف کرایا۔ عالی شان اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ یہیں کا ہو رہے اور یہودی علماء کے ساتھ وہ بھی نبی آخرالزمان ﷺ کا انتظار کرے لیکن امور سلطنت نے یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ بعض روایات کے مطابق وہ کافی مدت یہاں مقیم رہا لیکن اس کی عدم موجودگی میں یمن میں بغاوت ہوگئی تو اسے بادل نخواستہ واپس کوچ کرنا پڑا۔

اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے چار سو علماء کو خوبصورت مکانات بنوا کر دیئے اور انہیں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کیں۔ ان علماء میں سے ''شامول'' نامی ایک عالم تھا جسے خوبصورت مکان بنوا کر دیا اور اسے اس کی بسر اوقات کیلئے باغات لگوا کر دیئے۔

اس کے بعد اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط بھی دیا جس پر اپنی مہر لگا کر بادشاہ نے اسے صندوق میں مقفل کر دیا۔ چابی ''شامول'' کے حوالے کر کے اسے سخت تاکید کی کہ اگر تمہیں نبی آخرالزمان ﷺ کا زمانہ اور دیدار پرانوار نصیب ہو تو

یہ خط بصد احترام انہیں پیش کر دینا اور اگر تمہیں یہ سعادت نصیب نہ ہو سکے تو اپنی اولاد کو تاکید کر دینا حتیٰ کہ وہ نسلاً بعد نسل وصیت کا یہ سلسلہ جاری رکھے تاآنکہ وہ روز سعید آ جائے جب وہ پیغمبر و رہبر کامل دنیا و جہاں میں تشریف لے آئیں۔ شاہ یمن تبع حمیری نے اپنے خط میں لکھا۔

''یہ خط تبع بن وردع کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی جانب ہے جو حضرت عبداللہ کے بیٹے' خاتم النبیین اور رسول رب العالمین ہیں۔ امابعد! اے محمد (ﷺ) میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے آپ پر نازل کی۔ آپ کے دین پر اور آپ کی سنت پر بھی ایمان لایا' آپ کے رب پر ایمان لایا جو تمام جہانوں اور تمام چیزوں کا رب اور مالک ہے۔ میں ایمان لایا آپ کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں نازل ہوئیں' میں نے انہیں قبول کیا۔ اگر میں نے آپ کو پایا تو میں نے نعمت حاصل کر لی اور اگر نہ پاسکا تو آپ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرما دیجئے گا۔ اسلئے کہ میں آپ کی ''اولین امت'' میں سے ہوں۔ لہٰذا اس دن مجھے فراموش نہ کیجئے گا۔ میں نے آپ کی اتباع آپ کی تشریف آوری اور آپ کی بعثت سے پہلے کی ہے۔ میں آپ کی ملت اور آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم ہوں''۔

ابوایوب انصاری کی سعادت

کتب سیر و تاریخ میں درج ہے کہ یہ خط نسلاً بعد نسل حضرت ابوایوب انصاری کے پاس پہنچا۔ ابوایوب انصاری ''شامول'' کی اکیسویں پشت میں سے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سرور کائنات کی اونٹنی ابوایوب انصاری کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور حضور انور ابوایوب انصاری کے گھر ٹھہرے۔ وہ انصار جنہوں نے حضور ﷺ کی حمایت و مدد کی' تبع حمیری کے آباد کردہ چار سو علماء و حکماء کی اولاد میں سے تھے۔ اس ت

ثابت ہو گیا کہ انصار کوئی معمولی لوگ نہ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ ابوایوب انصاری نے ایک معتبر شخص کے ذریعے وہ مکتوب گرامی حضور پرنور کی خدمت میں روانہ کر دیا تا کہ وہ جلد از جلد مکتوب الیہ تک پہنچ سکے اور وہ اس بار امانت سے سبکدوش ہو سکیں جو صدیوں سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا۔ ہجرت کے دوران نبی اکرم قبیلہ بنی سلیم میں تھے کہ یہ قاصد پہنچ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا:

''تو ابو یعلی ہے؟ اور کیا تبع حمیری کا خط تیرے ہی پاس ہے''۔

یہ الفاظ سن کر وہ شخص حیران و ششدر رہ گیا۔ کیونکہ وہ حضور کو پہچانتا بھی نہیں تھا اور نہ حضور پہلے کبھی اس سے ملے تھے۔ اس نے حیران ہو کر دریافت کیا:

آپ کون ہیں مجھے آپ کے چہرے سے جادو کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں محمد بن عبداللہ ہوں اور صاحب کتاب ہوں۔ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے''۔

ابو یعلی نے خط جیب سے نکالا اور حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔

حضور گرامی قدر جب اس خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو آپ نے زبان مبارک سے تین مرتبہ فرمایا: مرحبا یا اخی الصالح یعنی اے صالح بھائی مرحبا۔

سب سے پہلا عاشق رسول

اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے یہ ارشاد کیوں فرمایا تھا کہ ''یہ ناقہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہے'' اور یہ وہیں ٹھہرے گی جہاں اس کی منزل ہے۔ چنانچہ دنیا والوں نے دیکھا کہ آقائے نامدار کی اونٹنی وہاں پر ہی رکی جو ابوایوب کا دروازہ تھا اور یہیں پھر مسجد نبوی بھی تعمیر ہوئی۔

اسی بناء پر شیخ زید الدین مراغی فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حضورِ

اکرم ﷺ ابوایوب انصاری کے مکان میں نہیں اترے بلکہ اپنے ہی مکان میں اترے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ مکان ایک ہزار سال قبل انہی کیلئے تعمیر کرایا گیا تھا کہ ایک سچے عاشق رسول کی یہ آرزو تھی کہ نبی آخرالزماں ﷺ وہاں قیام فرمائیں اور اس طرح اس کا پیغام درد ان تک پہنچ سکے۔ یہ ایک دردمند کی فریاد تھی جو مقبول بارگاہ ہو چکی تھی۔ زمان و مکان کے فاصلے مٹ چکے تھے اور نبی اکرم کی ناقہ وہیں رکی جہاں ایک ہزار قبل رکنے کا اللہ تعالیٰ نے تبع حمیری کے ذریعے انتظام فرما دیا تھا۔ یہ مکان دراصل آپ ہی کیلئے تعمیر کیا گیا تھا اور ابوایوب انصاری کا قیام محض آپ کی تشریف آوری کے انتظار کیلئے تھا۔

پھر آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ مبارک پر از معنی معلوم ہوتے ہیں کہ ''مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے''۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اسی مکان میں قیام فرمایا۔ کتنے محترم ہیں وہ لوگ جن کی آرزوئیں پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہیں۔ کتنے سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کی تمنائیں بر آتی ہیں اور برگ و بار لاتی ہیں اور کتنے عظیم ہیں وہ لوگ جن کی خواہشیں اور دعائیں مقبول بارگاہ ہو جاتی ہیں۔ تبع حمیری اور اس کے چار سو ساتھی علماء کتنے عظیم تھے اور کتنے سعادت مند تھے کہ ایک ہزار سال نبی آخرالزمان ﷺ کے انتظار میں گزار دیئے۔ دس صدیوں پر محیط طویل فاصلے نہ ان کی آرزوؤں میں کمی کر سکے اور نہ ان کے ارادوں کو متزلزل کر سکے۔ انتظار کے لمحات کتنے کٹھن ہوتے ہیں۔ یہ ان سے پوچھئے جو محبوب کے انتظار میں ہوتے ہیں۔ انتظار میں تو لمحات مہینے اور مہینے سال بن جاتے ہیں اور سال صدیاں لگتی ہیں ان لوگوں کی عظمت، ہمت اور جرأت پر سلام جنہوں نے انتظار محبوب میں صدیاں گزار دیں۔ آخرکار ان کی اولاد سعید نے وہ مقام بلند حاصل کیا۔ جس کیلئے دنیا ترستی ہے اور ابدالاباد تک ترستی اور تڑپتی رہے گی۔

یثرب کی اس سرزمین پر دس صدیوں کے دوران کیا کیا واقعات بیت گئے؟ کیا کیا اور کیسے نشیب و فراز گزر گئے؟ کیسے کیسے قافلے اور کارواں آئے اور چلے گئے؟ کتنے ماہ و سال آئے لیکن اہل یثرب کا انتظار ختم نہ ہوا۔ وہ انتظار کرتے رہے اور کرتے رہے' انتظار ہی ان کی معراج تھا اور انتظار ہی ان کا مقصود اور نصب العین تھا اور آخر کار وہ وقت آیا کہ وہ اپنی مراد پا گئے اور اہل مکہ کی نامرادی دیکھئے کہ ان کے گھر چاند نکلا لیکن اس کی روشنی دیکھ کر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور ادھر یہ اہل انتظار تھے کہ سرفراز ہو گئے اور اپنے منتہائے مقصود کو پہنچ گئے۔

جہاں تک تبع حمیری کا تعلق ہے وہ بھی سرفراز اور سربلند ہوا اور اپنی منزل مراد کو پہنچا اور حضور ﷺ سے ''صالح بھائی'' کا خطاب پایا خط کے مندرجات سننے کے بعد اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد تھا کہ مرحبا! صالح بھائی۔

یہ کوئی معمولی اعزاز نہ تھا اور جہاں تک شاموں کا تعلق ہے اس کی نسل سے ابوایوب انصاری کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا جو کسی اور کو بسیار کوشش اور خواہش کے باوجود نہ مل سکا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

اس کے ساتھ ساتھ اہل مدینہ کو ''انصار'' کا لقب ملا۔ یعنی مدد کرنے والا۔ اگر تبع حمیری کے اشعار کے جانب توجہ کی جائے تو اس نے ایک ہزار سال قبل کہا تھا۔

''اگر میری عمر ان تک پہنچی تو میں ادنیٰ غلام کی طرح ان کی خدمت کروں گا اور ان کا معین و مددگار بنوں گا۔ ان کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کروں گا اور ان کے دل محزون سے ہر غم کو دور کر دوں گا''۔

تبع حمیری کی یہ دعا قبول و مسعود ٹھہری اور اس کے آباد کئے ہوئے چار سو علماء و حکماء کی اولاد آگے چل کر نبی امی کی معین و مددگار بنی۔

محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

تالیف: علامہ مفتی محمد خان قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محفل میلاد کی مخالفت میں دو پمفلٹ ''حقیقت میلاد'' از قاضی محمد یونس انور اور انجینئر عبدالقدوس سلفی کا مکالمہ ''یہ تیسری عید'' نظر سے گزرے جن میں محفل میلاد کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کیلئے درج ذیل باتیں کہی گئی ہیں۔

۱) محفل میلاد کا کتاب وسنت اور قرون اولی میں کوئی ثبوت نہیں۔

۲) محفل میلاد کا بانی ایک بے دین حاکم ہے۔

۳) محفل میلاد پر سب سے پہلی کتاب لکھنے والا شخص جھوٹا اور کذاب تھا۔

۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں۔

۵) ۱۲ ربیع الاول قطعی طور پر آپ کی وفات کا دن ہے لہٰذا اس موقع پر جشن منانا تعجب ہے۔

۶) اسے عید کے نام سے تعبیر کرنا حرام ہے' اگر عید ہے تو نماز کیوں نہیں؟

الجواب

ابتدأ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ مسلمانوں کے ہاں محفل میلاد یا جشن میلاد سے مراد فقط یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کیلئے اجتماع منعقد کرنا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و درجات کا بیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ' ولادت کے موقع پر عجائبات کا تذکرہ' خوشی میں جلوس نکالنا' لوگوں کو شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی کرنا' صدقہ و خیرات کرنا۔

اہم نوٹ:۔ بھنگڑا ڈالنا' رقص کرنا' ڈانس کرنا بلکہ ہر وہ عمل جو خلاف شرع ہو' اس

کو کوئی جائز نہیں سمجھتا' اگر کوئی شخص ان چیزوں کو محفل میلاد کا حصہ تصور کرتا ہے تو اسے غلط فہمی ہے اور اسے علماء کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اگر بعض جہال ایسا کرتے ہیں تو ان کا محاسبہ ضروری ہے۔

لیکن ان کے اس عمل کی وجہ سے محفل میلاد کو بدعت اور خلاف شرع کہنا صراحۃً زیادتی ہے۔ آج تک کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ مسجد سے چونکہ جوتے گم ہو جاتے ہیں اس لئے مسجد نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ یہی کہا جاتا ہے کہ جوتوں کی حفاظت ہونی چاہیے اور اس کیلئے انتظام کیا جانا چاہیے۔

جب محفل میلاد کا تعین ہو گیا تو آیئے دیکھیں کہ کیا محفل میلاد کا حصہ بننے والا ہر عمل قرآن و سنت اور قرونِ اولیٰ سے ثابت ہے یا نہیں؟ ان میں سے کوئی عمل لے لیں' قرآن و سنت کے دلائل اس پر شاہد عادل ہیں بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

ذکر مصطفوی ﷺ کیلئے محفل کا انعقاد

قرآن پاک نے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تعالیٰ نے منعقد کیا' اس کی تفصیلات میں بتایا کہ اس اجتماع میں حاضرین و سامعین تمام انبیاء علیہم السلام تھے۔ اس محفل کا موضوع فضائل و شمائل نبوی ﷺ ہی تھا۔ انبیاء کرام سے آپ کے بارے میں عہد لیا' اور اس عہد پر انبیاء کرام کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ کی ذات بھی گواہ بنی۔

واذ اخذ الله میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه قال اقررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالو اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشهدین○

''یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول آ جائے جو

تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کریں تو تمہیں ان پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ان کا معاون بننا ہوگا فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو سب نے اس کا اقرار کیا"۔ فرمایا ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ میں میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ

قرآن مجید نے انسان پر کی گئی مختلف نعمتوں کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے اور انہیں بے حد و شمار کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوهاO

"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے"۔

مگر اللہ نے کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا' صرف اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا جو اپنے حبیب کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی' باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولاO

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیج کر مومنوں پر احسان کیا ہے"۔

کیا اس احسان کا ذکر و شکر امت مسلمہ پر لازم نہیں ہے؟ یقیناً لازم ہے اس کی صورت ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت پر اس کی حمد و ثنا کریں اور بھیجے گئے رسول کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں' جیسے جیسے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و مقامات عالیہ سے آگاہ ہوں گے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر شکر کے جذبات اجاگر ہوں گے کہ ہمیں اس نے اتنا عظیم رسول عطا فرمایا۔

اس پر صحابہ کرام کا عمل ملاحظہ ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ انور سے باہر تشریف لائے صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

ما اجلستکم ؟

''آج کیسے بیٹھے ہو''۔

انہوں نے عرض کیا۔

جلسنا نذکر الله ونحمده علی هدانا لدینه ومن علینا بك○

''ہم بیٹھ کر اس رب کریم کی حمد و ذکر کر رہے ہیں جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنا پیارا حبیب ہمیں عطا فرمایا''۔

آپ ﷺ نے ان کے کلمات سن کر ارشاد فرمایا۔

ان الله عزوجل یباہی بکم الملئکه○

''تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھ کر مختلف انبیاء کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل تھے' دوسرے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے' تیسرے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ کلمۃ اللہ تھے' ایک نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا وہ سب درست ہے اور میرے بارے میں سن لو۔

الا وانا حبیب الله ولا فخر

''میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں''۔

(مشکوٰۃ المصابیح' باب فضائل سید المرسلین)

غور کیا آپ نے یہ محافل میلاد نہیں تو اور کیا ہیں؟ اگر ایسی محافل جائز نہ ہوتیں تو آپ ﷺ منع فرما دیتے' بلکہ آپ نے تو ان محافل کی فضیلت بیان فرمائی کہ ان پر اللہ تعالیٰ فخر فرما رہا ہے اور حضور نے بھی اس میں شرکت فرما کر ان کا مقام واضح فرمایا:

حضور علیہ السلام کے دو اعمال مبارکہ

ہم اس جگہ میلاد کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن سے ہمارے اسلاف نے محفل میلاد کے انعقاد پر استدلال کیا ہے۔

پیر کے دن روزہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس روزہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذالك يوم فيه ولدت وفيه انزل (المسلم)

فرمایا: ''یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ میں اظہار شکر کے طور پر جانور ذبح کرنا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میرے نزدیک محفل میلاد کی اصل احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کیے۔ بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو عقیقہ قرار دیا تھا' لیکن امام موصوف اس کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ عقیقہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کر چکے تھے۔

العقيقه لاتعاد مرة ثانية فيحمل ذالك على ان الذى فعله النبى اظهاراً لشكر على ايجاد الله اياه رحمة للعالمين وتشريع لامة○

''اور عقیقہ زندگی میں دوبارہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کیا کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور اپنی امت کیلئے اسے مشروع

بنانے کیلئے بھی آپ نے یہ عمل فرمایا۔

آپ ﷺ کے دونوں اعمال ملاحظہ کرنے والا از خود اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ یہ دونوں اعمال آپ ﷺ نے ولادت کی خوشی میں کیے۔ جب آپ ﷺ کا مبارک عمل ہمارے سامنے ہے تو اس کے بعد کس قرون اولیٰ کا تقاضا ہے؟۔

آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

اگر سابقہ دلائل سے قطع نظر بھی کرلیا جائے تو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ واضح طور پر آپ کی آمد پر خوشی کرنے کا حکم دے رہی ہے۔

قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا هو مما يجمعون○

''آپ ﷺ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہے پس اس پر خوشی کا اظہار کرو یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو''۔

اس آیت قرآنی کا ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل میسر آئے تو اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے کیونکہ بندے کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم رحمت اور ہم پر سب سے بڑا فضل کیا ہے؟ اس بات پر تمام امت متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل حضور ﷺ کی ذات پاک ہے ہم اس پر تین شہادتیں قرآن کریم سے بھی پیش کرتے ہیں۔

۱) سورہ احزاب میں حضور ﷺ کے صفات مبارکہ شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر بیان کرکے فرمایا۔

بشر المومنين بان لهم من الله فضلا كبيرا○

''مومنوں کو بشارت دے دو کہ ان کیلئے اللہ کی طرف سے فضل کبیر ہے''۔

گویا یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اتنی شانوں والا پیغمبر تمہیں عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔

۲) دوسرے مقام پر سورہ الانبیاء میں مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين○

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ کے ذریعے اپنے پیارے حبیب کو سراپا رحمت قرار دیا ہے۔

۳) تیسرے مقام پر قرآن پاک نے آپ ﷺ کے درجات علمی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما○

''اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ سکھایا جو نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ ﷺ پر سب سے بڑا فضل ہے''۔

غور کیجئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے

اس آیت مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''بلا اختلاف حضورِ اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل ترین فضل ہیں اس لئے اس آیت مبارکہ سے بدلالۃ النص یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور ﷺ ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں''۔

آگے چل کر اس پر دیگر قرآنی آیات سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

"اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سیاق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام لئے جائیں کہ قرآن مجید اس کا ایک فرد رہے تو زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ فضل و رحمت سے حضور ﷺ کا قدوم مبارک لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور ان میں قرآن بھی ہے سب اس میں داخل ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ وہ حضور ﷺ کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور ہے تمام رحمتوں اور فضل کا پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔ پس اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے وجود باجود (وجود پوری ہو یا ولادت ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ ہمارے لئے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔ دوسری تمام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے۔ جس کا حضور ﷺ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔

غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہوئی پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے۔

(مجموعہ خطبات بنام میلاد النبی از مولانا اشرف علی تھانوی)

تو جب قرآن و سنت میں آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے تو اب شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ماحول اور علاقے کے خوشی کے طریقوں کے مطابق خوشی کا اظہار جائز ہوگا مثلاً جلوس نکالنا' چراغاں کرنا وغیرہ۔ اور ان چیزوں پر احادیث میں استدلال موجود ہے کیا آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر آسمان کے ستارے آپ ﷺ کے مکان کے قریب نہیں آ گئے تھے؟

حضرت عثمان ابو العاص کی والدہ بیان کرتی ہیں۔

لما حضرت ولادت رسول اللہ ایت البیت حین وقع قد امتلا نور اورایت النجوم تدلوا حتی ظننت انھا ستقع علی ○ (رواہ البیہقی والطبرانی)

''آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی آپ کا گھر نور سے معمور ہو گیا۔ ستارے گھر کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مجھ پر گر جائیں گے''۔

کیا ولادت کے موقع پر فرشتوں نے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے نہیں گاڑے تھے؟ کیا جلوس کی صورت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں فرشتے' انبیاء اور حوران بہشت مبارک باد دینے نہیں آئے تھے؟ اگر ان چیزوں کو پڑھنا دشوار ہو تو کم از کم کتب سیرت میں وہ منظر ہی پڑھ لیں جو مدینہ طیبہ میں آپ کی آمد کے موقع پر اہل مدینہ نے استقبال کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔ کیا وہ خوشی کا اظہار نہیں تھا؟ کیا وہ جلوس نہیں تھا؟ کیا اس میں نعت خوانی نہیں ہوئی؟ کیا اس میں جھنڈے نہیں تھے؟ کیا اس میں اجتماعی طور پر خوشی کے ترانے نہیں پڑھے گئے؟ کیا اس میں آپ کی نبوت و رسالت کے نعرے نہیں لگے؟ کیا ''یا محمد'' ''یا رسول اللہ'' کی آوازوں سے شہر مدینہ کے در و دیوار گونج نہیں اٹھے تھے؟ اگر ان تمام چیزوں کا ثبوت موجود ہے اور یقیناً ہے تو پھر آج یہ چیزیں بدعت اور خلاف شرع کیوں ہو گئیں جبکہ بانی شریعت کے سامنے یہ ادا کی گئیں اس کے بعد بھی قرون اولیٰ سے ثبوت کی ضرورت ہے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اب آیئے دوسرے اور تیسرے سوال کی طرف کہ وہ حاکم وقت اور عالم دین ظالم اور کذاب تھے...... اس سلسلے میں اولین گذارش تو یہ ہے کہ جب محفل میلاد قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو اس کے بعد کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں...... دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے بارے میں جو کچھ معترضین

نے تحریر کیا ہے کہ یہ تمام علماء کی متفقہ رائے ہے۔ اگر نہیں تو پھر دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ ان کے بارے میں دوسری رائے بھی لکھی جاتی تا کہ قارئین کیلئے رائے قائم کرنا آسان ہو جاتا۔ اگر فتاویٰ رشیدیہ اور تاریخ میلاد کیساتھ ساتھ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کا ہی مطالعہ کر لیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ ہم ان کے بارے میں تین مسلمہ بزرگوں کی رائے تحریر کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہے کہیں۔

۱) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں کہ وہ ایک سخی، عظیم سردار اور بزرگ بادشاہ تھا اور اس کے تمام کام بہت اچھے تھے۔

کان الملك المظفر ابوسعيد يعمل المولد الشريف في ربيع الاول ويحتفل بد احتصالاهائلا و كان شخصا شجاعا بطلا عاقله عادلا رحمه الله تعالى (الحاوی الفتاویٰ ا۔۱۸۹)

''بادشاہ مظفر ابو سعید ربیع الاول میں ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتے اور وہ نہایت بہادر، جرأت مند، دانا اور عادل حاکم تھے''۔

۲) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حسن المقصد میں لکھتے ہیں۔

صاحب اوبل الملك المظفر ابوسعيد احمد الملوك الايجاد الكبرا الاجواد و كان له اثار حسنه○

''اربل کا حاکم مظفر ابو سعید ان حکمرانوں میں سے ایک ہے جو نہایت ہی صاحب شرافت اور بڑی سخی شخصیت ہیں اور ان کیلئے نہایت ہی اچھے آثار ہیں''۔

۳) مراۃ الزمان میں ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ محفل میلاد پر کثرت کے ساتھ خرچ کرنے کے علاوہ مہمان نوازی پر ہر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا اور اس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ ہوتے۔

کان یستفك من الفرنج فی کل منة اساری بمائتی الف دینار و کان بصرف علی الحرمین واعیاه یدرب الحجاز فی کل سنة ثلاثین الف دینار هذا کله سری صدقات السرو حکمت زوجة ربیعه خاتون بنت ایوب احنت الملك الناصر صلاح الدین ان فیمهه کان من کرباس غلیظ لایساؤل خمسة دار هم قالت فما تبة فی ذلك قتال لبسی ثم باطمنة واتصدق بالباقی خیر من ان البس ثوبا تمتا وادع الفقیر والمسلین۔ (اطاوی للفتاویٰ ا۔۱۹۰)

اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا جن کی کل تعداد ساٹھ ہزار ہے حرمین کی نگہداشت اور حجاج کیلئے پانی مہیا کرنے کیلئے تیس ہزار دینار سالانہ یہ ان صدقات کے علاوہ ہے جو وہ مخفی طور پر خرچ کیا کرتا اس کی اہلیہ ربیعہ خاتون بنت ایوب (جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی) بیان کرتی ہے کہ میرے خاوند کی قمیض موٹے کھدر کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی ایک بار میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ میرے لئے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ وخیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے اور لباس پہنا کروں اور کسی فقیر ومسکین کو خیر باد کہہ دوں۔

اس شخص نے فوت ہوتے وقت وصیت کی کہ مجھے حرمین شریفین میں دفن کیا جائے۔ اگر چہ ایسا نہ ہو سکا اس کے بعد اگر کوئی شخص ایسے حاکم کو عیاش اور ظالم کہتا تو اسے اپنی قبر یاد رکھنی چاہیے اور اس دن کا انتظار کرنا چاہیے جب تمام حقائق سامنے آجائیں گے رہا معاملہ شیخ الحافظ ابوالخطاب بن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو وہ بھی مسلم فاضل ہے ان کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں۔

کان من اعیان العلما ومشاهیر الفضلهo (اطاوی للفتاوی ا۔۱۹۰)

''وہ نہایت ہی جید عالم اور مشاہیر فضلہ میں سے تھے''۔

اگر انہوں نے حضور ﷺ کے فضائل میلاد پر کتاب لکھی اور حاکم نے ایک ہزار دینار بطور انعام پیش کیا تو اس میں حرج کیا ہے؟

حضور ﷺ کا خالق و مالک تو آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کے اظہار کی صورت میں ابولہب جیسے کافر کو بھی جزا و انعام سے نوازتا ہے کیا آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کا مطالعہ نہیں کیا جس میں بیان ہے کہ ابولہب مرگیا ایک سال کے بعد میں نے خواب میں بہت بُرے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا۔

بالقیت بعد کم راحم الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم اثنین ○

''تمہاری جدائی کے بعد آرام نہیں پایا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن جب سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے''۔

یہ عذاب میں تخفیف کسی عمل کی بنیاد پر تھی یہ بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی کی زبانی ملاحظہ ہو تخفیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین و کانت ثویبه عشرت اباالھب مولدہ فاعتقها ○ (فتح الباری شرح البخاری ۹-۱۵)

''نبی اکرم ﷺ سوموار کے دن دنیا میں تشریف لائے اس نے اس خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کردیا کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی ولادت کی اطلاع دی تھی لہٰذا جو سوموار کا دن آتا تو اللہ تعالیٰ اس خوشی کے صدقہ میں عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے''۔

اس واقعہ سے علماء امت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اگر کافر بھی کرے تو اسے بھی اجر ملتا ہے اور اسے محروم نہیں رکھا جاتا اگر کوئی مسلمان کرے تو اسے کیونکر محروم کیا جائے گا؟ اس پر آپ کے بزرگوں کے مندرجہ

ذیل حوالہ جات ہیں۔ پڑھ لیجئے۔

۱) شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی مذکورہ واقعہ کے بعد امام ابن جوزی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بزمه جوزی بفرحته لیلة مولد النبی بد فما حال المسلم الموحدین اللہ بنشر مولدہ؟

(مختصر سیرہ الرسول' ۱۳' مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور)

"جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں مذمت نازل ہوئی اس کو حضور ﷺ کی ولادت کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مسلمان امتی کا کیا درجہ ہوگا جو آپ ﷺ کی میلاد کی خوشی منائے"؟

۲) مفتی رشید احمد لدھیانوی استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"جب ابولہب جیسے کافر کیلئے میلاد النبی کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کریگا"۔ (احسن الفتاوی ا' ۳۴۷)

اللہ تعالیٰ کا عذاب میں رعایت دینا ایک ہزار دینار کے برابر ہے یا زائد' ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ اس کی کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ اگر کسی حاکم نے سنت الٰہیہ کی پیروی میں یہ عمل کیا ہے تو اس پر ظلم کا فتویٰ کیوں؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ کیا محفل میلاد منعقد کرنے والے اور اس پر مواد مہیا کرنے والے صرف یہی حضرات ہیں؟ اگر اس موضوع پر کام کرنے والوں کے اسماء لکھے جائیں تو اس کیلئے دفتر چاہیے۔ کچھ ائمہ امت اور ان کی اس موضوع پر کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) احسن المقصد فی عمل المولد — امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲) جزانی المولد الشریف — امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ
۳) المورد الروی فی المولد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم — ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
۴) مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم — حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
۵) المورد النبی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم — حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ
۶) جامع الاثار فی مولد النبی المختار — حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ
۷) عرف التعریف بالمولد الشریف — امام شمس الدین انب الجزری رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے مسلمہ امہ ہیں تمام اپنے اپنے وقت کے عظیم فقیہہ اور محدث تھے۔ کیا یہ سب ظالم اور کذاب تھے؟ اب اپنا جملہ (آپ نے دیکھا کہ محفل میلاد کا مواد فراہم کرنے والا شخص کس قدر کذاب اور بے دین ہے) پڑھیں' اور غور کریں کہ اس کی زد کس کس پر آتی ہے۔

۴) رہا چوتھا سوال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ضرور ہے مگر جمہور کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہی ہے۔ ہم یہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق پر اکتفا کرتے ہیں۔

''ماثبت بالسنۃ اور ''مدارج النبوۃ'' میں آپ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن کون سا ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ربیع الاول کی بارہ تاریخ' بعض کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک آٹھ تھی۔

قول اول اشہر واکثر است و عمل اہل مکۃ بریں است' وزیارت کردن ایشاں موضع ولادت شریف رادریں شب و خواندن مولود وائہ از داب و اوصناع نست در شب دو از دہم ○ (مدارج النبوۃ' ۲' ۱۴)

''بارہ تاریخ والا قول مشہور اور اکثر کا قول ہے اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد

ہے کیونکہ وہ اسی بارہ کی رات کو جائے ولادت نبی ﷺ کی زیارت کیلئے جاتے ہیں اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں"۔

جمہور علماء کی مذکورہ رائے کے باوجود کہنا کہ بارہ کو ولادت ثابت ہی نہیں کہاں تک درست ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

۵) اب پانچویں سوال پر غور کرتے ہیں' قاضی صاحب حقیقت میلاد کے ص ۸ پر لکھتے ہیں کہ "لیکن ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت تحقیقی بات نہیں البتہ اس روز وفات ہوئی سب کے نزدیک مسلم جو تاریخ قطعی طور پر تاریخ وفات ہے اس پر جشن منانا تعجب ہے"۔

اس کے جواب میں اتنی بات ہی کہنا کافی ہے کہ اگر تاریخ ولادت میں اختلاف ہے تو تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے ہم انہیں علامہ شبلی کا حوالہ ذکر کر دیتے ہیں جن کے حوالے سے آپ نے تاریخ ولادت پر استدلال کیا ہے علامہ شبلی نے اس مسئلہ پر تین صفحات لکھے اور آخر میں لکھا۔

"اس لئے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے"۔

(حاشیہ سیرت النبی جلد ۲۔ ۱۷۲)

ہمیں تو آپ کے مطالعہ پر تعجب ہے کہ مختلف فیہ مسئلہ کو متفق علیہ اور قطعی کیسے قرار دے دیا اور اگر یہ آپ کا وفات کا دن ہے جب کہ جمہور کی رائے ہے تو تب بھی محفل میلاد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ کتاب و سنت نے واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت اور وصال دونوں امت کے حق میں باعث خیر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ کا ارشاد مروی ہے۔

حیاتی خیرلکم ومماتی خیر لکم ○ (الشفاء ا'۱۹)

"میری ظاہری حیات اور میرا وصال دونوں ہی تمہارے لئے بہتر ہیں"۔

دوسرے مقام پر وصال کے باعث خیر ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

اذا اراد الله رحمة یاسة قبض نبیها قلبها فجعله لهما فرطا وسلفها واذا اراد الله مهلكة امة عذبها ونبيها حتى فاهلكها وهو ينظرهما قرعيفيه بهلكتها حين كذبوه وعصوا امره○ (المسلم ۲۲۹۲)

"جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس امت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس امت کیلئے شفاعت کا سامان کر دیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسی نبی کی ظاہری حیات میں ہی اُس امت کو عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنے اس نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے"۔

حدیث میں مذکورہ لفظ "فرط" کی تشریح ملا علی قاری یوں کرتے ہیں۔

اصل الفرط هو الذى يتقدم الواردين ليهى لهم مايحتاجون اليه عند نزولها فى منازلهم استعمل يشفع فيمن خلفه○ (الشفاء ۱، ۳۶)

"فرط کسی مقام پر آنے والے کی ضروریات ان کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کیلئے مستعمل ہونے لگا"۔

اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل و احسان ہے کہ آخرت میں پیش آنے والے معاملات سے پہلے اس کیلئے حضور ﷺ کو شفیع بنا دیا گیا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لئے راحت ہے۔

ولادت نعمت عظمیٰ ہے

مذکورہ فرمان نبوی ﷺ نے جب یہ بات واضح کر دی کہ آپ کی ولادت اور وصال امت کے حق میں دونوں بہتر ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں عظیم

نعمت کون سی ہے؟ تو واضح وظاہر ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ اور تشریف آوری ہی عظیم ہے کیونکہ دوسری نعمت تو اس کے صدقہ میں حاصل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی خوب بات کہی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ولادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنے کیلئے عقیقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے۔ مگر وفات کے موقع پر کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع وفزع سے منع کیا ہے۔

فدلت قواعد الشریعۃ علی انہ یحسن ھذا الشھر اظھار الفرح بولدتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون اظھار الحزن فیہ بوفاتہ○ (الحاوی للفتاوی ۱/ ۱۹۳)

"شریعت کا مذکورہ اصول راہنمائی کر رہا ہے کہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم"۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی حرمین شریفین کے لوگوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات نہ چاہیے اس لئے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے ذکر غم جانکاہ اس محفل میں نازیبا ہے۔ حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے۔ (تواریخ حبیب الہٰ ۱۵)

پھر ہم اتنا ہی سوچ لیں کہ سوگ ہم تب منائیں کہ آپ کا فیضان ختم ہو گیا ہو وہ تو الحمدللہ تا قیامت اور بعد از قیامت جاری وساری ہے آج بھی آپ ہی کی نبوت کا دور ہے، یہ تمام امت آج بھی آپ کی رحمت وشفقت پر قائم ہے۔ یعنی آپ کا وصال ایسا نہیں کہ امت سے تعلق ختم ہو جائے بلکہ آپ کا فیضان تا قیامت جاری ہے اور آپ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔ قصور اور کوتاہی ہماری ہے۔ آپ تو آج بھی اس طرح سنتے دیکھتے ہیں جس طرح ظاہری

حیات میں سنتے دیکھتے تھے۔

استاذ المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال کے بارے میں کیا ہی خوب کہا:

لیس هناك موت ولا فوت بل انتقال من حال الی حال○

"یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات بلکہ یہاں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے"۔

آپ نے فرمایا ہمارے ائمہ تصریح کر رہے ہیں کہ یہاں وفات نہیں بلکہ وصال وانتقال ہے تو جب وفات ہی نہیں تو سوگ کیا؟

آخر میں عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ آج تک کسی مسلمان کا یہ تصور نہیں کہ محفل میلاد صرف بارہ ربیع الاول کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ آپ کے ذکر خیر پر مشتمل محفل جب بھی سجائی جائے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے ہاں بارہ کے دن فضیلت ضرور ہے۔

٦) اب آخری سوال کی طرف آتے ہیں کہ اسے عید کا دن سمجھنا منع ہے۔ یہ بات بھی صراحۃً قرآن وسنت کے منافی ہے' خود قرآن وسنت میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی عید کا اطلاق موجود ہے کیونکہ عید کا معنی خوشی کا دن ہے اور مسلمانوں کیلئے آپ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر کون سی عید ہو سکتی ہے؟ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا واية عنك وارزقنا وانت خیر الرازقین○

"اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان نازل فرما تا کہ وہ ہمارے لئے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے نشانی بنے اور تو بہتر رزق عطا

فرمانے والا ہے"۔

اس آیت بارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن کو اپنی تمام قوم کیلئے عید قرار دے رہے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت خوان کی صورت میں نازل ہوگی۔ آپ تصور کیجئے اس دن کے بارے میں جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رحمۃ للعلمین اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے وہ دن اگر عید کا نہیں تو کون سا دن عید ہوگا؟ حالانکہ باقی عیدیں اس دن کے صدقے نصیب ہوئی ہیں۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اگر کوئی یہ کہتے ہوئے بات ٹالنے کی کوشش کرے کہ یہ سابقہ امت کی بات ہے جو ہمارے لئے قابل قبول نہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی جہالت پر مبنی ہوگی مگر ہم یہاں ایک اور حدیث صحیح بیان کردیتے ہیں تاکہ کسی حیلے کی گنجائش نہ رہے۔

ہر جمعہ عید کا دن ہوتا ہے

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت تلاوت کی الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ تو پاس بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے کہا۔

لو انزلت هذه الاية علينا لا تخذنا يومها عيدا○ (الترمذی، تفسیر سورہ المائدہ)

"ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوئی تو اس دن ہماری دو عیدوں کا اجتماع تھا ایک جمعہ کا دن اور دوسرا عرفہ کا دن"۔

امام خازن نے اسی مقام پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا ہے

کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں۔ (لباب التاویل ۱'۴۶۴)

بخاری شریف میں یہی واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید قرار دیتے۔ آپ نے فرمایا وہ کون سی آیت ہے وہ کہنے لگا۔

الیوم اکملت لکم دینکم۔ آپ نے فرمایا

قد عرفنا ذالك اليوم والمكان الذى نزلت فيه على النبى وهو قائم بعرفته يوم الجمعة○ (بخاری۔ کتاب الایمان)

"ہم بھی اس دن اور اس جگہ سے آگاہ ہیں جہاں یہ آیت ہمارے آقا پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ کھڑے تھے، عرفات کا مقام تھا اور جمعہ کا دن تھا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا ترجمہ امام عینی اور امام نووی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

معناه انا ما تركنا تعظيم ذات اليوم والمكان اما المكان فهو عرفات وهو معظم الحجاج هو احد اركان الاسلام واما الزمان فهو يوم الجمعه ويوم عرفة وهو يوم اجتمع فيه فضلاف وشرفان ومعلوم تعظيما لكل واحد منها فاذا راجتها لتعظيم فقد اتخذنا ذالك اليوم عيدا○ (عمدة القاری ۱'۲۶۴)

"کہ ہم بھی اس جگہ عرفات ہے وہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے اور وقت، وہ جمعہ اور عرفہ کا دن تھا، اس میں دو عظمتیں جمع ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک کی تعظیم مسلمانوں کا فریضہ ہے اور جب دونوں کا اجتماع ہو گیا تو تعظیم میں اور اضافہ ہو گیا تو ہم نے یقیناً اس دن کو عید بنایا ہوا ہے"۔

جب ہر جمعہ عید ہے تو ایک ماہ میں چار یا پانچ عیدیں آتی ہیں، جن میں مسلمان خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوجود آپ کا تیسری عید کے انکار پر اصرار ہے تو آپ کو کون مجبور کرسکتا ہے۔ مگر یہ سوال تو کیا جاسکتا ہے کہ ایک آیت نازل ہو تو وہاں دو یا پانچ عیدیں جمع ہو جائیں تو شرک اور بدعت نہیں اور صاحب قرآن تشریف لائیں تو فی الفور ذہن شرک و بدعت کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس پر دعوت فکر ضرور دی جاتی ہے اور باقی اس دن کو عید (خوشی کا دن) کہنا پاکستانیوں نے ہی شروع نہیں کیا بلکہ اسلاف میں بھی یہ اصطلاح موجود تھی۔ امام جلال الدین سیوطی مالکی بزرگ شیخ ابوالطیب محمد بن ابراہیم السبتی المتوفی ۳۹۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں وہ بارہ ربیع الاول کو ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے تو وہاں کے انچارج کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

یافقیہ هذا الیوم سرورا صرف الصبیان ○ (الحاوی للفتاوی ا، ۱۹۷)

''اے فقیہ آج خوشی کا دن (عید) ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو''۔

امام قسطلانی شارح بخاری المتوفی ۹۹۱ھ ربیع الاول میں امت مسلمہ کی معمولات، محافل میلاد کا انعقاد، صدقہ و خیرات کرنا، تذکرہ ولادت نبوی اور اس کی برکات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فصحم الله اصرا اتخذلیالی شهر مولده المبارك اعیادا فیكون اشد علة علی من فی قلبله مرض ○ (المواہب اللدنیہ ا، ۲۷)

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو سلامت رکھے جس نے آپ کی میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید منا کر ہر اس شخص پر شدت کی جس کے دل میں (مخالفت کا) مرض ہے''۔

باقی رہا اس دن میں اضافی عبادت کا لازم نہ ہونا اس پر محبت و ادب رسول میں ڈوب کر غور کیا جاتا تو یہ معاملہ از خود حل ہو جاتا آیئے ہم ایک عاشق رسول کے حوالے سے اس کا جواب تحریر کرتے ہیں، مکہ شریف کے عظیم محدث و محقق شیخ محمد بن

علوی مالکی اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ولم يجعل الله تعالىٰ في يوم الاثنين يوم مولده من التعيف بالعبادات ما جعل في يوم الجمعة المخلوق في ادم من الجمعة والخطبة وغير ذلك اكراما نبيه عليه السلام بالتحقيف عن امة بسبب عناية وجوده قال الله تعالىٰ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔ ومن جملة ذلك علم التكليف ○ (الذخائر المحمدیہ ۲۷)

''اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ولادت کے دن سوموار کو کسی اضافی عبادت کا حکم نہیں دیا جیسا کہ حضرت آدم کی ولادت کے دن جمعہ اور خطبہ کو لازم کیا۔ یہ حضور ﷺ کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف فرمائی ہے آپ کے بارے میں فرمایا'' اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت بنایا ہے اور ان رحمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن کوئی اضافی عبادت لازم نہیں فرمائی''۔

اگر یہ اصول پیش نظر رہے تو بہت سے معاملات از خود حل ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کا ذکر خیر ہر حال میں باعث برکت وسعادت ہے۔ جس امتی کو یہ نصیب ہو جائے اس پر اللہ کا فضل واحسان ہے۔

لیکن محافل میلاد منعقد کرنے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ ایسی مبارک محافل کو غیر شرعی حرکات سے محفوظ رکھیں تا کہ ہماری بے عملی کی وجہ سے اللہ کے پیارے محبوب کے ذکر کی محفل پر حرف نہ آئے اور مخالفت کرنے والوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ برائیوں کے خلاف ضرور آواز اٹھائیں مگر محفل میلاد کی مخالفت کا موضوع نہ بنائیں کیونکہ یہ سراسر ذکر نبوی ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اعتدال کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ○

نبی بھیجے خدا نے جو ، ہدایت کیلئے سارے
امامت کیلئے ان کی ،وہ شاہ خوش خصال آیا
مکان ولامکاں میں دھوم اس نور مجسم کی
مبارکباد ہر جانب ،حبیب ذوالجلال ﷺ آیا
نہیں ان کا کوئی ہمسر ،رسولوں میں ، نبیوں میں
نہ کوئی ان سا ہوا پیدا ،نہ کوئی ان کی مثال آیا
یہی اک ذات جامع ہے، سبھی اوصاف عالی کی
یہی کامل تو ہے لے کر سبھی اکمل کمال آیا
ادب سے دست بستہ ہوں خوشی سے جان دے دوں گا
مرے ارماں مچلتے ہیں، ہے جب سے یہ خیال آیا
وہ مجھ کو گور میں آکر ،زیارت سے نوازیں گے
ہزاروں عید سے بڑھ کر ،یہ ہے یوم وصال آیا
نکیر آئیں میں گھبراؤں ، مرے آقا بھی آجائیں
وہ فرمائیں مٹانے کو ، ترے رنج وملال آیا
نکیر اٹھ جائیں یہ کہ کر ، تجھے شاہد مبارک ہو
ترا آقا ، ترا مولا ترا پرسان حال آیا

ﷺ

شاہد القادری

متحدہ عرب امارات میں
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

۱۹۶۸ء ___ء

عید ربیع الاول شریف ایک اسلامی تہوار ہے۔ جس کی خوشیوں کا احساس و ادراک نگر نگر، شہر شہر اور دیس دیس میں کیا جاتا ہے۔ یہ جان والوں اور ایمان والوں کی عید ہے اسے جاننے، ماننے اور منانے والوں کے طبقات و درجات اور انواع و اجناس بیشمار اور انجمنیں اور تنظیمیں لامحدود ہیں۔ جن کی محبت بھری سرگرمیاں کائنات میں ہر طرف پھیل جاتی ہیں یہاں تک کہ سمندروں کی گہرائیوں میں بھی جاری رہتی ہیں اور آسمانوں کی رفعتوں میں بھی انعقاد پذیر ہوتی ہیں۔

اور بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

گذشتہ سال ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء اسی ماہ رحمت و نور میں "متحدہ عرب امارات" کے شیدایان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اخلاص پر راقم امارات پہنچا۔ دوبئی شارجہ اور ابوظہبی میں ارباب ذوق کے اجتماعات میں شرکت کا موقع ملا۔

دوبئی میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سرکاری سطح پہ منائی جاتی ہے۔ میری نظر سے وزارت اوقاف کا لیٹر گذرا جو ۳ صفر ۱۴۲۰ھ/۱۸ مئی ۱۹۹۹ء کو مدیر اوقاف کی طرف سے ائمہ و خطبا اور مختلف شعبہ جات میں خدمات دینیہ میں مصروف علماء کرام کی طرف بھیجا گیا۔ اس میں ہجرت، میلاد شریف، معراج شریف، غزوہ بدر اور لیلۃ القدر کی تقاریب کا بطور خاص ذکر تھا اور علماء کرام سے کہا گیا تھا کہ ان مواقع پر وزارت اوقاف جو پروگرام مرتب کرتی ہے ان میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی جائے۔

پھر دوبئی اوقاف کی طرف سے مدیر اوقاف شیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع الحمیری نے مختلف اداروں، مدارس، کالجز اور عامۃ الناس کی طرف ۲ صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۷ مئی ۱۹۹۹ء ایک لیٹر جاری کیا جس کا عنوان تھا المسابقة الدينية في ذكرى

المولد النبوی "میلاد النبی ﷺ کی یاد میں دینی مقابلہ"

یہ پروگرام عید میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے بڑی معنویت کا حامل تھا۔ سرکاری ہینڈ بل میں تین قسم کے مقابلوں کی تفصیل تھی۔

پہلا مقابلہ

۱۲ سال کے بچوں کیلئے رکھا گیا کہ وہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے اخلاق کریمہ، رحمت، حلم اور ہدایت کے بارے میں کم از کم پچاس صحیح احادیث زبانی یاد کریں۔ ساتھ ہی درخواستیں جمع کرانے کی آخری تاریخ، ضروری کوائف اور امتحانات کی تاریخ کا ذکر تھا۔

دوسرا مقابلہ

مقابلہ قصیدہ خوانی تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ یا خلق عظیم اور میدان دعوت میں آپ کے طریق کار سے متعلق فصیح عربی میں ایسا قصیدہ جو تیس اشعار سے کم اور پچاس سے زائد نہ ہو پیش کیا جائے۔ مطبوعہ قصیدے کو ترجیح دی گئی یہ مقابلہ ہر عمر کے حضرات وخواتین کیلئے تھا۔

تیسرا مقابلہ

حضور ختم المرسلین ﷺ کی حیات مبارکہ کے دینی، اجتماعی، سیاسی، اخلاقی اور عسکری پہلو کے متعلق ایک جامع مقالہ لکھا جائے جو فل سکیپ تین صفحات سے کم اور پانچ سے زائد نہ ہو۔ سطور میں فاصلہ مناسب ہو اور عبارات نحوی اور املائی غلطیوں سے پاک ہوں۔

وزارت اوقاف اور اس کے مختلف شعبہ جات کے عملے کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ ہر مقابلے میں پہلے اور دوسرے نمبر پر آنے والے حضرات کیلئے

عمرے کے ٹکٹ اور وہاں رہائش اور طعام کا بندوبست کیا گیا جبکہ دسویں نمبر تک آنے والوں کیلئے مختلف انعامات رکھے گئے تھے۔

اوقاف کی طرف سے مختلف مساجد اور مدارس میں ''عید میلاد النبی ﷺ'' کی محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ سب سے بڑی ''محفل میلاد'' جس کا انعقاد وزارت اوقاف کرتی ہے وہ مسجد الراشدیہ الکبیر میں ۱۱ ربیع الاول شریف کو منعقد ہوتی ہے۔ بڑے خوبصورت اور دلکش پوسٹرز سے اس کی دعوت کو عام کیا جاتا ہے۔ جن پر جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے الاحتفال بالموالد النبوی شریف اس اجتماع کی کاروائی براہ راست دوبئ ٹیلیویژن سے ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے۔ شب ولادت جب یہ اجتماع ختم ہوتا ہے تو شیخ عیسیٰ مانع وزیر اوقاف اور دوسرے شیوخ رات کو اسی وقت مدینہ شریف حاضری کیلئے چلے جاتے ہیں۔

شیخ عیسیٰ مانع کے استاذ شیخ عبد العزیز میں بہت بڑی محفل میلاد کا بندوبست کرتے ہیں۔ جس کے اختتام پر انواع واقسام کے کھانوں سے شرکاء کی تواضع کی جاتی ہے۔

دوبئ میں مقیم مصری باشندگان مسجد ابوعبیدہ میں اپنی طرف سے ''میلاد کانفرنس'' کا اہتمام کرتے ہیں۔

جبکہ یہاں مقیم مدراسی مسلمان مسجد الکویتی میں ''بارہ روزہ محافل عید میلاد النبی ﷺ'' کا انعقاد کرتے ہیں۔

بنگالی مسلمان عید میلاد کی خوشیوں کے اظہار کیلئے تقاریب کا علیحدہ بندوبست کرتے' جبکہ پاکستانیوں کا انداز ہی نرالا ہے۔

دوبئ اوقاف کے وزیر شیخ عیسیٰ مانع زید مجدہ' نے میلاد شریف سے متعلق ایک نہایت عمدہ اور جامع کتاب تصنیف کی ہے۔ جسے وزارت اوقاف کی طرف سے

طبع کر کے مفت تقسیم کیا گیا۔ اس کا نام بلوغ المامول فی الاحتفاء والاحتفال بمولد الرسول ﷺ ہے۔ اس کتاب کی افادیت واہمیت کے پیش نظر اس کے سات ایڈیشن آ چکے ہیں۔ اس کے دیباچے میں شیخ عیسیٰ مانع نے لکھا ہے۔

لایشك عاقل صادق الحب بان الاحتفال بالمولد النبوی الشریف هو الاحتفاء به والاحتفابه صلی الله علیه وآله وسلم امر مقطوع بمشر وعیته

ترجمہ) اس بات میں کوئی سچی محبت رکھنے والا ذی عقل شک نہیں کرسکتا کہ میلاد النبی ﷺ کی محافل کے انعقاد کا مطلب آپ ﷺ کی تکریم ہے اور آپ ﷺ کی تکریم کرنا قطعی طور پر ثابت ہے۔

اس کتاب کی چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں انہوں نے قرآن مجید سے دلائل پیش کیے ہیں جبکہ دوسری میں سنت مطہرہ سے دلائل جمع کیے ہیں۔ تیسری فصل دلیل اجماع سے عبارت ہے اور چوتھی فصل میں میلاد شریف کے بارے میں پیش کیے گئے شبہات اور منکرین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

اس کے آخر میں عارف باللہ سید امین المکی الحنفی کا قصیدہ ہے۔ جس کے چند اشعار یوں ہیں۔

یا لیلة الاثنین ماذا صافحت یمناك من شرف اشم ومن غنی

کل اللیالی اللبیض فی الدنیا لها نسب الیك فانت مفتاح السنا

فالقدر والاعیاد والمعراج من حسناتك اللاتی بهرن الاعینا

”اے پیر کی رات تیرے دائیں ہاتھ میں کتنی گراں قدر شرافتیں اور کس قدر سرمایہ ہے۔ دنیا میں جتنی راتوں کے دامن میں بھی نور ہے تیری نسبت سے چنانچہ تو ہر چاندنی کی کلید ہے۔ لیلۃ القدر، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور شب معراج کی آنکھوں میں تیرا ہی نور ہے“۔

حضرت شیخ عیسیٰ مانع کا قلم عرب ممالک میں گھسے ہوئے ایک مخصوص مکتبہ فکر کے بے لگام لکھاریوں کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے۔ آپ نے کشف الغمہ میں ''بدعت'' کے مفہوم میں تجاوز کرنے والے لوگوں کا شدت سے رد کیا اور مسلم امہ کے جمہور کو بدعتی قرار دینے والوں کی خوب خبر لی۔

جب عرب شریف کے نجدی عالم ابن عثیمین نے حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول عام ''قصیدہ بردہ شریف'' کے چند اشعار پر اعتراض کیا تو حضرت شیخ عیسیٰ نے اس کے رد میں ''القول المبین فی بیان علو مقام خاتم النبیین'' لکھی اور دندان شکن جواب دیا۔

گذشتہ سال ربیع الاول کے موقع پر متحدہ عرب امارات کے اخبارات کو بھی میں نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشیوں میں شریک پایا۔

امارات کے کثیر الاشاعتی ''اخبار البیان'' میں ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ ۲۵ جون ۱۹۹۹ء کو ابوظہبی حکومت کے مشیر سید علی ہاشمی کا بڑا محبت بھرا اور جامع مضمون شائع ہوا۔ انہوں نے لکھا:

''کان الاحتفال بذکری مولد الرسول الاعظم والسید المصطفیٰ المکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من سمات اھل الفضل والخیر والفلاح وقد حرص اھل العلم من اصلح اللہ بواطنھم قبل ظواھرھم اشد الحرص علی اظھار مشاعر الود والتقدیر والاحترام لذکری مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد تظافر السلف الصالح وما زال الخلف الذین استقاموا علی الطریقة یتسابقون لاحیاء ھذہ الذکری ذلك لان مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو ایذان بالقضاء علی لیل الشرك والجھالة وبمولدہ آن او ان بزوغ فجر العلم والخیر والھدایة۔

"رسول اعظم حضرت مصطفیٰ ﷺ کا میلاد منانا اصحاب فضیلت اور اہل خیر و فلاح لوگوں کی علامات میں سے ہے۔ وہ اہل علم اللہ تعالیٰ نے جن کے ظاہر سے پہلے ان کے باطن کی اصلاح فرمائی ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ منانے کیلئے اپنے جذبات محبت و عقیدت کا اظہار کرنے کے بڑے خواہاں ہوتے ہیں۔ سلف صالح اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ ہمیشہ سے عید میلاد شریف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے آئے ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے میلاد ہی نے شرک و جہالت کی رات کا خاتمہ کیا اور آپ کی ولادت ہی سے علم خیر اور ہدایت کی فجر طلوع ہونے کا وقت آن پہنچا"۔

محترم سید علی ہاشمی صاحب نے مزید لکھا:

واذا کان المسلمون الیوم فی مشارق الارض ومغاربھا یحتفلون بذکری مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فانما یحتفلون بذکری مولد کرائم الاخلاق۔

آج دنیا کے مشرق و مغرب میں مسلمان جو سید عالم ﷺ کا یوم میلاد منا رہے ہیں تو وہ اس سے صرف آپ ہی کا نہیں بلکہ اخلاق عظیمہ کا میلاد بھی منا رہے ہیں۔

سید ہاشمی صاحب نے اپنے طویل آرٹیکل کے آخر میں لکھا:

احق الناس بالاحتفال بھذہ الذکری العظیمۃ ھذہ البلاد الامارات العربیہ المتحدۃ۔

"عید میلاد النبی ﷺ" منانے کا سب سے زیادہ حق متحدہ عرب امارات کا ہے۔

یہ مضمون بمناسبۃ یوم مولدہ الشریف من معالم الوفا للرسول الکریم ﷺ کے عنوان سے طبع ہوا۔ یہی مضمون ۱۲ ربیع الاول کو روزنامہ "الخلیج" میں بھی شائع ہوا۔ نیز "الخلیج" میں ۱۲ ربیع الاول کو اسامہ طہ کا مضمون "من وحی مولد الرسول ﷺ" شائع ہوا۔ اس اچھوتے مضمون کا ابتدائیہ یوں تھا:

كما تطلع الشمس بانوارها فتنفجر ينبوع الضوء المسمى النهار يولد النبي صلى الله عليه وسلم فيوجد في الانسانية ينبوع النور المسمى الدين حين اذان الله تعالىٰ باكرام البشيرية بعد مسيرتها الطويلة المشحونة بالمتاعب اذن سبحانه تعالىٰ بميلاد النبي الجليل صلى الله عليه وسلم وجعله خاتما للنبوات

''جیسے سورج اپنے انوار سے طلوع ہوتا ہے تو روشنی کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے جسے دن کہا جاتا ہے نبی اکرم ﷺ پیدا ہوتے ہیں تو انسانیت میں ایک نور کا سرچشمہ پھوٹتا ہے جسے دین کہا جاتا ہے۔

بشریت اپنے طویل سفر میں تھکاوٹوں سے چکنا چور ہو چکی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اسے نواز دے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم رسول ﷺ کے میلاد شریف کا اذن دیا اور آپ کو تمام نبوتوں کا خاتم بنایا۔

دوبئی میں حضرت علامہ قاری غلام رسول ایک بڑی متحرک مذہبی شخصیت ہیں۔ آپ لاہور کے علاقہ مغل پورہ کے محلے ''ساہوواڑی'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں آپ نے ''جامعہ تعلیمات اسلامیہ'' قائم کیا ہے۔ آپ نے حافظ الحدیث پیر سید محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف منڈی بہاؤ الدین میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔

ڈیرہ دوبئی کی جامع مسجد العظیم میں آپ خطابت اور امامت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ اس مسجد کو دینی پروگراموں کے لحاظ سے پورے متحدہ عرب امارات میں مرکزیت حاصل ہے۔ پاکستان، انڈیا اور دیگر ممالک سے اہم علماء و مشائخ یہاں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر قاری صاحب دیگر احباب اہلسنّت کے تعاون سے بڑی بڑی محافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ گذشتہ

سال ان محافل میں خطاب کیلئے مجھے مدعو کیا گیا۔ چنانچہ بندۂ ناچیز ۱۵ جون ۱۹۹۹ء کو دوبئی پہنچا۔ ایئر پورٹ پر محترم قاری غلام رسول اپنے چند احباب کے ساتھ موجود تھے۔ ایئر پورٹ سے ہم مسجد التطیم پہنچے۔ تمام پروگراموں میں ہم اکٹھے رہے۔ قاری غلام رسول کے سوز تلاوت اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ عقیدت سے وجد و سرور کا سماں چھا جاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء اللہ قادری (سیالکوٹ) بھی تقاریب میلاد شریف کے سلسلے میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔ مولانا قاری غلام رسول خطیب اعظم دوبئی نے تمام پروگرام مرتب کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۷ جون جمعرات ہم نے ''مرکز اہلسنت'' ابوظہبی میں پہنچنا تھا۔

الحاج محمد اسماعیل ضیائی انجینئر ٹی وی دوبئی نے ہمیں ساتھ لے کر جانا تھا۔ چنانچہ راقم اور قاری غلام رسول صاحب کی گاڑی میں ساڑھے پانچ بجے شام دوبئی سے ابوظہبی کیلئے روانہ ہوئے۔ وسیع و عریض اور صاف سڑک پر گاڑی دوڑتی جا رہی تھی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نعت ''واہ کیا جود و کرم ہے اے شہ بطحا تیرا'' کی کیسٹ چل رہی تھی۔ وقفے وقفے کے بعد حاجی محمد اسماعیل ضیائی کے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ ابوظہبی سے احباب کے پوچھنے پر آپ انہیں بتا رہے تھے کہ اب ہم فلاں مقام پر پہنچ آئے ہیں۔ اب ہم فلاں مقام پر پہنچ آئے ہیں۔ اتنا وقت ہمیں مزید لگ جائے گا۔ ابوظہبی پہنچنے پر ''مرکز اہلسنت'' کے ناظم اعلیٰ حاجی عبداللطیف' صدر رابطہ کمیٹی الحاج محمد اقبال اور نائب صدر رابطہ کمیٹی محمد شفیق نے ہمارا استقبال کیا اور ہم ان کے ہمراہ مرکز اہلسنت پہنچے۔

مرکز اہلسنت کے ہال کو بڑے سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ حضرت مولانا محمد عباس رضوی آف گوجرانوالہ جو اس وقت مرکز میں خدمت دین پر مامور تھے۔ نقیب محفل بنے تھے۔ سامعین کے چہرے کھلے ہوئے تھے۔ قاری صاحب کی تلاوت نعت کے

بعد بندۂ ناچیز نے ''حضرت محمد ﷺ برہان خدا'' کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔ بعد میں مرکز کی کیسٹ لائبریری اور دیگر شعبہ جات کا دورہ کیا۔ یہاں محترم عبدالمجید جلالی سے بھی ملاقات ہوئی جو محبت رسول ﷺ سے سرشار اور پیکر اخلاص ہیں۔ عمرہ شریف کے ویزہ سے متعلق ان سے بات چیت ہوئی۔

ابوظہبی میں ''بزم حمد ونعت'' کی طرف سے ۲۱ روزہ محافل میلاد شریف کا اہتمام کیا گیا تھا جو کہ ۱۳ جون سے ۱۱ جولائی تک جاری رہیں۔

پروگرام سے فراغت کے بعد ہم ابوظہبی سے شارجہ پہنچے تو رات کے دو بج چکے تھے۔ حاجی محمد اسماعیل کی رہائش پے قیام ہوا۔ ابوظہبی میں رات کو بھی بلا کی گرمی تھی اور لو چل رہی تھی۔ چند لمحات بھی باہر کھڑا ہونا مشکل تھا۔ وہاں ائیر کنڈیشن ہی میں کاروبار زندگی چل رہا ہے۔

خطبہ جمعہ میں نے ''سوناپور'' کی جامع مسجد فیض مدینہ شریف میں دینا تھا۔ شارجہ سے ہم یہاں پہنچے شدت کی گرمی تھی وضو کیلئے جو پانی تھا وہ بھی نہایت گرم تھا۔ بہر حال جمعۃ المبارک کے خطبہ میں ''حسن مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوع پر مفصل خطاب ہوا۔ یہاں ہی مولانا محمد اکرم جلالی سیالکوٹی سے ملاقات ہوئی جو شارجہ میں دین متین کی خدمت کر رہے ہیں۔ فیض مدینہ کا مرکز صوفی محمد نذیر کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔

رات کو شارجہ میں ''نبا عبدالرحمٰن'' کی وسیع چھت پر محفل میلاد منعقد ہونی تھی۔ فقیر زینت القراء قاری غلام رسول کے ہمراہ مقررہ وقت پر پہنچ گیا۔ اس محفل کا انعقاد پیر محمد سیف اللہ گیلانی نے کیا تھا۔ راقم نے ''رحمۃ للعالمین ﷺ'' پر گفتگو کی۔

۲۰ جون بروز اتوار وزیر اوقاف حضرت شیخ عیسیٰ مانع سے ملاقات ہوئی اور کئی امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔ ۲۱ جون کو بردبی الکرامہ کی جامع الکبیر میں ''درود وسلام''

کے موضوع پر خطاب ہوا۔ ۲۲ جون کو ''دوبئی لیبر سپلائی'' کے وسیع ہال میں محفل میلاد سجائی گئی۔ یہاں راقم نے ''سرکار مدینہ ﷺ کی امت پر شفقت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۳ جون کو محمد درسہ المعروف محمد بھائی کی کوٹھی پر ''منطقہ ہمدان'' میں نہایت شان و شوکت سے محفل میلاد کا اہتمام کیا گیا۔ یہاں ''علم غیب رسول ﷺ'' کے موضوع پر تفصیلی خطاب کیا۔

۲۴ جون کو جامع مسجد التنظیم الراس ڈیرہ دوبئی میں ''میلاد شریف کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۵ جون کو خطبہ جمعہ جامع مسجد التنظیم میں دیا۔ جمعہ سے قبل ''والدین رسول ﷺ'' اور بعد میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ پر گفتگو کی۔

۲۵ جون رات کو جامع مسجد یوسف امان سونا پور میں ''آمد رسول ﷺ احسان عظیم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس مسجد میں قاری اظہر اسلام قادری خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

۲۶ جون کو ''پاکستان سوشل سنٹر'' پر دوبئی میں پروقار محفل میلاد شریف منعقد کی گئی بندہ ناچیز نے یہاں ''منصب نبوت'' پر تفصیلی خطاب کیا۔

۲۷ جون کو حاجی عبدالرزاق اے آر وائی ٹریڈرز کی کوٹھی پر محفل میلاد نہایت محبت وعقیدت سے منعقد کی گئی۔ راقم نے یہاں ''خلق عظیم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۸ جون کو مسجد حاجی ناصر یوسف باقر روڈ پر بہت بڑا جلسہ میلاد شریف تھا۔ راقم نے یہاں ''محبت رسول ﷺ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ نیز وہاں کے ایک غیر مقلد عالم ''انس مدنی'' کے دلائل کا جواب دیا جو اس نے اللہ تعالیٰ کی جہت اور مکان ثابت کرنے کیلئے دیئے تھے۔

محترم صوفی عبدالمجید جلالی کی مخلص کوششوں سے عمرہ شریف کا ویزہ لگ گیا۔ چنانچہ ناچیز یکم جولائی سے ۱۲ جولائی تک حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ ور ہوا۔ اس کا ذکر علیحدہ کروں گا۔ (انشاء اللہ) عمرہ شریف سے واپس دوبئی پہنچنے پر ۱۴ جولائی کو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری کی صدارت میں ''شارع نائف'' پر خطاب کیا۔

۱۵ جولائی کو نماز عصر کے بعد حضرت میاں جمیل احمد کے زیر صدارت ایک اور اجتماع میں خطاب کیا۔ بعد از نماز عشاء شارجہ میں محمد رفیق نورانی کے ہاں منعقدہ حلقہ میں ''تقویٰ'' کے موضوع پر گفتگو کی۔

۱۶ جولائی کو پھر مسجد التنظیم میں خطبہ جمعہ دیا۔ اسی رات کو بعد از نماز عشاء شارجہ میں غیر مقلد علماء سے مناظرہ کرنا تھا۔ چنانچہ راقم حاجی عبدالعزیز' قاری محمد ریاست اور محترم محمد سعید کے ہمراہ وقت مقررہ پر شارجہ پہنچا اور افریقہ ہال کے قریب جامع مسجد حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ میں مولوی یوسف بستوی' مولوی عبدالرؤف سلفی اور مولوی گلاب خان کے ساتھ وہابی عقائد ونظریات کے بطلان پر تاریخی گفتگو ہوئی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی اور حدیث شریف سے جو دلائل راقم نے پیش کیے آخری وقت پر غیر مقلد علماء سے ان کا کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس پوری گفتگو کی تفاصیل انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ رقم کی جائیں گی۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دھوم

قارئین: حکومت دوبئی کی وزارت اوقات و مذہبی امور کی جانب سے تمام مساجد میں ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ ۳۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو جمعۃ المبارک کو پڑھے جانے والے عربی خطبہ (خطبہ ۱۰) کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں' میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کرتا ہوں جو اس کی نعمتوں کے مساوی اور فضل کے برابر ہو۔ اے اللہ تیرے لئے حمد ہے جس طرح کہ

تیری ذات کے جلال اور عظیم سلطنت کے شایان شان ہو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اسی کیلئے تعریف ہے۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ تمام مخلوقات میں سے اس کے مختار ہیں اور اس کے خلیل ہیں۔ آپ نے پیغام پہنچا دیا' امانت ادا کر دی' امت کی خیر خواہی کی' غم دور کئے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور حق ادا کیا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اے اللہ! ہمارے سردار' ہمارے نبی اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کی آل' آپ کے اصحاب' تابعین اور قیامت کے دن تک حالت ایمان میں ان کی پیروی کرنے والوں پر درود و سلام اور برکتیں بھیج۔

اے اللہ جل جلالہٗ کے بندو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(پارہ ۲۸' سورۃ الطلاق آیت ۲'۳)

''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو''۔

امابعد! ان ایام میں ہم پر اور پورے عالم اسلام پر میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سایہ فگن ہے۔ وہ رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کا میلاد ایک نئے جہان کا میلاد تھا اور سطح زمین پر انسانی حیات کے عہد سعید کا افتتاح تھا۔

ہاں! برادران اسلام وہ دن جس میں آج سے چودہ صدیوں سے زائد عرصہ قبل آپ ﷺ پیدا ہوئے وہی دن مستحق ہے کہ اس میں انسانیت اعتزاز اور بلاغت و اختصار سے یہ نعرہ لگائے۔

ولد الھدیٰ فالکائنات ضیاءٌ

وفم الزمان تبسم وثناءٌ

"ہدایت کی ولادت ہوئی' پس کائنات روشن ہوگئی اور زمانے کے لب پر تبسم اور تعریف ہے ایسا کیوں نہ ہو۔ آپ ہی وہ ذات ہیں جنہوں نے انسانیت کے تمام بوجھ اتارے"۔

قرآن مجید میں ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (پارہ ۹' سورۃ الاعراف الآیۃ ۱۵۷)

"وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا' وہی بامراد ہوئے"۔

آپ ﷺ کی ولادت پر ہر زمانے کو خوشی کیوں نہ ہو' آپ وہ رحمت ہیں جو

اللہ تعالیٰ نے ہدیہ کی ہے۔آپ نعمت عام ہیں اور آپ سب سے بڑا احسان ہیں جس نے انسانوں کو حرص و ہوا اور شہوتوں کے بندھن سے آزاد کیا۔قلوب کو صاف کیا اور انہیں خیر، نیکی اور بھلائی کی طرف مائل کیا۔

قرآن مجید میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران الایۃ ۱۶۴)

''بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

ہاں! یا سیدی یا رسول اللہ آپ کا میلاد امت اسلام کا میلاد تھا۔آپ کی امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چل کر بہت بڑی اسلامی سلطنت قائم کی۔امت میں یہ استطاعت آئی کہ اس نے اپنا رحمت بھرا سایہ تاریخ پر ڈالا اور اس نے طویل زمانے تک اپنے اثرات کو تمدن پر نقش کیا۔

برادران ایمان! یہ خوشبو والا تہوار لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑا احسان تھا جس نے زمانے کی بساط جہالت کو سمیٹا اور عزت انسان کو واپس لایا۔

وہ زمانہ کہ جس میں ہر طرف افراتفری اور انتشار تھا۔اس میں آپ نے اونٹوں کے چرواہوں میں سے دنیا کے لیڈر اور اقوام کے استاد بنائے اور چوتھائی صدی سے کم وقت میں آپ نے بہترین امت تیار کی جسے لوگوں کی راہنمائی کیلئے ظاہر کیا گیا۔

اے مسلمانان عالم! وہ سہانی رات جس کا آسمان بڑا صاف تھا۔جس کی شام بڑی رقت انگیز تھی اور جس کی ہوا بڑی خوشگوار تھی۔اس میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے

انسانیت کی آنکھ کی ٹھنڈک' اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کے قائد حضرت محمد ﷺ کو جنم دیا۔

تجلت مولد الهادي وعمت بشائره البوادي والقصابا

''ہادی کا میلاد جلوہ فگن ہوا اور اس میلاد کی خوشخبریاں دیہاتوں اور قصبوں میں عام ہوئیں''۔

واسدت للبرية بنت وهب يداً بيضاء طوقت الرقابا

''اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مخلوق کو سفید ہاتھ عطا کیا کہ جس نے غلاموں کو سہارا دیا''۔

لقد ولدته وهاجا منيرا كما تلد السموات الشهابا

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اس حال میں جنم دیا کہ آپ روشنیوں کا منبع تھے جیسا کہ آسمان شہاب ثاقب کو جنم دیتے ہیں''۔

ہاں! رسول اللہ ﷺ کا میلاد غلاموں کی آزادی کا اعلان تھا' جس وقت آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے اسے آپ ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر اس خوشی کی وجہ سے اس پر ہر پیر کو عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ابولہب مر گیا میں نے اسے اس کے مرنے کے ایک سال بعد خواب میں برے حال میں دیکھا۔ اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں پائی مگر یہ ہے کہ مجھ سے ہر پیر کے دن عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔

امام سہیلی نے کہا یہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے

تھے۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے ابولہب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی تھی اور اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔

کتنا اچھا وہ کلام ہے جو حافظ محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اس سلسلہ میں پیش کیا۔

اذا کان ھذا کافراً جاء ذمہ ‘ وتبت یداہ فی الجحیم مخلداً

”جب یہ کافر تھا کہ جس کی مذمت آئی ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے درآنحالیکہ وہ جہنم میں ہمیشہ تھے“۔

أتی انہ فی یوم الاثنین دائما یخفف عنہ للسرور باحمداً

”اس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اس سے ہمیشہ پیر کے دن عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوشی کی وجہ سے“۔

فما الظن بالعبد الذی عاش عمرہ باحمد مسروراً ومات موحداً

”پس کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جس نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں گزاری اور حالت ایمان میں دنیا سے چل بسا“۔

برادران اسلام! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا آج ہم میلاد منا رہے ہیں وہ سب سے اونچی چوٹی ہیں اور ایسا آسمان ہیں کہ جن سے اوپر کوئی آسمان نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے اعلیٰ اور تمام بندوں سے افضل ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم و اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشاً واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (ترمذی باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

دعا کریں کہ وہ ہمیں اس میلاد سے فائدہ دے اور صاحب میلاد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے جانوں، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب بنائے۔ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ ہمارے لئے اپنے فضل اور رحمت کے دروازے کھول دے۔ ہمارے لئے ہر غم سے رہائی کے اسباب پیدا فرما دے، ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا کرے اور ہمارے لئے عزت اور غلبہ لکھ دے۔ آمین

عراق میں
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

۱۹۶۸ء ــــ ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

ہے زیارت گاہ مسلم گو جہاں آباد بھی اس کرامت کا مگر حق دار ہے بغداد بھی
یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کیلئے سامان ناز لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیب حجاز
خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوش ارم جس نے دیکھے جانشینان پیمبر کے قدم
جس کے غنچے تھے چمن ساماں و گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما ان کا مدفن ہے یہی

(اقبال' بانگ درا)

عراق تاریخ اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ عراق ہی میں مدینہ منورہ کے بعد عالم اسلام کا پہلا دارالحکومت قائم ہوا۔ حرمین شریفین کے بعد دینی علوم کا یہی سب سے بڑا گہوارہ اور دانش کدہ قرار پایا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس کی طرف عقیدتوں کے جلوس محبتوں کے وفود اور حسرتوں کے کارواں ہمیشہ گامزن رہے ہیں۔ یہ خطہ پاک عقل العرب' مہدالاولیاء' روضۃ الصالحین' مفتاح العرب' وادئ رافدین اور فجر تمدن ایسے القاب سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔

وادی دجلہ وفرات کا جغرافیائی پہلو

عراق جزیرۂ عرب کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں ترکی' مشرق میں ایران' مغرب میں شام واردن اور جنوب میں سعودی عرب' کویت اور خلیج ہے۔ عراق جغرافیائی لحاظ سے دو حصوں شمالی عراق اور جنوبی عراق پر مشتمل ہے۔ جنوبی حصہ میدانی علاقوں' بیسیوں بحیروں اور چھوٹی نہروں پر مشتمل ہے۔ جبکہ شمالی عراق میدانی علاقہ جات کے علاوہ برف سے ڈھکی ہوئی بلند وبالا پہاڑیوں پر مبنی ہے'

دو تاریخی دریا دجلہ وفرات اٹھکلیاں کرتے ہوئے پورے عراق کو عبور کرتے ہیں۔ ان کا مبداء ترکی کی سطح مرتفع ہے۔ یہ شمالی عراق سے باہم سفر کرتے ہوئے کہیں درمیانی فاصلہ کم اور کہیں زیادہ رکھ کر جنوبی عراق میں بصرہ کے قریب قرنہ کے مقام پر معانقہ کر کے ''شط العرب'' کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ دجلہ کی کل لمبائی اپنے نکتۂ آغاز سے لے کر شط العرب تک ۱۸۱۷ کلو میٹر ہے جبکہ فرات کا انہیں دو مقامات کے درمیان طول ۲۳۰۰ کلو میٹر ہے اور شط العرب جو ان دونوں کا مجموعہ ہے ان کے ملتقی سے لے کر خلیج تک ۱۱۰ کلو میٹر پر مشتمل ہے۔ انہیں دو دریاؤں کی وجہ سے عراق کو ''وادیٔ رافدین'' کہا جاتا ہے۔

عراق کا کل رقبہ ۴۳۸۴۴۶ کلو میٹر ہے اور ۱۸ اضلاع ہیں۔ (جبکہ عراق' کویت کو اپنا انیسواں ضلع قرار دیتے ہیں)۔ عراق کے سنٹر میں دجلہ کے دونوں کناروں پر عروج اسلام کا مینار بغداد شریف ہے جو کہ دار الحکومت ہے۔ بڑی بڑی حکومتوں سے ٹکر لینے والے عراق کی آبادی صرف ایک کروڑ چالیس لاکھ افراد کے قریب ہے۔ عراق کی سرکاری زبان عربی ہے جبکہ کردی ترکمانی اور سریانی بھی ملک کے مختلف حصوں میں بولی جاتی ہیں۔ غیر ملکی زبانوں میں سے انگلش نسبتاً زیادہ بولی جاتی ہے۔ عراق کی جغرافیائی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ تینوں بڑے براعظموں ایشیاء یورپ اور افریقہ کے درمیان زمینی پل ہے۔

سرزمین عراق تاریخ کے آئینے میں

عراق دفتر تاریخ اور بیسیوں تہذیبوں کا مدفن ہے۔ اس کے طول وعرض میں آثار قدیمہ کے دس ہزار علاقہ جات ہیں۔ اس سرزمین نے اسلامی تہذیب کے خدو خال کے علاوہ مدتہائے دراز میں کئی اقوام ملل کے سورج طلوع اور غروب ہوتے دیکھے۔ درحقیقت نسل انسانی کے تہذیب وتمدن کی فجر اسی افق سے پھوٹی اور اپنے

ارتقا کے مراحل طے کرتی رہی' نوع انسان کی یہ پہلی گود اور تہذیب انسانی کی یہ پہلی درس گاہ ہے۔

عراق جدید کے محکمہ آثار قدیمہ نے اس سلسلے میں اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا کر یہ ثابت کر دکھایا کہ آثار قدیمہ کی دریافت اور حفاظت کے لحاظ سے عراق دنیا میں سرفہرست ہے۔ آثار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۸ ہزار سال کے زائد عرصہ پہلے یہاں کے باشندگان میں زراعت' جانور پالنے' کپڑے بننے' مٹی کے برتن بنانے اور آرٹ کا شعور موجود تھا۔ اس سلسلے میں ڈسٹرکٹ تامیم میں جمجال کا گاؤں ''جرمو'' اہمیت کا حامل ہے۔ اسے ملک کے قدیم ترین دیہاتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے آثار عراق کے عجائب گھروں کے علاوہ دنیا کے کئی دوسرے بڑے عجائب گھروں میں رکھے گئے ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ''حضر'' شہر کے قریب ایک گاؤں ''ام الدباغیہ'' ہے جس کے رہائشی مکانات کی تختیاں ان مکینوں کی آرٹ میں دلچسپی پر دلالت کناں ہیں۔ اس سرزمین کا انسان پچاس ہزار سال پہلے جو ڈسٹرکٹ اربیل کی غار ''شانیدار'' میں رہتا تھا۔ ارتقاء تمدن کا ایک مستقل معمار سمجھا جاتا ہے۔ جنوبی عراق میں ہی آج سے تقریباً ۵۲۰۰ سال پہلے ''ورکاء'' کے دور کے وسط میں دنیا کی تاریخ میں اہم ایجاد معرض وجود میں آئی اور وہ خاص شکل وصورت کے لحاظ سے لکھنے کا شعور تھا۔

تاریخ عالم کی پہلی شہنشاہیت

عراق ہی میں دنیا کی پہلی شہنشاہیت معرض وجود میں آئی اور وہ آکدی شہنشاہیت ہے۔ آکدی دور حکومت ۲۳۷۱ قبل مسیح علیہ السلام سے شروع ہو کر ۲۱۴۳ قبل مسیح علیہ السلام میں اپنے انجام کو پہنچا' ان کی حکومت شام اور ایران تک پھیلی ہوئی تھی۔

آ کدی عہد حکومت کے تقریباً ایک صدی بعد سومریوں کا دور شروع ہوا ان کا سردار ''کودیا'' تھا جو ''لکش'' شہر کا حکمران تھا۔

پھر بابلیوں کا پہلا دور شروع ہوا جو ۲۰۰۴ ق م اور ۱۵۹۴ ق م کی درمیانی مدت پر محیط تھا۔ بابل میں آثار قدیمہ کی کھودائی کے دوران بہت کچھ دریافت ہوا ہے۔ اس لئے عراقی حکومت نے بابل میں مستقل طور پر بابل عجائب گھر تعمیر کروایا ہے۔ راقم بھی وہاں حاضر ہوا اور عجائب گھر دیکھا۔ وہاں کندہ بعض عبارات میں علم ہندسہ اور ریاضی کے کچھ اصول درج ہیں نیز ان عبارات سے ایسے نظریات کی تفاصیل ملتی ہیں جنہیں ''اقلیدس'' اور ''فیثا غورث'' ایسے علماء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اس تہذیب کا ترجمان اور شعور و فکر کا مقیاس ''آئین حمورابی'' کو کہا جا سکتا ہے جو ایک بہت بڑے پتھر پر کندہ تھا۔ حمورابی کا دور حکومت ۱۷۹۲ ق م سے ۱۷۵۰ ق م تک ہے۔

بابلیوں کی طویل حکومت کے بعد آشوریوں کا دور آیا۔ یہ بھی بلاشبہ ایک طویل ترین عہد حکومت تھا۔ آشوریوں کا مرکز شمالی عراق تھا۔ اسے تاریخ کی ایک عظیم ترین شہنشاہیت کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بہت سے شہر آباد کئے عراقی اور غیر ملکی عجائب گھروں میں آشور نینوی اور نمرود کے آثار اہمیت کے حامل ہیں۔

اشوریوں کا دور ختم ہونے پر بابلیوں کا دوسرا دور شروع ہوا' جو کہ ۶۱۲ ق م سے شروع ہو کر ۵۳۸ ق م پر منتہی ہوا۔ بابلیوں کے اس دور کے حکمرانوں میں سے اہم ترین حکمران ''نبوخذ نصر'' ہے جس کا زمانہ ۶۰۴ ق م سے لے کر ۵۶۲ ق م تک تھا۔ بابلیوں کا دوسرا دور ختم ہونے کے بعد عراق پر غیر ملکی حکمران قابض ہو گئے۔

عراقی آج بھی آکدیوں' سرمریوں' بابلیوں اور آشوریوں پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے یہاں تہذیب و تمدن پروان چڑھایا اور غیر ملکی حکمرانوں کی غلامی سے

اپنی سرزمین کو محفوظ رکھا۔ چنانچہ عراق حاضر کا قومی ترانہ جس کا منظوری انقلابی کمان کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ جولائی ۱۹۸۱ء میں دی تھی میں جہاں انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہونے' سید عالم نور مجسم ﷺ کی غلامی اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے نیزوں پر فخر کیا گیا ہے۔ وہاں بابل و آشور کا بھی ذکر ہے۔ ترانے کا آخری شعر یہ ہے۔

دمت للعرب ملا ذایا عراق وشموسا تجعل اللیل صباحاً

''اے عراق تو ہمیشہ عرب کیلئے جائے پناہ بنا رہے اور تو ایسے آفتابوں کی مانند رہے جو رات کو دن میں تبدیل کرتے ہیں''۔

بابلیوں کے دوسرے دور کے بعد یونانی اور فارسی عراق پر حکومت کرتے رہے یہاں تک عراق میں اسلام کی روشنی پہنچی۔ اہل یورپ نے عراق کے علمی ورثہ سے استفادہ کرتے ہوئے ریاضیات' طب' ہندسہ اور بہت کچھ سیکھ لیا۔

عراق میں نور اسلام

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۱۳' ۱۴ ہجری میں عراق فتح ہوا۔ سرزمین عراق کو فارسی مجوسیوں کی غلامی سے نجات ملی اور نور اسلام نے یہاں کے باشندگان کے قلب ونظر میں گھر کر لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں عراق میں کوفہ اور بصرہ ایسے اہم شہر معرض وجود میں آئے۔ تسخیر عراق کے دوران معرکہ جسر' معرکہ بویب' جنگ قادسیہ اور جنگ جلولا ایسی عظیم الشان جنگیں لڑی گئیں' ان شاندار فتوحات میں حضرت سعد بن ابی وقاص ایک مرکزی کردار تھے۔

خلافت راشدہ کے بعد عراق ۴۱ ہجری سے لے کر ۱۳۲ ہجری تک (۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک) اموی حکمرانوں کے زیر نگیں رہا اور ۱۳۲ ہجری سے لے کر ۶۵۶ھ تک (۷۵۰ء سے ۱۲۵۸ء تک) یہاں پر عباسیوں نے حکومت کی۔

عباسی حکمران ابو جعفر منصور کے دور میں ۱۴۹ھ/ ۷۶۲ء کو بغداد دار السلام تعمیر کیا گیا اور اسے دار الحکومت قرار دیا گیا۔ پھر عباسی حکمران معتصم نے ۲۲۱ھ/ ۸۳۶ء دار الحکومت بغداد سے سامراء منتقل کیا پھر کئی سالوں تک سامرا ہی دار الخلافہ برقرار رہا۔ یہاں تک کہ ۲۷۹ھ/ ۸۹۲ء میں دوبارہ بغداد دار الحکومت بنالیا گیا' پھر تاتاریوں کے حملہ تک (۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء) بغداد ہی دار الخلافہ تھا۔ یہ حملہ ہلاکو خاں کی قیادت میں تھا۔ اس نے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہر طرف ہلاکت ہی ہلاکت سر کھولے نظر آنے لگی۔

نویں صدی ہجری اور سولہویں صدی عیسوی میں یہاں عثمانیوں نے اپنی حکومت قائم کرلی جو کہ پہلی جنگ عظیم تک قائم رہی۔ اس کے بعد عراق برطانوی استعمار کے پنجے میں آ گیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۲ء میں اسے یک گونہ خودمختاری حاصل ہوئی۔

پھر ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء میں انقلاب رونما ہوا جو جلد ہی دم توڑ گیا۔ پھر ۸ فروری ۱۹۶۳ء اور ۳۰ جولائی ۱۹۶۸ء میں انقلابات آئے۔ ۱۷ جولائی ۱۹۷۳ء کو ملک کی تمام جماعتوں پر مشتمل ایک نیشنل فرنٹ معرض وجود میں آیا اور ۲۰ جون ۱۹۸۰ء میں پہلی بار عراق میں عام انتخابات منعقد ہوئے اور عراق مجلس وطنی کے ممبران کا انتخاب عمل میں آیا۔ جن کی کل تعداد ۲۵۰ تھی۔

عراق احادیث و آثار کی روشنی میں

عراق اگرچہ دور فاروقی میں فتح ہوا۔ لیکن سید عالم نور مجسم ﷺ کی نگاہ نبوت یہاں سے شب کفر ڈھلتی اور صبح ایمان طلوع ہوتی دیکھ رہی تھی۔ اسی لیے ہی آپ ﷺ نے بنفس نفیس اہل عراق کیلئے ''ذات عرق'' کو میقات مقرر کیا (جس سے گزرنے سے پہلے حاجی و معتمر کیلئے احرام باندھنا ضروری ہوتا ہے) چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں ومهل اهل العراق من ذات

انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے ابدال کہاں ہیں؟ تو آپ نے ملک شام کی طرف اشارہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا عراق میں ان میں سے کوئی نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ محمد ابن واسع' حسان بن ابی سنان اور مالک بن دینار جو لوگوں میں اس زہد و تقویٰ کے ساتھ موجود ہیں۔ جس طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

اذا سرح قوما الی العراق قال: لیت شعری کم فی ھذا الحی من الابدال جب آپ کوئی جماعت عراق کی طرف روانہ کرتے تو فرماتے کاش میرے شعور میں آئے اس سرزمین پر کتنے ابدال ہیں؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

الا ان الاوتاد من ابناء الکوفة ومن اھل الشام ابدال

آگاہ رہو اوتاد فرزندان کوفہ سے ہیں اور ابدال اہل شام سے ہیں۔

عیاش بن عباس علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

الابدال من الشام والنجباء من اھل مصر والاخیار من اھل العراق

کہ ابدال اہل شام سے نجباء اہل مصر سے اور اخیار اہل عراق سے ہیں۔

وادیٔ رافدین کی روحانی عظمت

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

1) سرزمین عراق ارض الانبیاء علیہم السلام اور مہبط الالہام ہے۔ اس کے دامن میں حضرت یونس علیہ السلام' حضرت ایوب علیہ السلام' حضرت شیث علیہ السلام' حضرت دانیال علیہ السلام' حضرت جرجیس علیہ السلام حضرت یوشع علیہ السلام' حضرت ذوالکفل علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام

کے مزارات ہیں۔

۲) یہ وہ دھرتی ہے جسے سید عالم ﷺ کے ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطور مسکن اختیار کیا۔ شیخ یونس سامرائی کی کتاب ''تذہیب الاوراق فیمن مات من الصحابہ بالعراق'' کے مطابق ۵۰۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وصال عراق میں ہوا۔ یہ تعداد انہیں بہت سے تراجم اور کتب سیر کے مطالعہ سے موصول ہوئی۔ جبکہ ایک اندازے کے مطابق ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اصحاب تراجم و تاریخ کی نگاہ سے مخفی اس سرزمین میں آرام فرما ہیں۔

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مزارات اسی سرزمین پر مرجع خاص و عام بنے ہوئے ہیں۔ جن سے یہ زمین ہمالہ فخر پر اتراتی محسوس ہوتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔

سوتے ہیں اس خاک میں خیرالامم کے تاجدار
نظم عالم کا رہا جن کی حکومت پہ مدار

۳) ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی نسبت سے بھی یہ سرزمین' ہمدوش ثریا ہے۔ نواسۂ رسول علیہ السلام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' حضرت غازی عباس رضی اللہ عنہ' حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور حضرت امام علی ہادی رضی اللہ عنہ کے مراقد مبارکہ اسی دھرتی کے آنگن میں محور برکات نظر آتے ہیں۔

۴) یہ سرزمین شہداء اسلام کی عظیم شہادت گاہ ہے۔ اس کی جبین حناء شہادت سے سرخ ہے۔ یہاں ایک طرف قادسیہ' جلولاء' جسر اور بویب کے شہداء کا کعبۃ اللہ سے مقدس خون اپنی خوشبوئیں بسائے ہوا ہے تو دوسری طرف شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کی

قربانیوں کی روشنی اور خون رگ رسول اللہ ﷺ تقدس ریز ہے۔

اس سرزمین کے چپے چپے پہ شہادت کی لازوال داستانیں رقم ہیں۔ اس کے ذروں میں شہادت کے شرارے ہیں۔ اس کے دامن پہ نقوش شہادت اور اس کے مساموں میں خون شہادت ہے۔

عراق اولیاء کا دیس، صلحاء کا مقر، ابدال واخیار کا خطہ اور تصوف کی آماجگاہ ہے۔ یہیں سے تصوف وطریقت کے سرچشمے پھوٹے اور ولایت ومعرفت کا دور دورہ ہوا۔ تزکیہ وطہارت قلبی کے نصاب مرتب کیے گئے۔ مجاہدہ وریاضت کی شاہرائیں متعین کی گئیں۔ یہاں ہی عظیم تابعین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام حسن بصری اور امام ابن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ کے سوز تصوف وعلم اور ذوق معرفت کا دور دورہ رہا۔ یہیں حضرت حبیب عجمی اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے ریشۂ ہستی میں نم پیدا کیا۔ اسی سرزمین پر حضرت معروف کرخی اور حضرت سری سقطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے شبستان وجود میں اذان سحر دی۔ یہاں ہی سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کی آہ سحر گاہی کا سوز موجزن رہا۔

ہاں اس افق پر قندیل نورانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صبح آگاہی کا سورج طلوع ہوا کہ پھر غروب نہیں ہوا۔

یہ سرزمین شہید اعظم، امام اعظم اور غوث اعظم رضی اللہ عنہم کی عظیم دھرتی ہے۔ تب ہی تو یہ عظیم دھرتی اتنی وسیع وعریض ہونے کے باوجود ہمارے دلوں میں سمائی ہوئی ہے۔ یہ خطہ ہماری محبتوں کا نشیمن بھی ہے اور عقیدتوں کا ترجمان بھی۔ غزالانِ فکر کا مرغزار بھی ہے اور دُلدلانِ سوچ کا پاسبان بھی۔ شاہین عشق کی فضا بھی ہے اور سوز دروں کا اک جہان بھی۔

عراق ارض الآثار

عراق کی پوری سرزمین پر تاریخ کے اوراق بکھرے پڑے ہیں اور ہر طرف آثار قدیمہ کا جہان آباد ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ عراق میں دس ہزار مناطق آثار ہیں۔ کئی صفحات صحراؤں کی ویرانیوں میں ہیں اور کچھ شہروں کی رونق و ہجوم میں۔ کچھ اثری ورثے سطح خاک کے ظاہر پر ہیں اور کچھ باطن میں۔ کچھ اقوام وملل کی صبح طلوع کے ہیں اور کچھ شام غروب کے۔ کہیں بہار کی شادمانیوں کے نقوش اور کہیں خزاں کی چیرہ دستیوں کے بدنما داغ۔ کہیں نشان عظمت اور کہیں درس عبرت۔ کہیں تاجپوشی کے مظاہر کہیں کفن پوشی کے آلام' کہیں داستان محبت کے زمزے کہیں لشکر عداوت کے ہمہمے' کہیں فتح کے جشن کی شہنائیاں کہیں شکست کے زخموں کی ہائے ہائے' کچھ دستاویزات بابل کے درو دیوار پر کچھ نینویٰ کے کھنڈرات میں' کچھ اثری وثائق حضر کی بلند و بالا محرابوں پر کچھ ''اُذر'' کی بکھری ہوئی اینٹوں پر' کچھ تحریریں کربلا کے صحن ابتلا پر اور کچھ دجلہ و فرات کی موجوں پر رقم ہیں۔

یہ سرزمین جیسے غیر مسلم مورخین اور سیاحوں کیلئے دلچسپی پیدا کرتی ہے ایسے ہی فرزندان اسلام میں دلچسپی بھی تحریک رواں کرتی ہے۔ اس سرزمین میں بصرہ کے قریب ''قرنہ'' کے مقام پر شجر آدم علیہ السلام ہے تو حلہ کے نواح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت گاہ۔

مٹی کے ڈھیر میں تبدیل شدہ نمرود کا محل بھی ہے اور نار نمرود کے نشان بھی۔ چاہ بابل بھی اور بخت نصر کا معبد بھی۔ مدائن میں کسریٰ کا کنگرے گرا محل بھی ہے اور حیرہ کے کھنڈرات بھی' میدان قادسیہ بھی ہے اور میدان جمل بھی' میدان کربلا بھی ہے اور کوفے کے قصر الامارہ کی پانی بھری بنیادیں بھی' جامع کوفہ بھی ہے اور اس کے عقب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گھر بھی' موصل میں حضرت عقبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ

کی الجامع الاموی بھی ہے اور سلطان نور الدین زنگی کی الجامع النوری بھی' بغداد کا عباسی محفل بھی ہے اور دھوک کا عباسی پل بھی' مستنصر باللہ کا جامعہ مستنصریہ بھی ہے اور متوکل علی اللہ کی عظیم مسجد بھی' تاریخی قلعہ اخیضہ بھی ہے اور قلعہ باشطابیہ بھی' سامراء کا قصر معشوق بھی ہے اور دھوک کا قلعہ عمادیہ بھی' عین التمر بھی ہے اور بحیرہ رزازہ بھی' دجلہ وفرات کا اتحاد شط العرب بھی ہے اور فم العراق بصرہ کی بندرگاہ بھی' یہ اس ارض الاثار کے آثار کا مختصر سا خاکہ ہے اور مزارات عالیہ کا اجمالی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ عراق کی سرزمین آثار و تاریخ کا ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس کے اوراق کسی بائنڈنگ میں نہیں بلکہ باؤنڈریز تک پھیلے ہوئے ہیں۔

عراق علم وفن کی دانش گاہ

سرزمین عراق نے علوم وفنون کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں بڑا بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ خصوصاً علوم اسلامیہ نے اسی فضا ہی میں نشو ونما کے مراحل طے کیے۔ یہی خطہ حرمین شریفین کے فیوض شعور و آگہی کی تقسیم میں پہلے نمبر پر رہا۔ یہیں سے حکمت کے ابدی سرچشمے پھوٹے جنہوں نے روئے زمین کے تشنہ قلوب وعقول کو سیراب کیا۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک براعظم ایشیا یورپ اور افریقہ کے آفاق پر اسلامی صبح نمودار ہو چکی تھی۔ عربی' رومی' فارسی ایسی مختلف اقوام اسلامی سلطنت کا حصہ بن چکی تھیں جبکہ عربی کے ساتھ دوسری زبانوں کی آمیزش کی وجہ سے قرآن وحدیث کے صحیح مفاہیم تک رسائی عام عربوں کیلیے بھی مشکل ہو رہی تھی۔ چہ جائیکہ ہر عجمی بھی استنباط مسائل کی دہلیز تک پہنچ کر بساط وقائق سے اپنے مطلوب کی شناخت کر سکتا۔ نیز گردش ایام سے نت نئے مسائل جنم لے رہے تھے۔ اگرچہ قرآن وحدیث ان مسائل کے حل سے ہرگز تہی دامن تھے نہ ہیں مگر ہر نگاہ کیلیے ان مسائل کے محل وقوع

کا سراغ پانا مشکل تھا۔

ایسے میں ایک علم کی ضرورت محسوس کی جانے لگی جو مذکورہ ضرورت کو پورا کرے اور قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط کے ایسے اصول وضع کیے جائیں جن کی روشنی میں ہر دور کے مسائل کو قرآن و سنت سے معلوم کیا جا سکے۔

چنانچہ امت کی اس اشد ضرورت کو پورا کرتے ہوئے عراق کی سرزمین ہی پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵۰ھ نے فقہ اور اس کے اصول وضع کیے اور انہوں نے یہ نازک وحساس ذمہ داری حزم واحتیاط کی اس کڑی نگرانی میں پوری کی جس کی یہ مستحق تھی۔ چنانچہ آپ نے (۱۰۰۰) علماء عصر پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ اور (۴۰) مجتہدین پر مشتمل ایک ریسرچ بورڈ تشکیل دیا۔ ہر مسئلہ کے تمام موافق ومخالف دلائل کی چھان بین کی جاتی۔ کئی مسائل پر بحث مہینوں تک جاری رہتی۔ اسی طرح تحقیق وتدقیق کی ہر کابی میں (۵۰۰۰) اصولی فقہی مسائل مرتب کر کے فقہ حنفی کی تدوین کی گئی۔

یہ وہ اساسی کارنامہ تھا جس نے حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے سامنے راہنمایانہ کردار ادا کیا۔

اور یہ وہ عراق کی جامع کوفہ ہی تھی جہاں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت کی ایک صحت مند تعبیر امت کے سامنے پیش کی۔ جب تصوف نے اصطلاحی روپ دھارا تو اس کو بھی بحیثیت علم سرزمین عراق پے ہی وضع کیا گیا اور تزکیہ نفس کا نصاب مرتب کیا گیا۔

تمام علوم اسلامیہ کی جان صرف ونحو کے تار وپود یہیں سنوارے گئے۔ اسی سرزمین پر ابوالاسود نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم پر یہ علم وضع کیا اور یہیں اس علم نے نشو ونما پائی اور کوفی بصری نحویوں کے اختلاف پر ہی اس علم کی پوری عمارت

قائم ہے۔

یہاں ایک طرف سیبویہ اخفش اور مبرد ایسے نحاۃ بصرہ تھے تو دوسری طرف کسائی اور فرّا ایسے نحاۃ کوفہ' جبکہ جنی' زجاجی' ابن کیسان اور ابو علی فارسی کا ایک مستقل طبقہ تھا۔ جنہیں نحاۃ بغداد کہا جاتا ہے۔

عراق کے شہر بصرہ ہی میں خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۷۸۶ء نے جنم لیا جو نحو کا امام ہونے کے علاوہ علم العروض اور علم الاصوات ومخارج الحروف العربیہ کا بانی بھی ہے۔ وہ فراہیدی ہی تھے جنہوں نے عربی لغت کی پہلی کتاب (کتاب العین) لکھنے کا شرف حاصل کیا۔

ایسے ہی عربی شعر وادب کے اہم اساطین ابوالطیب احمد حسین الجعفی المعروف بالمتنبی متوفی ۹۶۵ء اور ابونواس حسن بن ھانی متوفی ۸۱۴ء اسی سرزمین پر پیدا ہوئے۔

ابن مُقلہ عراقی ہی وہ پہلا خطاط تھا جس نے فن خطاطی کے قواعد وضع کئے۔ عظیم سائنسدان ابن الہیثم چوتھی صدی ہجری میں بصرہ ہی میں پیدا ہوا تھا۔ وہ فزکس کا عظیم ماہر گردانا جاتا ہے۔ علم بصریات' ہندسہ اور فلکیات میں اسکے مستقل نظریات ہیں۔ یورپ نے اس کی بہت سی تحقیقات کو مشعل راہ بنایا ہے۔ عراق کے طول وعرض میں عہد قدیم میں بہت سے مدارس بھی قائم ہوئے جن میں سے اساسی حیثیت جامع کوفہ میں حلقۂ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

جامعہ نظامیہ بغداد

اگر چہ اس سرزمین پر اور بھی بہت سے مدارس اور جامعات قائم ہوئے مگر جامعہ نظامیہ بغداد اپنے عہد میں سب سے بڑی دانش گاہ تھی۔ یہ تاریخی یونیورسٹی ۴۵۷ھ/۱۰۶۵ء میں عباسی خلیفہ قائم بامر اللہ کے عہد حکومت میں سلجوقی وزیر نظام الملک طوسی نے قائم کی۔

ابن خلدون اور ابن خلکان نے بڑی اہمیت سے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس دارالعلوم میں بیک وقت چھ ہزار طلبہ کی تعلیم کا بندوبست تھا۔ چھٹی صدی ہجری کے مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں بغداد کی مشرقی جانب عمارات' مساجد اور مدارس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''بغداد کی اس جہت میں بہت سے اچھی ترتیب کے بازار ہیں۔ سب سے بڑے بازار کا نام سوق الثلا ثاء ہے اس بازار کے وسط میں جامعہ نظامیہ ہے۔ یہ ایسا عجیب ہے کہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے ضرب المثل بن گیا ہے''۔

جب ۴۵۹ھ میں جامعہ نظامیہ کی عمارت مکمل ہوئی تو شیخ ابواسحاق شیرازی صدر مدرس منتخب ہوئے۔ اس جامعہ کا عملہ آٹھ قسم کے عہدیداران پر مشتمل ہوتا تھا۔

(۱) متولی (۲) شیوخ (اساتذہ) (۳) نائبین (۴) خازن (۵) معید (۶) مفتی (۷) وعظ (۸) ناظر اوقاف

ابن بطوطہ نے اس عہد کا بغدادی طریق تدریس بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''مدرس جو ایک لکڑی کے قبے میں باوقار طریقے سے بیٹھا ہوتا ہے اس کے داہنے اور بائیں دو شخص ہوتے ہیں جو مدرس کے بیان کئے ہوئے مضمون کا طلباء کیلئے اعادہ اور تکرار کرتے ہیں' انہیں ہی ''معید'' کہا جاتا ہے''۔

جامعہ نظامیہ بغداد کے علاوہ جامعہ نظامیہ موصل اور جامعہ نظامیہ بصرہ بھی اچھی درگاہیں تھیں۔ بغداد شریف میں ''مستنصریہ'' بھی ایک تاریخی دارالعلوم تھا۔ اس کی عمارت اب تک قائم ہے۔ ان کے علاوہ زیادہ تر تدریس و تعلیم کا محور علماء و مشائخ کے حلقے رہے ہیں جو ان کی رہائش گاہوں یا مساجد میں قائم ہوتے تھے۔

عراق میں عید میلاد النبی ﷺ

عید میلاد النبی ﷺ ہر سال نئی خوشیوں کے جھرمٹ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

جب سے ہوش سنبھالا ہے حافظہ کی البم پہ ہر سال کی عید کے مناظر جدا جدا منقش ہیں بلکہ جب ماضی کے سالانہ مشاہدات کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو دفتر یاداشت کا سرورق بھی اسی عید کی بزم آرائیوں سے عبارت ہے۔ بغداد شریف میں تعلیمی قیام کے دوران گذشتہ سال اگست ۱۹۹۴ء میں مجھے عراق کی سرزمین سے اس عید کا استقبال کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ عربوں کو اپنے عربی رسول ﷺ کے حضور خراج تحسین کرتے ہوئے دیکھا۔ بغداد شریف کی عطر بیز صبحوں اور فکر خیز شاموں کو نغمات رسول ﷺ کے زمزموں سے سرشار دیکھا۔ میری نوک قلم اگرچہ آنکھوں کی کاوشوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور کیف و سرور کی برسات کی درجہ بندی سے ہیچ ہے لیکن جو کچھ ممکن ہے۔ اصحاب عشق و مستی اور ارباب علم و ادب کی ضیافت ذوق کیلئے حاضر ہے۔

ربیع الاوّل کی آمد اور خوشیوں کی چہل پہل

ابھی ربیع الاول شریف کے چاند کا طلوع کرنے کا پروگرام چند دن بعد تھا کہ اخبارات و رسائل میں استقبالیہ بیانات آنے شروع ہو گئے۔ وزارت اوقاف و مذہبی امور اور وزارت اطلاعات کی طرف سے ''جشن میلاد'' کے انتظامات کا جائزہ لیا جانے لگا۔ وزیر اوقاف و مذہبی امور عبدالمنعم احمد صالح کا یہ بیان بھی اخبارات کی زینت بنا کہ ''عراقی عوام کو اگرچہ اقتصادی بائیکاٹ کی وجہ سے بہت سی دشواریوں کا سامنا ہے۔ اس کے باوجود ہم جشن میلاد دھوم دھام سے منائیں گے۔ اقتصادی اور معاشی بائیکاٹ کے اس دور میں عید میلاد النبی ﷺ ہمیں حوصلہ بخشتی ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے شعب ابی طالب میں ایسے بائیکاٹ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا اور فتحیاب ہوئے تھے''۔

بیان میں مرکزی قومی محفل میلاد شریف کے انتظامات کا جائزہ لیا گیا جو کہ

ہر سال ۱۲ ربیع الاول کی رات امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار انور کے زیر سایہ منعقد ہوتی ہے۔ نیز حکومت کی طرف سے ہر مسجد میں ''محفل میلاد'' منانے کا آرڈر جاری کر دیا گیا' ۱۱' ۱۲ ربیع الاول کی درمیانی رات کو چراغاں کرنے اور تعظیم ماہ مقدس کے طور پر مساجد میں حفظ القرآن کے دوروں کو لازمی قرار دے دیا گیا۔

انہیں بیانات سے ایک بیان ملاحظہ ہو۔ اس کی ہیڈنگ یہ تھی۔

من ذکریٰ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم نستلھم العزم۔

اپنے آقا ﷺ کی یاد منانے سے ہم عزم و ہمت حاصل کرتے ہیں۔

یحتفل العالمان العربی والاسلامی فی الثانی عشر من ربیع الاول کل عام بذکریٰ حبیبۃ وعزیزۃ علی النفوس والقلوب۔ انہ العید الکبیر الذی اشرقت فیہ شمس النبوۃ بولادۃ فخر الکائنات' رسول الانسانیۃ' نبی الرحمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تمام عربی اور اسلامی دنیا ۱۲ ربیع الاول شریف کو دل و جان کی محبوب ترین یاد منانے کیلئے محافل کا انعقاد کرتی ہے۔ یہ دن وہ ''عظیم عید'' ہے کہ جس میں مفخر کائنات' رسول انسانیت' نبی رحمت' حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت سے آفتاب نبوت درخشاں ہوا۔

فقد بعثہ اللہ تعالیٰ ھدی و رحمۃ للعالمین فی زمن ضربت فیہ الفوضیٰ اطنابھا ومن خلال رسالتہ الخالدۃ التی وعت الی العدل والمحبۃ والخیر لقد کان میلاد ھذا الرجل العظیم الذی بعثہ اللہ تعالیٰ لیتمم مکارم الاخلاق ثورۃ کبریٰ علی التخلف والفوضیٰ التی عاشھا الناس قبل ابتلاج نور الرسالۃ المحمدیۃ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) وحسین

نستذکر ھذا الیوم الخالد ونحن نحتفل بہ فرحا وبھجۃ۔ انما نعبر عن روحیتنا الاصیلۃ من الایمان المطلق باللہ ورسولہ وکتابہ المبین والصبر علی الشدائد۔

''آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے دور میں ہدایت اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا جب ہر طرف لاقانونیت کا راج تھا۔ آپ کا میلاد شریف اس پسماندگی اور لاقانونیت کے خلاف سب سے بڑا انقلاب تھا۔ آپ کی جلوہ گری سے پہلے لوگ جس کا شکار تھے۔ اس لئے کہ آپ کی دائمی رسالت عدل وانصاف اور محبت و خیر کا شاہکار تھی اور آپ کا میلاد اخلاقی اقدار کی تکمیل کیلئے تھا۔ ہم جب یہ سرمدی دن مناتے ہیں اور کیف وسرور سے محافل کا انعقاد کرتے ہیں تو ہم حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں اپنے غیر مشروط ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور مشکلات ومصائب پر صبر کرنے کا عزم کرتے ہیں''۔

جوں ہی میلاد شریف کا چاند طلوع ہوا یوں محسوس ہونے لگا کہ خوشیاں برہنہ سر ہوگئیں ہیں۔ مدینۃ النصر والسلام بغداد شریف کے درودیوار مسرتوں سے جھومنے لگے۔ دجلہ کی موجیں خوشی میں اٹھکلیاں کرنے لگیں۔ اونچی لمبی کھجوروں کی ٹہنیاں ایک دوسرے سے معانقہ کر رہی تھیں۔

مساجد اور پارکوں کے علاوہ گھروں کے اندر بھی بزم آرائیوں کے پروگرام بننے لگے۔ یکم ربیع الاول سے ہی تمام بڑی شاہراہوں شارع جمہوریہ' شارع کناح' شارع ابونواس اور شارع شیخ عمر پر چراغاں کردیا گیا۔ خصوصاً مساجد' سرکاری عمارات اور مزارات اولیاء کرام رحمہم اللہ کو آراستہ وپیراستہ کردیا گیا۔

۱۲ ربیع الاول رحمتوں کی برسات اور دلوں کے چٹکتے غنچے

۱۸ اگست جمعرات کا دن تھا جوں جوں گیارہ ربیع الاول کا سورج مغرب کی

طرف بڑھ رہا تھا۔ رات کے لشکری اپنی سرحد پر بڑے ناز سے جمع ہو رہے تھے۔ مجھے اس رات کئی محافل میں شریک ہونا تھا۔ مغرب کے بعد ''حی الجامعہ'' جانا تھا۔ جہاں شیخ عبدالہادی کی طرف سے جامع ذی النورین میں ''سالانہ محفل میلاد'' میں شرکت کی دعوت تھی۔ راقم اور میرے عراقی دوست شیخ علی رفاعی نے نماز عصر کے بعد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالیہ سے حی الجامعہ کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا۔ اس رات تقریباً تمام مساجد میں سرکاری طور پر ''محفل میلاد شریف'' کا اہتمام تھا۔ چنانچہ عصر تک ''الحضرۃ القادریہ'' کا وسیع و عریض احاطہ عوام سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ جب میں اپنے حجرہ سے نکلا جو کہ دربار عالیہ کے زمینی فلور میں ہے شیخ علی کے حجرہ واقع پہلے فلور تک پہنچنے میں کافی وقت لگ گیا۔

بہر حال ہم دربار شریف سے باہر سڑک پر آئے ٹیکسی کرائے پر لی اور حی الجامعہ کا رخ کیا۔ جب ہم جانب رصافہ سے کرخ جانے کیلئے دجلہ کے عالیشان پل جسر سنک سے گزرے تو سورج کی زردی مائل کرنوں نے دجلہ کی موجوں کا سر چوم کے اپنی خوشیوں کا اظہار کیا۔ میں تو ہمیشہ کی طرح دجلہ کی لہروں اوران کے بہاؤ کے انداز میں گم چودہ سو سال پہلے کے دجلہ کی تلاش میں تھا جب میلاد رسول ﷺ کی خوشخبری لئے ہواؤں نے آ کر دجلہ سے سرگوشی کی ہوگی' مگر کار نے جلد ہی دجلہ کے پل کو ناپ ڈالا اور ہم رصافہ سے کرخ پہنچ چکے تھے لیکن دجلہ کی خاموشیوں نے مجھے دیر تک متوجہ رکھا جن میں کئی انقلابات کی ہنگامہ آرائیاں محو خواب تھیں لیکن ایک انقلاب جس کے یوم تاسیس پر آج دجلہ کی موجیں بھی ''محبت مارچ'' کر رہی تھیں وہ ''میلاد رسول ﷺ'' کا انقلاب ہے۔ ہماری کار کئی بلند و بالا عمارات کو پیچھے چھوڑے جا رہی تھی اور حی الجامعہ کی تلاش میں کبھی بڑی شاہراہوں اور کبھی بغلی سڑکوں پر' کبھی حفاظتی سرنگوں اور کبھی ہوا میں بلند پلوں سے گزر رہی تھی۔

راستے میں کئی مقامات پر سڑکوں اور چوکوں میں ''محافل میلاد شریف'' کیلئے ٹینٹ لگے ہوئے تھے۔ نماز مغرب تک ہم جامع ذی النورین میں پہنچ گئے۔ شیخ عبدالہادی ہمارے انتظار میں تھے۔ مسجد بڑے خوبصورت مناظر کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی مسجد اور ساتھ شیخ عبدالہادی کے تکیہ پر چراغاں کیا گیا تھا۔ مختلف بینروں پر حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے ''قصیدہ بردہ'' اور ''قصیدہ ہمزیہ'' کے اشعار رقم تھے۔ مسجد کے صحن میں واقع لمبی لمبی کھجوروں پر طولاً یہ بینر لٹکا دیئے گئے تھے۔ کھجوروں کے سرخی مائل پکے ہوئے گچھے ''بزم نخیل'' کا تبرک سمجھے جا رہے تھے۔ جب ہم نماز مغرب ادا کر چکے تو مسجد کے ساتھ متصل تکیہ (آستانہ) کی چھت پر کھانے کیلئے بٹھایا گیا۔ کھانے میں بغداد شریف اور بیرون بغداد سے تقریباً پچاس اہم حضرات شریک تھے۔ جن میں بڑے بڑے مشائخ اور اہم سرکاری عہدیداران بھی تھے۔ کھانے سے قبل مختصری تعارفی نشست میں شیخ عبدالہادی نے مجھے چند چیدہ چیدہ شخصیات کا تعارف کروایا اور ان سے کچھ دیگر گفتگو جاری رہی۔ فلوجہ سے تشریف لائے ہوئے ''شیخ'' مرجع دید بنے ہوئے تھے۔ چھت پر بچھی ہوئی چٹائیوں پر چاولوں کے بڑے بڑے طشت رکھ دیئے گئے جن میں نیچے گوشت اور روٹیوں کے ٹکڑے بھی رکھے گئے تھے کیونکہ وہ روٹی اور چاول ملا کے کھاتے ہیں۔ ساتھ حلوئی اور مخصوص قسم کا سالن بھی تھا' پینے کیلئے لسی تھی۔ انتظامیہ کے نوجوان بڑی پھرتی سے مہمانوں کے ضیافت میں سرگرداں تھے۔ کھانے کے بعد انگور اور کھجور وافر مقدار میں پیش کیے گئے۔ بعد میں تقریب سعید شروع ہوئی جس میں تلاوت قرآن کے بعد نعت خوانی اور تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ مسجد کے اندر محراب اور ہر سامنے والی دیوار پر سبز رنگ کا ایک بہت بڑا بینر لگا ہوا تھا۔ جس پر لکھا تھا۔

مرحبا بضيوف المصطفى صلى الله عليه وسلم

پیارے آقا کے مہمانو! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

ہم نے جلد ہی واپس کی اجازت مانگی کیونکہ جامع گیلانیہ میں منعقد محفل میلاد میں بھی ہمیں شرکت کرنا تھی۔ ہم کار پے سوار ہو کر جب واپس چلے تو اب رُت بدل چکی تھی۔ رات کو دیکھ کر روشنیاں شوخ ہو گئی تھیں۔ صرف بڑی شاہراہیں ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے محلات پر بھی لائٹنگ قبضہ جما چکی تھی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا بغداد روشنیوں کے سیلاب میں ڈوب چکا تھا۔ امانۃ بغداد (بلدیہ بغداد) نے بڑی عقیدت سے الف لیلوی بغداد کو عروس البلاد بنا دیا تھا۔ بڑی شاہراہوں پر برقی رو کے فوارے فضا میں نصب کر دیئے گئے تھے۔ طویل القامت کھجوریں جنہیں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ آج کے جشن میلاد کی سرگرمیوں سے کیسے غائب ہو سکتی تھیں۔ وہ سڑک کے دونوں طرف لمبے سلسلے میں دور تک چلی گئی تھیں۔ ان کی ٹہنیوں میں پھیلا ہوا رنگ برنگے قمقموں کا جال ''کھجور ونگ'' کا ایک بہت بڑا شمع بردار جلوس محسوس ہو رہا تھا۔ بعض مرکزی چوکوں میں تو کھجوروں کے چاروں طرف بلبوں کی لڑیاں ایسے لٹکا دی گئیں تھیں جیسے ''قائدین'' کو ہار پہنا دیئے گئے ہوں یا شرکاء نے ہاتھوں میں تسبیحائے ذکر کو لٹکا رکھا ہو۔ اس پے مستزاد یہ کہ بعض شرکاء نے خوبصورت بینر بھی اٹھا رکھے تھے۔ جو اگرچہ وزارت اوقاف والوں نے ہی لٹکائے تھے لیکن اب وہ شاخ نخیل کی سرگرمیوں کا حصہ تھے۔ بڑے بڑے بینروں پر قرآنی آیات رقم تھیں۔ خصوصاً وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين کے جھنڈے فضاء میں لہرا رہے تھے۔ کئی چوراہوں میں جو بینر آویزاں تھے ان پر یہ تاریخی حقائق نعرہ زن تھے۔

بمولد الرسول صلى الله عليه وسلم انشق
ايوان كسرىٰ و خمدت نارُ المجوس

رسول معظم ﷺ کے میلاد شریف سے کسریٰ کے محل میں دراڑیں آ گئیں اور مجوسیوں کی آگ بجھ گئی۔

کئی تحریروں میں ''یوم میلاد'' کو امریکہ اسرائیل اور ان کے حواریوں کے خلاف تجدید عہد کا دن قرار دیا گیا تھا۔ فلسطین اور بیت المقدس کی مناسبت سے بھی نعرے درج تھے۔ خصوصاً ایک بینر کو دیکھ کر دل کی کلی کھل اٹھی۔

زھرا الکون فالربیع ورود

حیث فیہ محمد مولود

پوری کائنات حسین وجمیل ہوگئی، موسم بہار پھولوں سے بھر گیا

اس لئے کہ اس موسم میں حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے ہیں۔

کئی بینرز جو وزارت اوقاف کی طرف سے آویزاں کئے گئے تھے۔ ان پر لکھا تھا:

ان الحملة الامانية الوطنية الكبرىٰ التى يقودها السيد الرئيس صدام حسين تستمد قوتها من نور الايمان المحمدى

وہ عظیم ایمانی اور قومی تحریک جس کی قیادت صدر صدام حسین کر رہے ہیں اس کی قوت کا محور مصطفوی ایمان کا نور ہے۔

جب ہماری گاڑی شارع جمہوریہ پر پہنچی تو وزارت تجارت، وزارت مال اور بلدیہ بغداد کی عمارات اپنے پورے بناؤ سنگھار کے ساتھ ''جشن میلاد شریف'' منانے میں شریک تھیں۔ تھوڑا سا آگے ہوئے تو کھجوروں کے جھنڈے سے چھن چھن کر دربار غوثیہ کے انوار نظر آنے لگے۔ جب ہم شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ کے دربار فیض بار پر پہنچے تو جامع گیلانیہ کے اندر بڑا جلسہ منعقد تھا۔ عربی شعراء اپنے اپنے قصائد پیش کر رہے تھے۔ تقاریر میں آقائے نامدار کی ولادت کے واقعات اور فضائل حسنہ بیان

کئے گئے۔ دربار شریف کے احاطے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مختلف مشائخ کے اپنے اپنے حلقے بنے ہوئے تھے۔ جن میں وہ دفوف کے ساتھ متبرک قصائد پڑھ رہے تھے۔ ان کے مخصوص انداز اتنے وجد آفرین تھے کہ لوگ غش کھا کھا کر گر رہے تھے۔ بعض حلقوں نے اپنے علیحدہ علیحدہ سپیکر بھی لگائے ہوئے تھے۔

استقبال شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

درگاہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک کونے سے اچانک ایک ٹولی نے وہی صدا بلند کی جو کبھی اہل مدینہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ شریف پہنچنے پر استقبال میں بلند کی تھی۔ یہ آواز کانوں میں گونجنے لگی۔

طلع البدر علینا — من ثنیۃ الوداع

ہم پر وداع کی گھاٹی سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔

وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع

جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ حق کی طرف دعوت دے ہم پر شکر واجب ہے۔

ایھا المبعوث فینا — جئت بالأمر المطاع

اے ہم میں مبعوث کئے گئے' آپ اطاعت کیا گیا امر لے کر آئے ہیں۔

جئت شرفت المدینہ — جئت بخیر البقاع

آپ تشریف لائے تو آپ نے مدینہ منورہ کو شرافت بخشی ہے آپ روئے زمین کی بہترین جگہ پر تشریف لائے ہیں۔

ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ پر کیف آواز خون میں منحل ہوگئی ہے اور پورے جسم میں گردش کرنے لگی ہے۔ بارش تسکین دل کھول کر برسی' سحاب سرور کی آنکھیں کافی دیر تک گریاں رہیں اور حدائق ایمان مسلسل مسکراتے رہے۔ حاضرین سے کھچا کھچ بھرے ہوئے دربار عالیہ میں عرب اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر کرتے ہوئے جھوم

رہے تھے۔ عشاق رسول ﷺ کی وجد آفریں آہیں گنبد غوثیہ کو چوم کر گنبد خضریٰ کا رُخ کر رہی تھیں۔

ایک مسرور کن نغمہ

میری قوت سماعت آج بھی اس آواز کی لذت کی تلاش میں فضاؤں کے دامن کھنگالتی ہے جو مجھے بالائی منزل کے برآمدے سے آئی۔ وہاں پہ شیخ جمال کا حلقہ تھا۔ سپیکر میں گونجنے والی ایک سادہ آواز نے قدیم عربی تہذیب کے خیموں میں بیٹھے ہوئے عشاق رسول ﷺ کی سخن سازیوں اور انجمن آرائیوں تک پہنچا دیا۔ چشم تصور اس امر پر مجبور ہوگئی کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ صفہ کے ان خاک نشینوں کی صدا ہے جو بہار اسلام کے پہلے پھول اور قرآن کے اولین مخاطب تھے۔ خصوصاً اس ساعت کے زاویہ بیان کی آواز ہو جب ان کی آنکھیں کوثر جمال خداوندی کے دیدار کے کٹورے بھر رہی ہوں۔

کاش قلم کی زباں ہوتی تو میں بغداد شریف کی فضاؤں میں گھل مل جانے والی اس آواز کے اتار چڑھاؤ ادا کرنے کی کوشش کرتا۔ تصور میں اتنی رعنائی بھی نہیں کہ ہوا کی کیاریوں سے اس آواز کو جڑوں سمیت کھود کر تمہارے سامنے رکھ دوں۔ ہاں اتنا ہے کہ میرے کانوں نے اسی گونجتی ہوئی آواز سے جو لفظ چن کر گلدستہ یاداشت میں سجا دیئے تھے۔ وہ یہ ہیں۔

یا رسول اللہ یا جد الحسین　　　　کن شفیعی یا امام الحرمین

اے اللہ کے رسول ﷺ اے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا جان، امام الحرمین قیامت کے دن میری شفاعت کرنا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے سائے تلے محفل میلاد

ابھی ہمیں تھوڑی دیر بعد اعظمیہ سیکٹر بھی جانا تھا۔ اس لئے کہ ترکوں کے عہد

حکومت سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ اس رات کو ”میلاد النبی ﷺ“ کی سب سے بڑی محفل دجلہ کی جسر الائمہ کے ساتھ امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار کے سائے میں جامع ابی حنیفہ میں ہوا کرتی ہے۔ اب تو مخصوص حالات کی وجہ سے دوسرے شہروں کے جلوس بغداد شریف نہیں پہنچتے۔ پہلے تو بغداد شریف کے قریبی شہروں فلوجہ، رمادی، دیالیٰ وغیرہ سے جلوس اعظمیہ (بغداد) میں پہنچتے تھے۔ ہر شہر کے مفتیٔ اعظم جلوس کی قیادت اور مرکزی کانفرنس میں اپنے شہر کی نمائندگی کرتے تھے۔ گذشتہ سالوں کی عید میلاد کی رپورٹس جو رسائل کی صورت میں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں یہ تمام مناظر پیش کئے گئے ہیں۔ بلکہ سلطنت عثمانیہ کے تمام اہم فیصلے بھی اسی رات کو اعظمیہ میں بارگاہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں کئے جاتے تھے جن میں حاکم وقت اور اس کے وزراء شریک ہوتے تھے۔ میلاد شریف کی مبارک روایت اور مستحسن عمل کو آج تک زندہ رکھا گیا ہے۔ ”مرکزی سرکاری میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس“ اسی جگہ منعقد ہوتی ہے خصوصاً موجودہ عراقی صدر صدام حسین نے اس مرکزی محفل کے مزید اہتمام کیلئے جامع حضرت ابی حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک وسیع پنڈال کی تعمیر اور آرائش وزیبائش کا کام مکمل کروایا ہے۔ حضرۃ اعظمیہ کے مرکزی گیٹ کے ساتھ پیتل کی بڑی تختی پر کندہ ہے کہ ”یہ پنڈال عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کیلئے صدر صدام حسین کے حکم پر وزارت اوقاف نے تعمیر کروایا ہے“۔

رات تقریباً گیارہ بجے کے قریب راقم اور حافظ عبدالخالق نے اعظمیہ کا رخ کیا۔ ہماری کار ”ساحۃ عنتر“ سے آگے نہ جاسکی اس لئے کہ ہجوم کی وجہ سے جامع ابی حنفیہ سے تقریباً ایک میل دور ہی روڈ بلاک کر دیئے گئے تھے۔ ہم پھر پیدل چلنے لگے۔ سامنے عاشقان رسول ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ وہ قوم جس نے آٹھ سالہ ایران، عراق جنگ کی گرمیوں اور امریکہ اور اس کے حواریوں کے چالیس دن

کے تابڑ توڑ حملے برداشت کئے تھے جشن میلاد میں ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ عید میلاد نے انہیں پانچ سالہ اقتصادی اور معاشی بائیکاٹ کی تلخیاں بھی بھلا رکھی تھیں ہر آدمی کے افق پر محبت رسول ﷺ کا چاند طلوع کر آیا تھا۔ بڑی محفل کے علاوہ دکانوں کے آگے اور چوکوں میں چھوٹی چھوٹی محافل بھی منعقد تھیں۔ عوام کے ریلے ہاتھوں میں شمعیں اٹھائے خوشیوں میں مسرور تھے۔ ہمیں اعظمیہ سیکٹر کے کچھ دوستوں نے پیچھے ہی ٹھہر جانے کا مشورہ دیا کیونکہ بھیڑ بہت تھی مگر ہم مسلسل بڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس نظر آنے لگا۔

مناظر اعظمیہ اور تقاریب عید

جشن میلاد کی خاطر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا گنبد اور جامع مسجد کی عمارت ایسے دلکش انداز سے سجائی گئی تھی کہ سلطان محمد غزنوی کی جامع ''عروس الفلک'' کی تصویر ذہن میں اُبھر آئی ساتھ ہی معہد الائمہ اور جمعیت القراء کی عمارات بھی روشن تھیں۔ مسجد کے پیش منظر پر آویزاں کئے گئے دو بڑے بڑے بینروں پر سید عالم، نور مجسم ﷺ کا شجرہ نسب بڑے جلی حروف میں لکھا گیا تھا۔

دربار حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ منعقد اس ''سالانہ مرکزی محفل میلاد'' میں عراق کے علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ وزراء مملکت، حکمران پارٹی کے عہدیداران اور مسلح افواج کے کمانڈروں نے شرکت کی۔ محفل کے اختتام پر پنڈال میں مشائخ جابجا اپنے اپنے حلقے بنائے ہوئے تھے۔ نعت خوانی اور حلقہ ہائے ذکر نماز فجر تک جاری رہے۔ ہر شیخ طریقت سبز رنگ کے ایک بڑے پرچم کے زیر سایہ اپنے متعلقین کے حلقہ کی راہنمائی فرما رہے تھے۔

موئے مبارک کی زیارت

پرانی روایت کے مطابق شب ولادت میں بڑے اہتمام سے مزار امام اعظم

رحمۃ اللہ علیہ پر مفخر انبیاء ورسل حضور ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کروائی جاتی ہے۔ یہ مبارک عمل تقاریب میلاد شریف کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ موئے مبارک جامع ابی حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص حصے میں وزارت اوقاف کی نگرانی میں محفوظ کیا گیا ہے۔ سال میں صرف ایک بار اس کی زیارت کروائی جاتی ہے اور عہد قدیم سے اس کیلئے یہی رات مختص کی گئی ہے۔ ہم نے بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کیلئے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔ عوام کا جم غفیر تھا زائرین کو جامع ابی حنفیہ کے مرکزی ہال کے بائیں جانب واقع دروازے سے جو قبلہ کی سمت میں ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد پرانوار کی طرف کھلتا ہے' داخل کیا جا رہا تھا۔ زائرین پہلے مرقد انور کے پاس کھڑے ہوکر فاتحہ شریف پڑھتے یہاں تک کہ قطار میں سرکتے سرکتے وہ اس دروازے تک پہنچتے جو دربار عالیہ کا معمول کے مطابق آمدورفت کا دروازہ ہے اور چھوٹے سے کمرے کی وساطت سے مسجد کے بغلی ہال میں کھل جاتا ہے۔ مزار شریف اور مسجد کے دوسرے ہال کے درمیان نہایت خوبصورت چھوٹے سے کمرے میں جامع اعظمیہ کے خطیب موئے مبارک کو اٹھائے زائرین کو زیارت کروا رہے تھے۔ موئے مبارک نہایت اعلیٰ قسم کے شیشے کے ایک باکس میں رکھا گیا تھا۔ میں اور میرے دوست حافظ عبدالخالق جلد ہی مرکزی ہال سے مزار پرانوار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہ تصور بار بار روح کو تسکین بخش رہا تھا کہ ہم ایک ایسی ڈالی کو دیکھنے والے ہیں جس نے گلبن رحمت سے کئی سالوں تک رگ جاں کو سیراب کیا ہوگا۔ یہ یا تو اس لیلۃ القدر کا ایک حصہ ہوگا جس کے بارے میں امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق ۔۔۔ مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا ۔۔۔ لکہ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

یا پھر یہ اس نہر کے کنارے اگا ہے جس کی تصویر فاضل بریلی نے یوں کھینچی

ہے۔

خط کی گرد دھن وہ دل آراء پھبن سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ھالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

اہتمام زیارت کے پس منظر میں ایک عندلیب شوق یہ نغمہ بھی الاپ رہا تھا (جیسے یوں کہہ رہا ہو) کہ دور سے ''الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود'' کہنے والے ابھی تھوڑی دیر بعد پاس کھڑے ہو کر سلام کہہ لینا۔

چنانچہ ہم تھوڑی ہی دیر بعد اپنے عظیم امام کے قدموں میں کھڑے تھے۔ فاتحہ شریف پڑھی اور کاروان الفت ہمیں لئے اس دروازے پر پہنچ گیا۔ جہاں مزرع نور کی شاخ مرجع خاص و عام بنی ہوئی تھی۔ خطیب محترم نے ہماری کافی رعایت فرمائی مگر دو تین بات زیارت کرنے سے بھی چشم تمنا سیر نہیں تھی اور اس تصور نے مزید مٹھاس بھر دی کہ یہ وہ مقدس بال ہے جسے ید اللّٰہ فوق ایدیھم کے اعزاز والے ہاتھ سنوارتے ہوں گے کیف و سرور کے ان لمحات کا ہی یہ تذکرہ ہے۔

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو
شانہ ہے پنجۂ قدرت تیرے بالوں کیلئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

زیارت کے دوران عربوں کے جذبات دیدنی تھے۔ وہ میلاد شریف کے حوالے سے نعرے بھی لگا رہے تھے، زیارت بھی کر رہے تھے، ایسے ہی پر کیف مناظر رمضان المبارک کی اٹھائیسویں شب کو دیکھنے میں آئے جب دربار حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں موئے مبارک کی زیارت کروائی گئی تھی۔ دربار غوثیہ میں وزارت اوقاف کی نگرانی میں آقائے نامدار احمد مختار ﷺ کے چار موہائے مبارک رکھے گئے ہیں اور

ہر سال اٹھائیسویں رمضان المبارک کو زیارت کروائی جاتی ہے۔ بندہ کو مذکورہ رات میں انیس مرتبہ موہائے مبارک کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ عشاق رسول ﷺ شیشے کے اس گلوب کو چوم کر آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے عشاق آنکھیں بند کر کے موہائے مبارک کی طرف رخ کئے ہوئے سادہ عربی لہجے میں پڑھ رہے تھے۔

''الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله''

اور دور دور سے یہ نعرے سنائی دے رہے تھے ''صلوا علی نور عرش الله محمد'' اور علیہ ﷺ پڑھ کر حاضرین جواب دے رہے تھے۔ اشکوں کی نہ تھمنے والی برسات میں رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر جب آئندہ رمضان المبارک تک موہائے مبارک کی زیارت بند کی جانے لگی تو درگاہ قادریہ کے ہال چیخوں سے گونج اٹھے اور کئی لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

عراق میں مخصوص تبرکات کی زیارت مقررہ ایام میں کرائی جاتی ہے۔ سرور کائنات روح عالم ﷺ کا مصلیٰ جو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہجرت حبشہ کے بعد مدینہ شریف پہنچنے پر بطور تحفہ دیا تھا۔ شمالی عراق کے مشہور شہر ''کرکوک'' میں محفوظ ہے جس کی زیارت اب صرف ایام عید کو ہی کرائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ محدث ابن جوزی نے مصلیٰ کی پوری سند بھی تحریر کی ہے۔ آج بھی یہ مبارک مصلیٰ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہی بعض حضرات کے پاس محفوظ ہے۔

ہم رات کے آخری حصے میں اعظمیہ سے باب الشیخ دربار غوثیہ میں پہنچے کیونکہ ہمیں ہنگام سحر ایک محفل میلاد کا انعقاد کرنا تھا۔

صبح شب ولادت اور درگاہ غوثیہ میں محفل میلاد

مجلس منتظمہ:

اگر چہ دربار حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور جامع گیلانیہ میں کئی محافل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کی رات بھی بعد از نماز عشاء وزارت اوقاف کی طرف سے عظیم الشان محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا تھا۔ لیکن شب ولادت کے مبارک ترین لمحات میں جمع گیلانیہ کے ایک بڑے حال میں محفل کے انعقاد کی اجازت ہم نے حاصل کر رکھی تھی اور اس کی دعوت کو عام کر دیا گیا تھا۔ اس محفل کا اہتمام عراق میں مقیم پاکستانی حضرات خصوصاً پاکستانی طلباء اور انڈین طلباء نے کیا تھا۔ پروگرام عربی اور اُردو ہر زبانوں میں رکھا گیا تھا۔ اس سے قبل ۲۵ صفر المظفر کو یوم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر سیمینار کی تمام کاروائی عربی میں ہی ہوئی تھی۔ لیکن اب چند پاکستانیوں کے اصرار پر اُردو کو بھی پروگرام میں داخل کیا گیا تھا۔

عنوانات عقیدت و تعبیرات محبت

دربار عالیہ کی قلعہ نما عمارت جہاں رنگا رنگ قمقموں سے آراستہ تھی وہاں بینروں کی ایک بڑی تعداد بھی جذب و مستی کی ترجمانی کر رہی تھی۔ بالائی منزل پر ایک نہایت واضح دکھائی دینے والے بینر پر یہ شعر لکھا تھا۔

نورك الكل والورىٰ اجزاء   يا نبياً من جنده الانبياء

محبوب آپ کا نور کل ہے اور مخلوق اس کے اجزاء ہیں اے ایسے ذیشان نبی کہ تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم السلام آپ کے لشکری ہیں۔

مرکزی ہال کے ساتھ یہ بینر لٹکایا گیا تھا۔

طفل مع اليتم تهتزله العروش   وهو ابن مهد رضيع غير منفطم

ایسا ذیشاں بچہ کہ اس کے یتیم ہونے کے باوجود اس کی ہیبت سے بادشاہوں کے تخت کانپنے لگے حالانکہ وہ ابھی پنگھوڑے میں شیر خوار ہے کہ مدت رضاعت بھی پوری نہیں ہوئی۔

چند مرکزی مقامات پر کلمہ طیبہ اور آیات قرآنیہ آویزاں کی گئی تھیں اور بعثت نبوی کے متعلق مشہور احادیث بھی آویزاں کی گئی تھیں۔

قصیدہ بردہ کے اشعار بھی نہایت حسین رسم الخط میں نظر آرہے تھے۔ خط رقاع میں لکھے یہ دونوں شعر اور ان کا منظر اب تک پیش نظر ہے۔

محمد تاج رسل الله قاطبة

محمد صادق الاقوال والكلم

حضرت محمد ﷺ تمام رسولوں کے تاج ہیں' آپ سچے اقوال اور سچی گفتگو والے ہیں۔

محمد سيد طابت مناقبه　　محمد صاغه الرحمن بالنعم

حضرت محمد ﷺ ایسے سردار ہیں جن کے مناقب نے حسن و جمال پایا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کے سانچے میں ڈھالا ہے۔

حضور ﷺ کے حسن و جمال کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے یہ بینر آویزاں تھا۔

انت الذی من نوره اکبر اکتسیٰ

والشمس مشرقة بنوربهاكا

اے محبوب ﷺ آپ ہی وہ شخصیت ہیں کہ جن کے نور سے چودھویں کے چاند نے لباس پہنا ہے اور سورج آپ کے نور حسن کی جھلک سے روشنی بکھیرتا ہے۔

مقررہ وقت پر سحر ہوتے ہی مقدس تقریب کا آغاز ہوا۔ حافظ عبدالخالق (گولڈ میڈلسٹ) تقریب کی نقابت کر رہے تھے۔ راقم اعظمیہ سے واپس آنے کے

بعد دربار عالیہ میں واقع اپنے حجرے میں کچھ وقت لیٹا اتنے میں وہ صبح آ گئی جس کے بارے میں مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

''پرنور ہے زمانہ صبح شب ولادت''

جب میں اپنے حجرہ سے باہر آیا تو احاطہ درگاہ کے زاویوں میں ہوا کے جھونکے مسکرا مسکرا کر گلے مل رہے تھے۔ صرف مجھ سے ہی نہیں بلکہ ان کا یہ عید ملن پروگرام ہر آنے والے کیلئے تھا۔

عجیب رنگ

اجتماع میں شریک لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ نبوت کی وسعت کا بین ثبوت تھے کیونکہ عربی، کردی، سوڈانی، مصری، سری لنکن، بنگالی، انڈین اور پاکستانی اپنے رنگ و نسل اور علاقیت کے تصورات کو مسترد کر کے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی تسبیح کے دانے بنے ہوئے تھے اور اپنے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ترانے گا رہے تھے۔ سری لنکا کے قاری محمد اکرم لتی نے تلاوت قرآن مجید کا شرف حاصل کیا۔ بھارت کے مولانا احمد رضا نورانی اور بنگال کے مولانا محمد حبیب اللہ نے دربار رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ بھارت کے مولانا معراج الحق علیمی نے بھی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کیا۔ محفل اپنے پورے جوبن پر پہنچی ہوئی تھی۔ اب جامع گیلانیہ کی طویل القامت کھڑکیوں کے شفاف شیشوں سے صبح بہاراں کی سفیدی اندر جھانکنے لگی جو کہ پہلے صرف آفاق پہ قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اتنے میں سٹیج سیکرٹری نے مجھے دعوت خطاب دی۔ مجھے پہلے اُردو میں اور پھر عربی میں تقریر کرنے کو کہا گیا' میں جب اپنی اُردو تقریر ''میلاد شریف فضائل و دلائل کی روشنی میں'' سے فارغ ہوا اور میں نے اُردو میں کی گئی گفتگو کو عربی میں پیش کرنا چاہا تو اچانک میری آنکھوں کو اپنا ہدف بدلنا پڑا۔ وہ لوگ جو اس سے قبل آنکھیں کھولے صرف میری طرف دیکھے

جا رہے تھے اب وہ میرے ساتھ ربط تفہیم میں منسلک ہو گئے اور انہوں نے اپنے ساکن سروں میں تحریک پیدا کر دی۔ میں نے جب مختصر خطبے کے بعد یہ چند اشعار پڑھے تو عرب سامعین کی طبیعتیں مسکرا اٹھیں۔ وہ اشعار کچھ یوں تھے۔

ولد الهدى فالكائنات ضياء   وفم الزمان تبسم وثناء

رشد و ہدایت کی جلوہ گری ہوئی پس کائنات روشنی ہو گئی' اور زمانے کے لبوں پہ مسکراہٹ اور تعریف ہے۔

يوم يتيه على الزمان صباحه   ومساده بمحمد وصناء

یہ وہ دن ہے جس کی صبح زمانے پر فخر کناں ہے' اور اس کی شام محمد ﷺ کی وجہ سے حسین ہے۔

ذعرت عروش الظالمين فزلزلت   وعلت على تيجانهم اصداء

ظالموں کے تخت خوفزدہ ہو کر ڈگمگا پڑے اور ان کے تاج زنگ آلودہ ہو گئے محبتوں سے مہکتی ہوئی اس محفل سے جامع گیلانیہ کے در و دیوار ذکر میلاد کی صداؤں سے گونج رہے تھے۔ اجتماع میں کافی عرب مشائخ بھی تھے۔

اجتماع میں Arabic Institute کے اساتذہ بھی تھے۔ مجھے تفصیلاً گفتگو کیلئے کہا گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے موضوع کے حوالے سے گفتگو مکمل کی۔ زماں و مکاں کی خصوصیت نے محفل کو Inspire کیا تھا۔ پھر کچھ عرب احباب نے نغمہ سرائی کی اور آخر میں شرکاء محفل کھڑے ہو گئے۔ پہلے ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھا گیا اور بعد میں ''یا نبی سلام علیک'' پیش کیا گیا اور میلاد ابن عربی کے وہ اشعار پڑھے گئے جو کبھی کبھی قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی زید مجدہ پڑھتے ہیں۔

اشرق البدر علينا   فاختفت منه البدور

مثل حسنك ما راينا   قط يا وجه السرور

یا نبی سلام علیك یا رسول سلام علیك

انت شمس انت بدر انت نور فوق نور

انت اکسیر وغالی انت مصباح الصدور

یا نبی سلام علیك یا رسول سلام علیك

یاحبیبی یا محمد یا عروس الخافقین

یا موید یا ممجد یا امام القبلتین

یا نبی سلام علیك یا رسول سلام علیك

من رأی وجهك یسعد یا کریم الوالدین

حوضك الصافی المبرد وردنا یوم النشور

یا نبی سلام علیك یا رسول سلام علیك

پھر ختم شریف پڑھا گیا اور دعا مانگی گئی۔ نہایت تزک و احتشام سے محفل کا اختتام ہوا' بعض عربی لوگ مذکورہ اشعار کو ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کا ترجمہ سمجھ رہے تھے۔

تقسیم لنگر شریف

اس پروگرام میں اگرچہ کئی احباب نے حصہ لیا تھا۔ خصوصی طور پر عراق میں پاکستانی Embassy کے بعض افسران نے دلچسپی لی تھی مگر اس تمام پروگرام کے روح رواں دربار غوثیہ کے ایک دیرینہ خادم سید محمد قاسم تھے۔ جنہیں سید ابوالقاسم کہا جاتا ہے۔ وہ نہایت مخلص دوست ہیں۔ حیدر آباد دکن سے ان کا تعلق ہے۔ انہوں نے شرکاء محفل کیلئے لنگر کا بہترین انتظام کیا ہوا تھا۔ کھجور کے حلوہ کے علاوہ بہترین بریانی بھی شرکاء کو کھلائی گئی۔ لنگر کا بندوبست احاطہ دربار شریف میں زمینی فلور کے ایک ہال میں تھا۔ لنگر شریف کے بعد ہم نے اپنے مہمانوں کو الوداع کیا۔ دن کو عراق

کے اطراف و اکناف سے مختلف بڑے بڑے وفود مقدس دن کی مناسبت سے دربار حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دینے کیلئے آتے رہے۔

جامع خطاب میں محفل میلاد

اعظمیہ سیکٹر میں واقع ''جامع خطّاب'' میں مجھے خطاب کیلئے جامع کے خطیب شیخ عمر الدباغی نے دعوت دی تھی۔ شیخ عمر کے قول کے مطابق یہ مسجد حضرت امام جلال الدین سیوطی کی رہائش گاہ کی جگہ بنائی گئی ہے۔ چنانچہ معیّنہ دن شیخ عمار محمود جاسم مجھے جامع خطاب لے گئے۔ وہاں محفل کے عریف نے مجھے بہت متاثر کیا۔ وہ اعظمیہ کے معھد الائمہ کے فارغ التحصیل تھے۔ نوجوان عرب مقررین کے تیز اور گونج دار انداز میں میلاد شریف کے اثبات پر انہوں نے واقعہ ابولہب بیان کرتے ہوئے حافظ ابن ناصر الدین دمشقی کے یہ اشعار پڑھے۔

اذا کان ھذا کافر جاء ذمہ ۔۔۔ یتبت یداہ فی الجحیم مخلدا

جب ابولہب کافر ہے قرآن مجید میں تبت یدا ابی لھب سے اس کی مذمت آئی ہے اس کو ہمیشہ کیلئے جہنمی قرار دیا گیا ہے۔

اتی انہ فی لیلۃ الاثنین دائما ۔۔۔ یخفف عنہ للسرربا حمدا

اس کے بارے میں یہ آیا ہے کہ ہر پیر کے دن اس سے سید عالم ﷺ کے میلاد پر خوشی منانے کی وجہ سے عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔

فما الظن بالعبد الذی طول دھرہ ۔۔۔ باحمد مسرورا ومات موحدا

پس تمہارا کیا گمان ہے اس بندۂ خدا کے بارے میں جو پوری زندگی سید عالم ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا رہا اور حالت ایمان میں دنیا سے گیا۔

میلاد شریف کی اس روحانی محفل میں جب ایک صاحب سامعین سے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کی اپیل کرنے لگے تو یوں گویا ہوئے۔

۱) الا یاایها الاخوان صلوا سلموا علی المصطفیٰ فی کل وقت وساعه

اے بھائیو! حضرت محمد ﷺ پر ہر گھڑی درود و سلام پڑھا کرو۔

۲) فان الصلوٰة علی الهاشمی محمد تنجی من اهوال یوم القیامه

کیونکہ آپ کی ذات اقدس پر پڑھا گیا درود و سلام روز قیامت کے خوف و خطر سے محفوظ رکھے گا۔

اس تقریب میں مجھے عراقی عوام کی آزادی بیت المقدس اور بازیابی فلسطین کے بارے میں تڑپ کا کچھ اندازہ بھی ہوسکا کیونکہ جب شیخ اعظمی نے اپنے مخصوص انداز میں مسلمانوں کی بے حسی اور اسرائیل کی عیاری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اہل عراق ہی بالآخر فلسطین کی آزادی کا اہم کردار ہوں گے تو سامعین کے جذبات مچل اٹھے اور چہرے کھل پڑے۔ شیخ اعظمی قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت مبارکہ ثم رددنا لکم الکرة علیهم (آیت ۶) سے استشہاد کرتے ہوئے اس کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول پیش کر رہے تھے کہ فلسطین کی آزادی اور قبلہ اول کی بازیابی کا عظیم کارنامہ اہل عراق سرانجام دیں گے۔ جلسہ گاہ کے ہر ایک بینر پر تاریخی مقولہ درج تھا۔

نحن اهل العراق من حاربنا حارینا

ہم عراقی ہیں جس نے ہم سے جنگ کی وہ ہماری وجہ سے پریشان ہوا۔

جامعہ الزہاوی میں جشن میلاد

جامع الزہاوی مفتی محمد امجد الزہاوی کی طرف منسوب ہے جو اپنے عہد حیات میں یہاں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ مسجد بغداد کے معروف محلہ ''حی النهال'' میں واقع ہے۔ اس مسجد کے موجودہ خطیب شیخ حکمت صبیح القادری ہیں جو کہ خانوادہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے چشم و چراغ ہیں۔ انہوں نے راقم کو جامعہ الزہاوی کے

''سالانہ جشن میلاد'' میں خطاب کیلئے مدعو کیا۔ چنانچہ ۱۵ ربیع الاول بروز بدھ بمطابق ۲۴ اگست بعد از نماز عشاء مذکورہ مسجد میں عظیم الشان اجتماع کا انعقاد ہوا۔ تقریب میں تلاوت کے فوراً بعد خطابات شروع ہو گئے اور نعتیہ قصائد آخر میں پڑھے گئے۔ مجھ سے قبل اور بعد میں بھی عرب مشائخ کے خطابات ہوئے' وہ اپنے اپنے مقالات لکھ کر لائے ہوئے تھے اور نہایت حسین انداز میں انہوں نے اپنے محسن عظیم کے حضور خراج تحسین پیش کیا۔ راقم نے ذہنی طور پر تو اپنی تقریر کی مضمون بندی کی ہوئی تھی مگر لکھ کر نہیں لایا تھا۔

چنانچہ جب مجھے دعوت سخن دی گئی تو سامعین ایک پاکستانی کے عربی بولنے کے اشتیاق میں متوجہ ہوئے اور نسبتاً پہلے سے زیادہ پرجوش نظر آرہے تھے۔ نقیب محفل خود شیخ حکمت صبیح القادری تھے۔ انہوں نے چند روایتی تعارفی کلمات کے بعد مجھے اور شرکاء جلسہ کو آمنے سامنے کر دیا۔ راقم نے مختصر سا خطبہ ابتدائیہ پڑھا اور موضوع کی مناسبت سے چند اشعار بھی ان کی نذر کئے جو کہ کسی عرب شاعر کا حسین وجمیل گلدستہ عقیدت تھے۔ ملاحظہ ہوں۔

مانا يقول الشعر في عليائبه   من خاطب الرحمن فوق سمائبه

شعر ان کی رفعت شان کو کہاں بیان کر سکے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے آسمان سے وریٰ ہم کلام ہوئے۔

الناس في الدنيا ببعثته اهتدوا   والناس يوم البعث تحت لوائه

لوگوں نے دنیا میں آپ کی بعثت سے ہدایت پائی اور قیامت کے دن لوگ آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

سل بطن مكه هل رائي كمحمد   فيمس ترابي متعبداً بحرابه

وادی مکہ سے پوچھئے کیا اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی دیکھا ہے جس انداز

میں اس نے آپ کو غار حرا میں عبادت کرتے دیکھا۔

سل الجزیرۃ کیف ثار محمد تحطم الاصنام تحت حنابہ

جزیرہ عرب سے سوال کیجئے سرور کائنات ﷺ نے کیسے انقلاب برپا کیا کہ بتوں کو قدموں تلے روند ڈالا۔

ما العید الاعید احمد انہ عید الوجود بارضہ وسمائہ

عید میلاد کے علاوہ کوئی عید نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی جامع عید ہے کہ زمین و آسمان اور تمام عالم وجود کی عید ہے۔

احسنت' احسنت کی صداؤں میں راقم امیر محفل' مہمانان گرامی اور عمومی اجتماع کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن مجید کی آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ جو کہ میں نے خطبہ میں تلاوت کی تھی کے تفسیری نکات کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے مدعا پر استدلال کے مقدمات تیار کرنے لگا۔ میں نے طویل وقت تک خطاب کیا مگر سامعین مسلسل حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ اس گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ محبت ایزدی انسان کی زندگی کا مقصد اولین ہے اور اس محبت خداوندی کو قرآن مجید میں اتباع رسول ﷺ پر موقوف کر دیا گیا ہے اور اتباع رسول ﷺ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ محبت رسول ﷺ حاصل نہ ہو۔ لہٰذا اتباع رسول ﷺ کا موقوف علیہ محبت رسول ﷺ ہے اور محبت رسول ﷺ کا موقوف علیہ ذات رسول ﷺ اور ذات رسول ﷺ کا موقوف علیہ اس امت کے لحاظ سے میلاد رسول ﷺ ہے۔ تو بالواسطہ میلاد رسول ﷺ محبت ایزدی' عبادت خداوندی اور رضاء الٰہی کا موقوف علیہ ٹھہرا۔

لہٰذا میلاد مصطفیٰ ﷺ جو کہ سب سے بڑے مقصد حقیقی کا موقوف علیہ اور شان ایمانیات کی اساس ہے۔ اسکے ذکر کیلئے محافل کا انعقاد کرنا خوشیوں اور مسرتوں کا

اظہار کرنا ایک فطری امر ہے اور محبت رسول ﷺ محبت ایزدی کیلئے سبب بنتی ہے۔ بالفاظ دیگر دنیائے ایمان کی ابتداء اسی محبت سے ہوتی ہے اور اس کا کمال اور نقطہ عروج بھی اسی میں مضمر ہے کیونکہ بمقتضائے حدیث جب تک روح کائنات ﷺ کو اپنے والدین، اولاد، تمام لوگوں سے اور اپنے آپ سے بھی محبوب ترین نہ رکھا جائے اس وقت تک ایمان کو کمال حاصل نہیں ہوتا۔ یہی محبت محبوب حقیقی جل جلالہٗ کی منازل طے کراتی ہے۔

اجتماع کے آخر میں مخصوص انداز میں قصائد میلاد پڑھے گئے کچھ اشعار بڑی محبت سے بار بار پڑھے جا رہے تھے۔ مثلاً

هذا الحبيب مثله لا يولد   والنور موقد

جبريل نابى فى منصه حسنه   هذا مليح الكون هذا احمد

یہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی مثل نہ کوئی پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ ان کے رخساروں سے نور کی شعائیں نکلتی ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے حسن کی جلوہ گری کے بارے میں صدا دی کہ یہ کائنات میں حسن کی ملاحتوں کے امین ہیں اور یہ احمد ہیں۔

تقریب کے مہمان خصوصی عراق کے نائب صدر عزت ابراہیم کے بیٹے تھے۔ انہوں نے تقاریر پر تبصرہ کرتے ہوئے میلاد شریف منانے کے بارے میں راقم کی دلیل کو بہت واضح دلیل قرار دیا۔ تقریب میں دورہ تحفیظ القرآن کے شرکاء کو انعامات بھی دیئے گئے۔ آخر میں دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی اور بعد میں شیخ حکمت صبیح قادری کی رہائش گاہ پر مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔

ایک ناقابل تردید حوالہ

مذکورہ بات پر سامعین کی دلچسپی نے مجھ سے کسی دلیل کا مطالبہ کیا تو میں نے تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے یہ حدیث شریف پیش کر دی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تم پر ایک ایسے آدمی کا خطرہ ہے جو قرآن مجید پڑھے گا یہاں تک کہ جب قرآن مجید کی رونق اس پر دکھائی دینے لگے گی۔ اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ ایسے رہے گا پھر وہ اسلامی لبادے سے باہر نکلے گا۔ اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے گرائے گا۔ اپنے پڑوسی پر تلوار سے حملہ کردے گا اور اس پر شرک کا فتویٰ لگائے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ ان دونوں میں سے شرک کا مصداق کون ہوگا؟ وہ جو شرک کے ساتھ متہم ہوگا یا وہ شرک کا الزام لگانے والا ہوگا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا وہی (مذکورہ نشانیوں والا خطرناک آدمی) شرک کا فتویٰ اوروں پر لگانے والا خود اس کا مصداق ہوگا۔ ابن کثیر نے اس حدیث شریف کی سند کو جید قرار دیا ہے اور اسناد کی ثقاہت پر حضرت امام احمد بن حنبل اور عظیم محدث یحییٰ بن معین جیسے اصحاب حدیث کی تصریح نقل کی ہے۔ فقیر پر تقصیر نے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے اس مذکورہ خطرناک آدمی کی علامات گنوائیں پھر نجد سے اٹھنے والی اس تحریک اور اس کے بانی کے دعوت وارشاد کے تمام بہروپ اور پھر حرمین شریفین کے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کا ذکر کیا بلکہ اہل عراق کو تو خوب یاد ہے جب اس تحریک نے ۱۹۰۱ء میں کربلا شریف میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حملہ کیا عمارت کو نقصان پہنچایا' لوٹ مار کی اور بڑے بھیانک طریقے سے کربلا شریف کی گلیوں کو خون سے رنگین کیا پھر دوبارہ حملہ آور ہوئے اور عراق کی عقیلی اور عبیدی خاندانوں کی فورسز نے بالآخر اس تحریک کے خلاف فیصلہ کن وار کیا اور ان کے مرکز تک ان کا تعاقب کیا۔

مذکورہ گفتگو سے اجتماع میں مزید ایک تڑپ پیدا ہوئی۔ جب میں اپنی گفتگو کو سمیٹتا ہوا حرف اختتام پر پہنچا تو فوراً شیخ خضر زافر نقشبندی مائیک پر آئے اور انہوں

نے پاکستانی علماء مدارس اور پاکستان میں علم دین کی اہمیت کو قابل رشک قرار دیا۔ تقریب کے آخر میں دورہ تحفیظ القرآن کے شرکاء میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ دوسرے چند حضرات کی طرح بعض انعامات کی تقسیم میرے ذمہ لگائی گئی۔ آخر میں نعتیہ قصیدے پر محفل کا اختتام ہوا۔ تبرک تقسیم ہوا اور ہم کوسٹر پر رات کے پچھلے حصے میں بغداد شریف پہنچ گئے اور بھی کئی تقاریب میلاد شریف میں شرکت کی لیکن طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کر رہا ان میں سے جمعیۃ شبان المسلمین کی تقریب اور بغداد جدیدہ میں شیخ محمد ہاشم کی تقریب بڑی پر کیف تھی۔

سرزمین عراق کا تقاریب میلاد سے گہرا رشتہ

مختلف ادوار و عہد میں اسلامیان عراق عید میلاد النبی ﷺ کی تقاریب بڑے جوش و خروش سے مناتے رہے ہیں۔ اگرچہ روح کائنات ﷺ کے یوم میلاد پر خوشی کا اظہار کرنا تو بہت ہی قدیم دور سے ہے اور ہمیشہ مسلمان اپنے اپنے انداز میں اس خوشی کا اظہار کرتے رہے لیکن اس مسرت کے اظہار کیلئے بڑی بڑی محافل کا انعقاد اور ایک خاص انداز میں تعبیر سرور کا مربوط سلسلہ سرزمین عراق سے شروع ہوا جیسا کہ استاذ محترم مفتی عراق شیخ عبدالکریم محمد المدرس کی تصنیف ''نور اسلام'' میں صراحت ہے۔ نیز ''دنیات الاعیان'' میں ابن خلکان نے لکھا ہے کہ شمالی عراق کے علاقے اردبیل میں جسے آج کل اربیل کہا جاتا ہے (سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی) سلطان مظفر الدین ابوسعید (سلطان اربل) متوفی ۶۳۰ھ نے میلاد شریف کی تقاریب کا سرکاری سطح پر انعقاد کیا پھر ان تقاریب کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور اربیل کے ہر ہر گھر میں ان محافل کا انعقاد ہونے لگا۔ اوراق تاریخ پر کردوں کے عہد قدیم سے ان محافل کا ذکر بڑے حسین انداز میں ملتا ہے۔

میلاد شریف کی محافل کے ساتھ خصوصی تعلق کی وجہ سے عراقی مسلمان صرف

ربیع الاول شریف میں ہی نہیں بلکہ خوشی کے دیگر مواقع پر بھی ان محافل کا انعقاد کرتے ہیں اور محفل میلاد کو حصول برکت کا ایک وسیلہ سمجھتے ہیں۔ قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی زید مجدہ تقریباً جب بھی عراق تشریف لے جاتے ہیں تو عراق کے نائب صدر اور عراقی مسلح افواج کے نائب کمانڈر جناب عزت ابراہیم کی رہائش گاہ پر ایک عظیم الشان محفل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔

دو خاص باتیں کہ جن کا اہتمام ہمارے ہاں تقریباً نہیں ہوتا ہے اور عراق میں بعض تقاریب میں ان کی طرف خصوصی توجہ دی گئی وہ یہ ہے کہ بعض جلسہ گاہوں اور مساجد کی عمارات پر حضور ﷺ کے ننانوے اسماء گرامی خوبصورت کپڑوں پر لکھ کر لٹکائے گئے تھے۔ اس طرح کہ کپڑے کے ایک پیس پر صرف ایک اسم شریف لکھا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا سلسلہ نسب جہاں تک کتب حدیث شریف میں موجود ہے یہ بڑے بینروں پر لکھ کر آویزاں کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ وصلی اللہ علیہ وسلم حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی

دُعا

اے اللہ

میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں میرے تمام اعمال فسادِ نیّت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائقِ التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری محبّت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم پر دُرود و سلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلادِ پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے اَرحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا۔ اور جو کوئی دُرود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے۔ وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔"

(اخبار الاخیار: ۶۲۴، مطبوعہ کراچی)

برکاتِ میلادصلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: مولانا محمد تصدق حسین (فاضل جامعہ نظامیہ لاہور)

الحمدلله رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آله واصحابه اجمعین○

چند دن پہلے محفل میلاد کی مخالفت میں ایک اشتہار نما پمفلٹ ''عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت'' نظر سے گزرا جو ادارہ اصلاح معاشرہ متصل مسجد میاں وارث اندرون بھاٹی گیٹ لاہور نے شائع کیا اس میں محفل میلاد کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنے کیلئے درج ذیل باتیں کہی گئی ہیں۔

۱) عہد رسالت میں میلاد کا کوئی ثبوت نہیں۔

۲) کسی صحابی کسی تابعی کسی امام اور کسی محدث سے محفل میلاد کا ثبوت نہیں ملتا۔

۳) ڈھول بجانا اور ڈانس وغیرہ کرنا ہی محفل میلاد کا مقصد ہے۔

۴) عید میلاد النبی کی ابتداء کرنے والا حاکم بے دین ہے۔

۵) عید میلاد النبی پر پہلی کتاب ایک کذاب اور دنیا پرست شخص نے لکھی۔

۶) ۱۲ ربیع الاول وفات النبی ہے نہ کہ میلاد النبی۔

۷) مسلمانوں اور عیسائیوں کا موازنہ۔

حقیقت میلاد

مسلمانوں کے ہاں محفل میلاد یا جشن میلاد سے مراد حضورﷺ کی ولادت کا تذکرہ کرنا ولادت کے موقع پر عجائبات کا ذکر کرنا حضور کی ثناء خوانی کرنا مسلمانوں کے دلوں میں جب رسول کا جذبہ پیدا کرنا اور سرکار کی سیرت کا تذکرہ کرنا اور لوگوں کو شریعت مطہرہ سے آگاہ کرنا ہے۔

میلاد النبیﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام

رب کائنات نے عالم ارواح میں تمام انبیاء سے اپنے نبی مجسم کے تشریف لانے کا ذکر فرما کر ان پر ایمان لانے کا حکم دیا تو انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے وقت میں رحمت دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ضرور فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور میلاد رسول ﷺ

آج سے ساڑھے چار ہزار سال قبل جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالم انسانی کو یہ نوید سنائی۔

وہ عربی ہوگا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا[1]۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ذکر رسول ﷺ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان الفاظ میں نبی مکرم ﷺ کی بعثت کا مژدہ سنایا۔

"سردار سینا سے نکلا سعیر سے چمکا اور فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ[2]"۔

سرکار دو عالم ﷺ ہجرت کے بعد ۸ ھ کو جب مکہ میں دوبارہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ آپ کے جانثاروں کی تعداد دس ہزار تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور ذکر نبی مکرم ﷺ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی رسول کریم ﷺ کے ظہور کی خبر دی اور جگہ کا تعین فرما دیا حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

---

1. پیدائش باب ۱۶: ۱۲
2. استثناء باب ۳۳: ۲

''مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری حمد کریں گے وہ بکہ سے گزرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے[1]'۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذکر مصطفیٰ ﷺ

حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو انہوں نے بھی اپنے سے قبل انبیاء کی طرح حضور علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دی اور اشاروں کنایوں کے بجائے صراحتاً آپ کا اسم گرامی بتایا۔

''وہ ٹھیک محمد ﷺ ہیں وہ میرے محبوب ہیں میری جان ہیں[2]'۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ذکر نبی معظم ﷺ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے آخری نبی ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے پیش رو انبیاء کی طرح حضور کا تذکرہ فرمایا۔

''میری اور بہت سی باتیں کہ میں تم سے کہوں تم برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ فارقلیط (احمد) آئے گا تو سچائی کی راہیں بتادے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہ ہی کہے گا وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا[3]'۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُم مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّراً

---

1. زبور، باب ۸۴۔ ۵،۲
2. تسبیحات سلیمان، پ ۵، ۱۲
3. یوحنا، باب ۱۶۔ ۱۲، ۱۳

بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ ؕ ۱

میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

قرآن کریم اور میلاد انبیاء علیہم السلام

قرآن حکیم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور امت مسلمہ کی راہنمائی کا بہترین ذریعہ بھی۔ تو آیئے دیکھتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے میلاد کے بارے میں اس کا نقطہ نظر کیا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۲

اور سلامتی ہے اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۳

اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

سرکار مدینہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے متعلق قرآن میں مختلف اسالیب کو اپنایا گیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔

---

۱ سورۃ الصف، آیت ٦

۲ سورۃ مریم آیت ١٥

۳ سورۃ مریم، آیت ٣٣

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً

دعائے ابراہیمی میں جس رسول کا ذکر بعثت ہے۔اس سے مراد فقط رسول کائناتﷺ کی ذات ہے۔امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں۔

اما ان الرسول هو محمد عليه الصلوٰة والسلام فيدل عيه وجوه احدهما اجماع المفسرين وهو حجته[1]

یعنی اس مقام پر رسول سے مراد حضور اکرمﷺ ہیں اس پر کئی وجوہ دلالت کرتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس امر پر تمام مفسرین کا اجماع ہے اور یہ بڑی حجت ہے۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولم يبعث من ذريتهما غير محمد صلوٰت الله عليه[2]

اورنہیں مبعوث کیا گیا ان دونوں کی اولاد میں حضورﷺ کے علاوہ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

الدرالمنثور میں ابن جریر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

قال هو محمد صلى الله عليه وسلم[3]

فرمایا وہ محمدﷺ ہیں۔

امام قرطبی نے بھی اسی مفہوم کی تائید کی ہے یعنی اس آیت سے مراد صرف رسول اکرمﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر' جلد۴' صفحہ۷۳

[2] تفسیر بیضاوی' جلد۱ صفحہ۱۱۱

[3] الدرالمنثور جلد۱ صفحہ۳۰۴

اسی سلسلے کی دوسری شہادت ملاحظہ فرمائیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِی یَرٰاکَ حِینَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰاجِدِینَ

صاحب تفسیر خازن

اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

قال ابن عباس رضی الله عنه اراد وتقلبك فی اصلاب الانبیاء من نبی الی نبی حتی اخرجك فی هذه الامة[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتقلبك سے مراد ہے کہ آپ انبیاء کی پشتوں میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ اس امت میں جلوہ گر ہوئے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی اس آیت سے یہی مفہوم مراد لیا ہے۔

ان یکون المراد ان الله تعالیٰ نقل روحه من ساجد الی ساجد[2]

یہاں یہ مرد ہے کہ بیشک اللہ نے آپ کی روح کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل کیا۔

اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے حدیث پاک نقل فرمائی۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات

مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل کیا گیا۔

الطاھرات

---

1. تفسیر خازن، جلد ۳، صفحہ ۳۳۴
2. تفسیر کبیر، جلد ۲۴، صفحہ ۸۳

روح البیان تفسیر بغوی اور روح المعانی میں بھی اسی مفہوم کو اپنایا گیا ہے۔

اگر اب بھی یہی اصرار کیا جائے کہ حضور کی ولادت کا تذکرہ "خلق" یا "ولد" جیسے مشہور الفاظ سے ہی ثابت کیا جائے تو اس کی شہادتیں بھی قرآن پاک میں موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الرحمن علم القرآن خلق الانسان[1]

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کیا ہے جو مفسرین کی توجیہات کے عین مطابق ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی

اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

ای الجنس او آدم او محمد ﷺ[2]

انسان سے مراد یا جنس انسان ہے یا حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

علامہ حسین بغوی

تفسیر بغوی میں اس آیت کا مفہوم یوں بتاتے ہیں۔

خلق الانسان یعنی محمد ﷺ قال ابن کسیان[3]

خلق الانسان کی تفسیر میں ابن کسیان نے کہا کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں۔

صاحب تفسیر سمرقندی

---

[1] سورۃ رحمٰن، آیت ۳

[2] تفسیر نسفی، جلد ۶، صفحہ ۲۰۷

[3] تفسیر بغوی، جلد ۶، صفحہ ۲۴۳

اس آیت کی ان الفاظ میں تفسیر فرماتے ہیں۔

خلق الانسان یعنی الذی خلق آدم من ادیم الارض ویقال خلق محمداًﷺ[1]

خلق الانسان سے مراد وہ ذات جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کے خمیر سے پیدا کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ذات جس نے حضرت محمدﷺ کو پیدا کیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی

نے بھی اسی مفہوم کی تائید اس انداز میں کی۔

الانسان سے مراد حضرت محمدﷺ ہیں اور البیان سے مراد قرآن ہے[2]۔

تفسیر البحر المحیط تفسیر خازن اور تفسیر قشیری میں بھی اس آیت کریمہ کا یہی مفہوم بیان کیا گیا۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت کریمہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

ووالد والولد آدم او ابراهيم عليه السلام وما ولد ذرية او محمد ﷺ[3]

ووالد سے مراد حضرت آدم یا حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں اور وما ولد سے اولاد یا حضرت محمدﷺ مرد ہیں۔

---

1. تفسیر سمرقندی، جلد ۳، صفحہ ۳۰۴
2. تفسیر مظہری، جلد ۱۱، صفحہ ۲۲۱
3. تفسیر بیضاوی، جلد ۵، صفحہ ۴۹۲

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی۔

ان الوالد ابراہیم واسماعیل وما ولد محمد وذلك لانه اقسم بمكة ابراهيم بانيها واسماعيل ومحمد عليه السلام سكهانها[1]

بیشک والد سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل ہیں وما ولد سے مراد حضور ﷺ اس لئے کہ قسم مکہ کی ارشاد فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ کے بانی اور حضرت اسماعیل اور حضور علیہ السلام مکہ کے رہنے والے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہوئے۔

والمراد به ابراهيم عليه السلام وما ولد وهو اسماعيل فانه ولده بلا واسطة ومحمد عليه السلام فانه ولده بواسطة اسماعيل[2]

والد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ولد سے مراد حضرت اسماعیل ہیں کیونکہ وہ آپ کے بیٹے ہیں بغیر واسطہ کے اور حضور ﷺ آپ کے بیٹے ہیں حضرت اسماعیل کے واسطہ سے۔

اتنے عظیم مفسرین کی آراء سامنے آنے کے بعد تو انکار کی مجال نہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ سرکار کا ذکر ولادت قرآن پاک میں موجود نہیں بلکہ قرآن کریم میں تو آپ کی عمر کے تمام مراحل لڑکپن جوانی وغیرہ سب کا بیان موجود ہے بلکہ آپ نے کفار مکہ کے سامنے اللہ کی توحید اور اپنی رسالت پر سب سے پہلے دلیل ہی اپنی عمر مبارک کو بنایا قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر، جلد ۳۱، صفحہ ۱۸۱

[2] تفسیر روح البیان، جلد ۱۰، صفحہ ۴۴۴

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ[1]

میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں۔

سرکار دو عالم ﷺ اور محفل میلاد

حضور ﷺ اس دنیا میں مبعوث ہونے والے آخری نبی ہیں آپ نے دین اسلام جو انسانی زندگی کیلئے ضابطہ حیات ہے مکمل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خود اپنی زندگی میں کبھی اپنی ولادت کا تذکرہ کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انہ جاء الی النبی ﷺ فکانہ سمع شیا فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتاً فانا خیرھم نفسا وخیرھم بیتا[2]

میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا شاید حضور نے اپنے نسب کے متعلق کوئی بات سنی پس رسول اللہ نے منبر پر کھڑے ہو کر پوچھا میں کون ہوں سب نے عرض کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا پھر اس کے دو حصے کئے تو ان میں

---

[1] سورۃ یونس، آیت ۱۶

[2] مشکوٰۃ شریف، جلد ۲، صفحہ ۵۱۳

سے بہتر (یعنی عرب میں کیا) پھر ان کے چند قبیلے بنائے مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں کیا پھر اس قبیلے کے خاندان بنائے تو مجھے ان میں بہتر خاندان (یعنی قریش) میں سے بنایا پس میں ان میں ذات اور خاندان کے لحاظ سے بہتر ہوں۔

پیر کے دن روزہ

عن ابی قتادة ان رسول الله صلے الله علیه وآله وسلم سئل عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت وفیه انزل علی[1]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ سے پیر والے دن روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ میری ولادت کا دن ہے اور اسی دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔

اس حدیث پاک میں واضح طور پر سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ پیر کے دن کا روزہ یوم میلاد کے سبب سے ہے۔

دعائے ابراہیم

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

دعوة ابراهیم وبشارة عیسیٰ ورویا امی التی رأت حین و ضعتنی وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام[2]

میں دعائے ابراہیم ہوں اور بشارت عیسیٰ ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا ان سے ایک نور نکلا جس سے انہوں نے شام کے محلات کو دیکھا۔

جہاں اس حدیث میں مصطفیٰ کریم ﷺ کی ولادت کا ذکر ہے وہاں یہ تفسیر

---

1. مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۳۶۸
2. مشکوٰۃ شریف، جلد ۲، صفحہ ۵۱۳

القرآن بالحدیث بھی ہے جن مذکورہ آیات کو پہلے نقل کیا جاچکا ہے ان کی تعیین خود رسول مکرم ﷺ نے فرمادی کہ ان سے مراد میری ہی ذات گرامی ہے۔

مصطفیٰ کریم ﷺ نے جشن ولادت خود منایا

سرکار دو عالم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے شکرانے کے طور پر اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کئے بعض لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ فرمایا لیکن امام جلال الدین سیوطی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان جده عبدالمطلب عق عنه في سابع ولادته والعقيقة لاتعاد مرة ثانية فيحمل ذلك على ان الذى فعله النبى صلى الله عليه وآله وسلم اظهار للشكر على ايجاد الله اياه رحمة للعلمين وتشريع لأمته[1]

آپ کے دادا عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کا عقیقہ فرمایا اور عقیقہ زندگی میں دو بار نہیں کیا جاتا تو پس سرکار دو عالم ﷺ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور اپنی امت کیلئے اسے مشروع بنایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محافل میلاد

حضور نبی مکرم ﷺ کے سارے جانثار اور وفادار اور ہدایت یافتہ ہیں کامل اور اکمل ایمان والے ہیں یہاں تک کہ رب کائنات نے انہیں معیار ایمان قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا[2]

وہ ایمان لے آئیں جیسا تم لائے تو وہ ہدایت پا گئے۔

تو اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صحابہ کا خلاف اسلام پر اجماع نہیں

---

1. الحاوی للفتاویٰ' جلد ا' صفحہ ۱۹۶
2. القرآن' پارہ ۱

ہوسکتا تو آیئے دیکھتے ہیں کہ صحابہ کا میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کیا عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور محفل میلاد

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ کان یحدث ذات یوم فی بیتہ وقائع ولادتہ ﷺ لقوم فیستبشرون ویحمدون اللہ ویصلون علیہ فاذا جاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے گھر میں ایک محفل میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے واقعات بیان کررہے تھے صحابہ کرام محظوظ ہوکر حمد الٰہی اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے اسی اثناء میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تمہارے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

حضرت عامر انصاری اور تعلیم میلاد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مررت مع النبی ﷺ الی بیت عامر الانصاری وکان یعلم وقائع ولادتہ علیہ السلام الابنانہ وعشیرتہ ویقول ھذا الیوم وھذا الیوم فقال علیہ السلام ان اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ وملائتہ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک نجی نجاتک[2]

میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت عامر انصاری کے گھر گیا وہ اپنے گھر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو واقعات ولادت مصطفیٰ کی تعلیم دے رہے تھے اور فرما رہے تھے یہی وہ دن ہے یہی وہ دن ہے جس دن حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمام

[1] الدر المنظم، صفحہ ۹۵
[2] الدر المنظم، صفحہ ۹۵

فرشتے تمہارے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں جو شخص تمہاری طرح محفل میلاد کرے گا وہ تیری طرح نجات پائے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور ذکر رسول ﷺ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یحکی عن التورته قال نجد مکتوباً محمد رسول الله عبدی المختار لافظ ولاغلیظ ولاسخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر مولده بمکة وهجرته بطیبة وملکه بانسام[1]

ہم رسول ﷺ نعت توریت شریف میں یوں پاتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ کج خلق نہ سخت طبیعت نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے لیکن معاف فرمانے والے جائے پیدائش مکہ ہجرت گاہ مدینہ طیبہ اور ملک ان کا شام ہے۔

حضرت عطاء بن یسار کا نعت سننا

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں۔

قال لقیت عبدالله بن عمر وبن العاص اخبرنی عن صفة رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فی التورته قال اجل والله انه لموصوف فی التورته ببعض صفته فی القرآن

میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کی میں نے انہیں کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کی نعت سناؤ جو توریت میں ہے تو انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم آپ کی بعض وہ صفات توریت میں ہیں جو صفات قرآن میں ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف' جلد ۲' صفحہ ۵۱۴

صحابہ کرام اور ذکر انبیاء علیہم السلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیاء کے درجات وکمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔

قال بعضهم ان الله اتخذ ابراهيم خليلا وقال آخر موسى كلمة تكليما وقال آخر فعيسىٰ كلمة الله وروحه وقال آخر آدم اصطفاه الله

ان میں سے ایک نے کہا ابراہیم خلیل اللہ ہیں دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں ایک اور نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں ایک نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔

اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا اس کو میں نے سنا ہے اور یہ تمام حق ہے اور سنو۔

انا حبيب الله ولا فخر[1]

میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

حضرت حسان بن ثابت کا ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ

حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں۔

واحسن منك لم ترقط عينى — واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبراء من كل عيب — كانك قد خلقت كما تشاء

آپ سا حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ جیسا جمیل کسی ماں نے نہیں جنا آپ تمام عیوب سے منزہ پیدا کئے گئے گویا کہ آپ کو پیدا کیا گیا جیسا آپ نے چاہا۔

[1] مشکوٰۃ شریف، جلد ۲، صفحہ ۵۱۳

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کے بعد آپ سوچئے اگر انبیاء کا تذکرہ کرنا اور ان کی ولادت کے واقعات کو بیان کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا یہ سب کام ممنوع ہوتے تو حضور علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرماتے بلکہ آپ نے صحابہ کرام علیہ السلام کو بشارتیں دی ہیں اور خود بھی شریک ہوئے پھر بھی اگر کوئی شخص یہ اصرار کرے کہ میلاد النبی کا کوئی ثبوت نہیں تو اسے اپنی آنکھوں سے بغض وعناد کی پٹی اتار کر قرآن وسنت کا مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ اس کا دل حق کو قبول کرے۔

اکابرین امت اور محافل میلاد

قرآن وحدیث کے بعد فقہائے کرام نے فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع امت قرار دیا ہے اس سلسلے میں جو شخصیات مسلمہ ہیں ان کی رائے کو زیادہ اہمیت دی گئی کسی زمانے میں تمام مجتہدین اور علماء کا کسی فیصلے پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن

جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اب مقتدر آئمہ ومحدثین کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں جنہوں نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت واہمیت اور اس کے فیوض وبرکات کو ثابت کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ کیلئے اپنی جامع میں باقاعدہ عنوان ذکر کیا "باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اگر ذکر ولادت مصطفیٰ جائز نہ ہوتا تو امام ترمذی جیسے عظیم محدث کبھی بھی اس بات کو ذکر نہ کرتے یا کم از کم بعد میں آنے والے محدثین اس کا رد ضرور فرماتے امام

ترمذی کے اس باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی میلاد النبی کا موضوع لوگوں میں عام تھا اور وہ اسے جائز جانتے تھے[1]۔

امام قسطلانی

مواہب اللدنیہ میں محفل میلاد النبی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

لازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده ﷺ ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه انواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقراة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاة كل فضل عظيم ومما جرب من خواصه انه امان في ذالك العام وبشرى عاجله بنيل المرام البغية والمرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة على من في قبله مرض واعيىٰ داء[2]

اہل اسلام ہمیشہ سے ربیع الاول میں محفل میلاد کرتے ہیں کیونکہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کا مہینہ ہے اور اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال کی کثرت کرتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کے میلاد شریف کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کو حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کے مجرب خواص میں سے ہے کہ وہ سال امن سے گزرتا ہے اور اپنے مطلب و مقصد کے جلدی حصول کیلئے یہ ایک بشارت ہے پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس شخص پر جس نے میلاد النبی ﷺ کے مبارک مہینہ کی راتوں کو عید بنایا تا کہ شدت ہو ایسے شخص پر جس کے دل میں بغض و عناد ہے۔

امام جلال الدین سیوطی

[1] جامع ترمذی' جلد۲' صفحہ۲۰۲

[2] زرقانی علی المواہب' جلد۱' صفحہ۲۶۱

میلاد شریف کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فیستحب لنا اظهار الشکر بمولده بالاجتماع واطعام الطعام ونحو ذالك من وجوه القربات واظهار المسرات[1]

ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم شکر کا اظہار کریں میلاد شریف پر اجتماع کر کے کھانا کھلا کر اور دیگر وجوہ قربات کے اظہار کے ساتھ خوشی کے اظہار کے ساتھ۔

علامہ اسماعیل حقی

تفسیر روح البیان میں محمد رسول اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ومن تعظیمه عمل المولد اذا لم یکن فیه منکر قال الامام سیوطی یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیه السلام[2]

میلاد شریف کا انعقاد کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے جبکہ بری باتوں سے خالی ہو حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں "ہم کو حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے"۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

لازال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن العظام یحتفلون فی شهر مولده ﷺ وشرف وکرم بعمل الولائم البدیعة والمطاعم المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون المسرات ویزیدون فی المبرات بل یعتنون بقراة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاة کل فضل عمیم[1]

مسلمان ہمیشہ سے تمام بڑے شہروں اور ان کے اطراف واکناف میں حضور

[1] الحاوی للفتاویٰ' جلد ا' صفحہ ۱۹۶

[2] روح البیان جلد ۹' صفحہ ۵۶

ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں محافل کا اہتمام کرتے ہیں جو فرحت و سرور سے بھرپور ہوتی ہے اس کی راتوں میں مختلف قسم کے صدقات کر کے اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ کر کے اللہ کی رحمت اور اس کا فضل حاصل کرتے ہیں۔

حافظ شمس الدین دمشقی

اپنی کتاب مورد الصادی فی مولد الھادی میں فرماتے ہیں۔

اذا کان ھذا کافر جاء ذمہ — وتبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائما — یخفف عنہ للسرور باحمد
وما الظن بالعبد الذی کان عمرہ [1] — باحمد مسرورا ومات موحدا

ایک کافر جس کی مذمت میں سورۃ تبت یداہ نازل ہوئی اور وہ تا ابد جہنم میں رہے گا اس کے متعلق ہے کہ حضور ﷺ کے میلاد پر مسرت کی برکت سے ہر پیر والے دن اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو کیا خیال ہے اس شخص کے متعلق جو ساری عمر حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتا رہا اور حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

سیّد احمد زینی دحلان مکی

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب کے تحت فرماتے ہیں۔

ومن تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البرفان ذلک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد

---

1. المورد الروی صفحہ ۲۶
2. الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۱۹۷

أفردت مسئلة المولد وما يتعلق بها بالتاليف واعتنى بذلك كثير من العلماء فالفوا فى ذلك مصنفات مشهونة بألادلة والبراهين[1]

حضور ﷺ کی تعظیم ہے کہ حضور ﷺ کی شب ولادت پر خوشی کرنا مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا حاضرین کو کھانا کھلانا اور جو کچھ لوگ نیک کام کرتے ہیں یہ سب رسول ﷺ کی تعظیم ہے اور یہ مسئلہ میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے کہ کثیر علماء نے اس کا اہتمام کیا اور اس مسئلہ پر دلائل و براہین سے بھرپور کتابیں تصنیف فرمائیں۔

ابوطیب محمد بن ابراہیم

امام جلال الدین سیوطی ناصر الدین محمود بن العماد کے حوالے سے ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

كان يجوز بالمكتب فى اليوم الذى فيه ولد النبى ﷺ فيقول يا فقيه هذا يوم السرور اصرف الصبيان[2]

وہ عید میلاد النبی ﷺ کے دن ایک مکتب کے پاس سے گزرے تو وہاں کے استاد کو فرمایا اے فقیہ آج خوشی کا دن ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو۔

علامہ ابن عابدین شامی

شرح المولد لابن حجر میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے میلاد شریف کو سننے کیلئے جمع ہونا اعظم عبادات سے ہے کیونکہ میلاد شریف میں رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود پڑھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور آپ کے ذکر سے محبت کے قرب کا

1۔ الدرر السنیہ صفحہ ۱۸

2۔ الحاوی للفتاوی جلد ا، صفحہ ۱۹۷

ذریعہ ہے۔[1]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کی نامور شخصیت عارف باللہ سیدنا شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں۔

درنفس قرآن خواندن بصوت حسن ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف وتغییر حروف قران است والتزام رعایت مقامات نغمہ وتردید صوت بآن بطریق الحان باتصفیق مناسب آن کہ درشعر نیز غیر مباح است اگر برنہج خوانند کہ تحریف درکلمات قرآنی واقع نشود ودر قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد وآنرا ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع[2]

اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے منع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف میں تبدیلی وتحریف کی جائے اور الحان کے طریق پر آواز پھیرنا اور ان کے ساتھ تالیاں بجانا جو شعر میں بھی ناجائز ہیں اگر ایسے طریقے سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو صحیح غرض سے تجویز کریں تو کون سا امر مانع ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

شیخ محقق مدارج النبوت میں ابولہب کے متعلق لونڈی آزاد کرنے کا واقعہ نقل فرما کر لکھتے ہیں۔

اس میں میلاد کرنے والوں کیلئے سند ہے جو کہ مال بھی خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کہ کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن پاک میں ایک سورۃ نازل ہوئی اسے میلاد حضورﷺ پر خوشی کرنے اور ثویبہ کا دودھ خرچ کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ

---

[1] بحوالہ شرح صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۸۳

[2] مکتوبات شریف جلد ۳

نے جزاء عطا فرمائی ہے تو اس مسلمان کی جزا کا اندازہ فرمائیں جو حضور اکرم ﷺ سے محبت بھی کرتا ہے خوشی بھی مناتا ہے اور اپنا مال بھی نچھاور کرتا ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

میں مکہ معظمہ میں نبی ﷺ کے مقام ولادت پر حاضر ہوا یہ آپ کی ولادت مبارک کا دن تھا اور لوگ وہاں جمع تھے اور آپ پر درود و سلام پڑھ رہے تھے اور آپ کی ولادت پر آپ کی بعثت سے پہلے جو معجزات اور خوارق ظاہر ہوئے ان کا ذکر کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا اس موقعہ پر یکبارگی انوار روشن ہوئے میں نے توجہ کی تو مجھے ان فرشتوں کا فیض اثر نظر آیا جو اس قسم کے مقامات اور اس نوع کی مجالس پر موکل ہوتے ہیں اس مقام پر میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار بھی انوار رحمت کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔[2]

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بڑے احسن انداز میں میلاد النبی ﷺ بیان کیا اور مخالفین میلاد پر چوٹ بھی کی فرماتے ہیں۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ حضرت فخر آدم سرور عالم ﷺ کی ولادت شریف

---

1. مدارج النبوت اُردو جلد ۲ صفحہ ۲۵
2. فیوض الحرمین صفحہ ۱۱۵

کا ذکر بذات خود دنیا و آخرت کی خیر و برکت کا باعث ہے۔[1]

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔[2]

ابن تیمیہ کا نظریہ

غیر مقلدین کے پیشوا لکھتے ہیں۔ وکذالك ما یحدثه بعض الناس اما مضاهاة النصاری فی میلاد عیسیٰ علیه السلام واما محبته للنبی صلی الله علیه وآله وسلم قد یثیبهم علی هذه المحبة والاجتهاد[3]

بعض لوگ جو محفل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں ان کا مقصد عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد میں یا حضور پاک ﷺ کی محبت و تعظیم مقصد ہے تو اللہ تعالیٰ حضور کی محبت پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ بلاد اسلامیہ میں یوم میلاد منانے کا مقصد سوائے محبت رسول ﷺ کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی

غیر مقلدین کے نامور عالم دین کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

اس میں کیا برائی ہے اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کرلیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت دل و ہدی و آنحضرت ﷺ کا کریں پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں۔[1]

---

[1] فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۵

[2] ایضاً صفحہ ۱۰

[3] اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۲۴۹

اس عبارت کو بار بار پڑھ کر سوچئے کیا صدیق حسن خان اقرار نہیں کر رہے کہ میلاد النبی ﷺ منانا باعث برکت ہے اسی لئے تو اس کو لازمی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں ہر ماہ اس کا التزام کرلیں آگے چل کر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں[2]۔

ناظم اعلیٰ دیوبند اور محفل میلاد

مولانا عبداللہ جو قاسم نانوتوی کے داماد ہیں فرماتے ہیں۔

مولانا محمد قاسم ناظم مدرسہ دیوبند کی زبانی کرۃ مرۃ سنا گیا ہے کہ ذکر ولادت باسعادت موجب خیر و برکت ہے اور خاص مولانا بھی بعض جگہ مجلس میلاد میں شریک ہوئے چنانچہ پیر جی واجد علی دیوبندی جو مولانا کے مرید اور مولود خوان ہیں اس امر کے شاہد ہیں[3]۔

قرآن و سنت کے حوالہ جات اور اتنے جلیل القدر علماء کی آراء سامنے آجانے کے بعد اگر کوئی شخص حق کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے میلاد النبی تمام اہل اسلام کے ہاں ایک مستحسن عمل ہے اب معترض کو سوچنا چاہیے کہ اس کے قول عید میلاد النبی ﷺ ایک کذاب شخص کی ایجاد ہے' اس کی زد میں کون کون سے لوگ آتے ہیں۔

جہاں تک ڈھول بجانے کا تعلق ہے تو معترض زیادہ نہیں کم از کم اہلسنّت کے معتبر علماء کی کتب میں سے کسی ایک کتاب سے یہ حوالہ دکھا دے جس میں یہ کہا گیا ہو

---

1. الشمامۃ العنبریۃ صفحہ ۵
2. ایضاً صفحہ ۱۲
3. الدر المنظم صفحہ ۱۵۵

کہ عید میلاد النبی کے جلوس اور محافل میں ڈھول بجانا یا دھمال ڈالنا ضروری ہے بلکہ شیخ محقق میلاد شریف کی فضیلت کے بعد لکھتے ہیں۔

چاہیے کہ اس مولود شریف کے انعقاد میں وہ بدعات نہ ہوں جو لوگوں نے وضع کرلی ہیں۔ مثلاً گانا بجانا ممنوع آلات موسیقی اور وہ امور جن کی ممانعت ہے[1]۔

علامہ اسماعیل حقی

فرماتے ہیں۔ میلاد شریف کا انعقاد کرنا تعظیم رسول سے جبکہ بری باتوں سے خالی ہو[2]۔ اس کے علاوہ امام زرقانی نے بھی ایسے منکرات سے منع کیا ہے۔

اگر کوئی شخص ہوائے نفس یا جہالت کی وجہ سے ایسے ممنوعہ افعال کرتا بھی ہے تو اسے ان باتوں سے منع کیا جائے گا نہ کہ اس کے اس فعل کی وجہ سے میلاد شریف پر بدعت کا فتویٰ لگایا جائے گا آج تک ایسا نہیں ہوا کہ جو لوگ نماز میں تغیر وتبدل کرتے ہیں ان کی وجہ سے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ نماز پڑھنا ہی ناجائز ہے۔

کھانا کھلانا

پہلے صفحات میں امام جلال الدین سیوطی کے حوالے سے نقل کیا جاچکا ہے کہ خود رسول کائنات نے اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کیلئے جانور ذبح کیے اور آئمہ کے اقوال سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے مقدس مہینے میں صدقات کرکے نیکیاں حاصل کرتے ہیں اور قرآن وحدیث میں صدقہ کی بہت فضیلت وارد ہوئی۔

---

[1] مدارج النبوت اُردو جلد ۲ صفحہ ۲۵
[2] روح البیان جلد ۹ صفحہ ۵۶

جھنڈے لہرانا

امام قسطلانی ابونعیم کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔

فکشف الله عن بصری فرأیت مشارق الارض ومغاربها ورایت ثلاثة اعلام مضروبات علماً بالمشرق و علماً بالمغرب وعلماً علی ظهر الکعبة فاخذنی المخاض فوضعت محمداً فنظرت الیه فاذا هو ساجد[1]

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے میری نظروں سے حجابات دور کر دیئے اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں تھا اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر لگایا ہوا تھا اور مجھے درد زہ ہوا۔ پس میں نے حضور ﷺ کو جنا اور میں نے انہیں سجدہ میں پڑے ہوئے دیکھا۔

حضرت بریدہ کا جھنڈا لہرانا

شیخ محقق فرماتے ہیں جب آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کے تشریف لائے راستے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور وہ اسلام لے آئے اس کے بعد جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حضرت بریدہ نے عرض کی جب آپ مدینہ طیبہ داخل ہوں تو آپ کے ساتھ ساتھ جھنڈا بھی ہونا چاہیے پھر حضرت بریدہ نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور نیزے پر باندھ کر آپ کے آگے آگے چل پڑے[2]۔

حضرت ابوالعاص کی والدہ کا بیان

امام قسطلانی بیہقی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔

---

1. زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۲۱۱
2. مدارج النبوت اُردو جلد ۲ صفحہ ۹۲

لما حضرت ولادة رسول الله ﷺ رأيت البيت حين وقع قد امتلاء نوراً و رأيت النجوم تدنو حتى ظننت انها ستقع علی[1]

میں آپ کی ولادت کے وقت موجود تھی میں نے دیکھا کہ آپ کا گھرانہ انوار سے معمور ہوگیا اور میں نے ستارے گھر کے اتنے قریب دیکھے مجھے گمان ہوا کہ عنقریب مجھ پر گر جائیں گے۔

آمد مصطفیٰ ﷺ پر جلوس اور اظہار مسرت

سرکار دو عالم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے والہانہ انداز میں استقبال کیا اس اظہار محبت کو امام مسلم کی زبانی سنیے۔

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدام في الطرق ينادون يامحمد يارسول الله يا محمد يارسول الله[2]

مرد اور عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے لڑکے اور غلام راستوں میں پھیل گئے اور ہر طرف یا محمد یارسول اللہ ﷺ یا محمد یارسول اللہ ﷺ کے نعروں کی گونج سنائی دینے لگی۔

امام بخاری کے الفاظ میں بھی لوگوں کی فرحت و مسرت کا اندازہ کیجئے۔ فرماتے ہیں۔

ثم قدم النبي ﷺ اهل المدينة فرحو بشي فرحهم برسول الله صلى الله عليه وسلم[1]

پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ اتنے خوش تھے کہ

---

[1] زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۱۱۸

[2] مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۴۱۹

پہلے کبھی نہ ہوئے۔

جب فرشتوں نے حضور سید دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں مشرق و مغرب میں جھنڈے لہرائے کعبۃ اللہ بھی مولد شریف کی طرف جھکا حضرت آمنہ کی خدمت میں انبیائے کرام نے مبارک بادیاں پیش کیں اور ہجرت کے وقت صحابہ کرام نے خوشی کا اظہار کیا جلوس کی صورت میں استقبال کیا انہوں نے آمد مصطفیٰ پر جھنڈے بھی لہرائے یارسول اللہ ﷺ کے نعرے لگائے اور یہ سب کچھ رسول کائنات کی موجودگی میں ہوا اور آپ نے اس سے منع فرمایا تو آج کیا وجہ ہے کہ غلامان مصطفیٰ جب وہی کام کریں تو ان پر شرک و بدعت کے جھنڈے لگائے جاتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ دل میں چھپے ہوئے بغض و عناد کو ظاہر کیا جاتا ہے ورنہ ایک مسلمان کیلئے تو یہ مستحسن عمل ہے کہ وہ ولادت مصطفیٰ پر خوشی کا اظہار کرے۔ معترض کا اگلا سوال کہ میلاد النبی کی ابتداء کرنے والا شخص بے دین اور عیاش تھا اور میلاد النبی ﷺ پر کتاب لکھنے والا شخص دنیا پرست اور کذاب مولوی تھا معترض نے یہ بات ابن خلکان کے حوالے سے لکھی اور ابن خلکان پر بہت بڑا افتراء باندھا اور تاریخ کا انتہائی بدترین جھوٹ بولا۔

ابن خلکان حافظ ابن دحیہ کا تعارف لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

کان ابوالخطاب من اعیان العلماء مشاهیر الفضلاء متقنا لعلم الحدیث النبوی وما یتعلق به عارفا بالنحو واللغة وایام العرب واشعارها واشتغل بطلب الحدیث فی اکثر بلاد الاندلس الاسلامیة[2]

ابوالخطاب (ابن دحیہ) نہایت ہی جید عالم اور مشاہیر فضلاء سے تھے وہ علم حدیث نبوی اور اس کے متعلقات کے ماہر تھے علم نحو لغت ایام العرب اور ان کے

---

1. بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۵۸

2. وفیات الاعیان جلد ۳ صفحہ ۴۴۹

شعار سے خوب واقف تھے اسلامی اندلس کے اکثر شہروں میں طلب حدیث میں مشغول رہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے بھی ابن خلکان کے حوالے سے ابن دحیہ کا یہی تعارف نقل فرمایا کان من اعیان العلماء ومشاهير الفضلاء

مظفر ابوسعید اور محفل میلاد

مظفر ابوسعید وہ پہلا حکمران ہے جس نے سرکاری سطح پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منایا اس بادشاہ کے متعلق امام جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں۔

صاحب اربل الملك المظفر ابوسعيد كوكبرى بن زين الدين احد الملوك الامجاد والكبراء الاجواد و كان له آثار حسنة[1]

اربل کا بادشاہ مظفر ابوسعید کوکبری بن زین صاحب شرافت اور انتہائی سخی بادشاہوں میں سے ایک ہے اور اس کیلئے بہت اچھے آثار ہیں۔

مظفر ابوسعید کے متعلق ابن خلکان کا بیان

واما احتفاله بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو ان اهل البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فيه فكان فی كل سنة يصل اليه من البلاد القريبة من اربل مثل بغداد والموصل والجزيرة وسنجار و نصيبين وبلاد العجم وتلك النواحی خلق كثير من الاعلام والصوفية والوعاظ والقراء والشعراء[2]

مظفر ابوسعید ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اور لوگ نہایت حسن واعتقاد کے ساتھ اس محفل میں شامل ہوتے اور ہر سال لوگ قریبی شہروں سے اربل آتے مثلاً بغداد موصل جزیرۃ سنجار نصیبین اور بلاد عجم وغیرہ سے لوگ شرکت کرتے اور

[1] الحاوی للفتاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹

[2] جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۲۹۲

اس میں علماء صوفیاء واعظین قراء اور شعراء کی بہت بڑی تعداد شامل ہوتی۔

عجیب بات ہے کہ اس وقت علماء اور فضلاء مظفر ابوسعید کی محفل میلاد میں ادب کے ساتھ شرکت کریں اور انہیں اس حاکم وقت میں کوئی عیب نظر نہ آئے اور اتنے عرصے کے بعد ایک شخص اٹھ کر اس حاکم کو عیاش۔ بددین جیسے الفاظ کے ساتھ پکارے اپنے دل سے انصاف طلب کیجئے۔

حافظ ابن کثیر

ابن کثیر مظفر ابوسعید کے متعلق لکھتے ہیں۔

کان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالا هائلا وکان شهما شجاعا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واکرم مثواه قال وقد صنف له الشیخ ابوالخطاب بن دحیة مجلدا فی المولد النبوی سماه التنویر فی مولد البشیر النذیر فاجازه علی ذلك بالف دینار[1]

وہ (بادشاہ مظفر ابوسعید) ربیع الاول شریف میں ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتے اور وہ بہت بہادر اور جرأت مند عاقل عادل حاکم تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے کہنے پر شیخ ابوالخطاب بن دحیہ نے میلاد شریف پر ایک کتاب تصنیف فرمائی اس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر رکھا تو اس نے انہیں ایک ہزار دینار ہدیہ کیا۔

سبط ابن جوزی

مراۃ الزمان میں رقمطراز ہیں۔

حکت زوجته ربیعة خاتون بنت ایوب اخت الملك الناصر صلاح الدین أن قمیصه کان من کرباس غلیظ لا یساوی خمسة دارهم قالت

[1] الحاوی للفتاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹

فعاتبته في ذلك فقال لبسي ثوبا بخمسة واتصدق بالباقي خير من أن ألبس ثوبا مثمنا وأدع الفقير والمسكين[1]

اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان صلاح الدین کی بہن ہے بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند کی قمیص موٹے کھدر کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے کم تھی میں نے ان سے بات کی تو اس نے کہا میرا پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ کر دینا اس سے زیادہ اچھا ہے کہ میں قیمتی لبس پہنوں اور فقراء مساکین کو چھوڑ دوں۔

یہ عبارات ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ حافظ ابن دحیہ ایک جید عالم دین تھے اور مظفر ابوسعید ایک نہایت مفتی اور رحم دل بادشاہ تھے لیکن کیا کیا جائے اس متعصب شخص کا جو صرف اور صرف ہٹ دھرمی کی بنیاد پر ان کو ظالم عیاش دنیا پرست اور کذاب جیسے القاب سے پکارے ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ ایک عالم دین نے حضور سید دو عالم ﷺ کے فضائل وشمائل پر کتاب لکھی اور ایک نیک دل بادشاہ نے ان کو ہزار دینار نذرانہ پیش کیا تو متعصب لوگوں نے صرف عید میلا دالنبی ﷺ کی دشمنی میں ان کو اتنے برے الفاظ کے ساتھ پکارا اور تاریخ کا انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ خون کیا اور انتہائی بددیانتی پر اتر آئے ایسے شخص کو انتظار کرنا چاہیے اس وقت کا جب حقائق سامنے آجائیں گے۔

سید المرسلین ﷺ کا یوم ولادت

معترض لکھتا ہے امام الانبیاء کی تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے کسی نے ۸ کسی نے ۱۲۔۱۱۔۹ ربیع الاول لکھا ۱۲ ربیع الاول آپ کی وفات کا دن ہے سرکار مدینہ ﷺ کی تاریخ ولادت میں جس طرح اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح تاریخ

[1] الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۱۹۰

وفات میں بھی اختلاف ہے معترض نے تاریخ ولادت کا اختلاف تو نقل کیا لیکن تاریخ وفات کا اختلاف ہضم کر گیا۔ کیونکہ اس سے معترض کا مدعا ثابت نہ ہوتا۔

حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

عن جابر وابن عباس انهما قال ولد رسول الله ﷺ عام الفيل يوم الاثنين الثاني عشر شهر ربيع الاول[1]

حضرت جابر اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کی ولادت باسعادت بروز پیر بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔

امام ابن اسحاق

مشہور سیرت نگار ابن ہشام ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين لاثنتي عشر ليلة خلت من ربيع الاول عام الفيل[2]

رسول ﷺ بروز پیر بارہ ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

امام قسطلانی

مواہب میں ابن اسحاق ہی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔

والمشهور انه ولد يوم الاثنين ثاني عشر ربيع الاول وهو قول ابن اسحاق وغيره[3]

اور مشہور یہ ہے کہ آپ کی پیدائش بارہ ربیع الاول کو ہوئی یہ ابن اسحاق کو ہوئی یہ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ

[2] السیرت النبویہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

[3] زرقانی علی المواہب جلد ۱

ابن سید الناس کا قول

ولد سیدنا ونبینا محمد رسول الله ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشر لیلة مضت من شھر ربیع الاول عام الفیل[1]

ہمارے نبی اور سردار محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش بروز پیر بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

حضور کی ولادت باسعادت کے متعلق رقمطراز ہیں۔

بارہ ربیع الاول والاقول اشہر و اکثر ہے اور اہل مکہ کا جائے ولادت شریفہ کی زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ اس کے آداب و اضاع ہیں ادا کرنے میں اسی قول یعنی بارہویں رات اور پیر کے دن پر عمل ہے[2]۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی

غیر مقلدین کے عالم دین بھی بارہ ربیع الاول والے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

(ولادت شریفہ مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ۔ شب دوازدہم ربیع الاول عام فیل کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے)[3]

مفتی محمد شفیع دیوبندی

سیرت خاتم الانبیاء میں رقمطراز ہیں۔

---

1. عیون الاثر جلد ۱ صفحہ ۳۹
2. مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۹
3. الشمامة العنبریة صفحہ ۷

اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں اختلاف ہے چار اقوال مشہور ہیں دوسری آٹھویں دسویں بارھویں مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیا کیا گیا[1]۔

کیا بارہ ربیع الاول یوم وفات ہے؟

سرکار ﷺ کے وصال کے بارے میں صحابہ کرام سے چار قسم کی روایتیں منقول ہیں۔

۱) ۱۲ ربیع الاول یہ روایت حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے۔

۲) ۱۰ ربیع الاول یہ روایت عبداللہ بن عباس کی طرف منسوب ہے۔

۳) ۱۵ ربیع الاول حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے۔

۴) ۱۱ رمضان المبارک یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہے۔

پہلی روایت کہ جس میں وفات نبوی ۱۲ ربیع الاول کو بتائی گئی اس کی سند میں محمد بن عمر واقدی ایک مروی ہے جس کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ امام علی بن مدینی امام ابوحاتم الرازی اور نسائی نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ واقدی اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا امام یحییٰ بن معین نے کہا واقدی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا واقدی کذاب ہے حدیثوں میں تبدیلی کر دیتا تھا بخاری اور ابوحاتم رازی نے کہا واقدی کہ حدیثیں تحریف سے محفوظ نہیں ذہبی نے کہا واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر ائمہ جرح و تعدیل کا اجماع ہے لہٰذا بارہ ربیع الاول والی روایت پایہ اعتبار سے بالکل ساقط ہے اور اس قابل ہی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے روایت نمبر ۲ کی سند میں ایک راوی سیف بن عمر ضعیف ہے اور دوسرا راوی محمد

[1] سیرت رسول اکرم صفحہ ۳۷

بن عبید اللہ متروک ہے روایت نمبر ۳۔۴ کی سند نا معلوم ہے۔

البتہ اجل تابعین ابن شہاب زہری سلیمان بن طرخان اور سعد بن ابراہیم زہری وغیرھم سے سندوں کے ساتھ یکم دوم ربیع الاول کو تاریخ وفات منقول ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی رائے

مشہور دیوبندی مورخ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ کے حاشیے میں لکھتے ہیں۔

یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسی بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے امام سہیلی نے روض الانف میں اسی کو اقرب الی الحق لکھا ہے اور سب سے پہلے امام مذکور نے ہی دایۃ اس نکتہ کو دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً نا قابل قبول ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں روز وفات دوشنبہ کا دن تھا اور اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجہ دس ہجری کی نویں تاریخ کو جمعہ تھا ۱۰ھ ذی الحجہ روز جمعہ سے ۱۱ھ ۱۲ ربیع الاول تک حساب لگاؤ تو کسی بھی صورت ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ قطعاً غلط ہے۔

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں۔

اس لئے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے ابو نعیم نے دلائل میں بسند یکم ربیع الاول تک تاریخ وفات نقل کیا ہے[1]۔

اس مذکورہ گفتگو کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر چہ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن جمہور علماء کا یہی موقف ہے کہ آپکی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور اہل مکہ کے معمولات بھی اس بات پر شاہد ہیں لیکن اس کے

---

[1] سیرت النبی جلد ۲ صفحہ ۴۔۱۰۳

باوجود بھی اگر یہی دعویٰ ہو کہ ۱۲ ربیع الاول وفات نبوی کا دن ہے تو اس کے بارے میں صرف اتنا سہی کہا جاسکتا ہے کہ

؎ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

یوم میلاد اور یوم وصال دونوں باعث برکت ہیں

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ کی تاریخ وصال ۱۲ ربیع الاول ہے تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ۱۲ ربیع الاول کو سرکار کی ولادت کی خوشی نہ منائی جائے کیونکہ سرکار کی ولادت اور وصال دونوں امت کیلئے باعث رحمت ہیں۔

امام مسلم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔

عن النبی ﷺ قال ان اللہ عزوجل اذا اراد رحمۃ امۃ من عبادہ قبض نبیھا قبلھا فجعلہ لھا فرطا وسلفا بین یدیھا واذا اراد ھلکۃ امۃ عذبھا ونبیھا حی فاھلکھا وھو ینظر فاقر عینہ بھلکتھا حین کذبوہ وعصوا امرہٗ[1]

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اس امت سے پہلے اس نبی کو اٹھا لیتا ہے اور اس نبی کو اس امت کیلئے اجر اور پیش رو بنا دیتا ہے جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس نبی کی زندگی میں اس امت کو ہلاک کر کے اپنے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے کیونکہ انہوں نے اس نبی کی تکذیب اور اس کی نافرمانی کی۔

اس حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے وصال کو بھی رحمت قرار دیا اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس امت کیلئے حضور ﷺ کو شفیع بنا دیا۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ کا میلاد اور وصال دونوں امت کیلئے رحمت ہیں تو جو رحمت بڑی ہو خوشی اسی کی کرنی چاہیے تو لازمی بات ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت نعمت عظمیٰ

---

[1] مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۴۹

ہے کیونکہ دوسری رحمت تو اس کے صدقے سے حاصل ہوئی اور پھر وصال کے بعد حزن کی وضاحت سرکار مدینہ علیہ التحیۃ والثناء نے خود فرما دی۔

حضرت ام حبیبہ

انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول علی المنبر لایحل لامراۃ تومن باللہ والیوم الآخر تحد علی میت فوق ثلث الاعلی زوج اربعۃ اشھر وعشرا[1]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

اب اگر بارہ ربیع الاول کو سوگ منائیں کہ یہ سرکار کے وصال کا دن ہے تو فرمان خدا اور فرمان رسول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے کیونکہ ولادت کی خوشی نہ منا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کیا اور غم کی صورت میں حدیث رسول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ پھر ہم اتنا سوچیں کہ انبیاء کے وصال کی کیفیت کیا ہوتی ہے حضور ﷺ کی نبوت تو تاقیامت جاری ہے آپ کا فیضان اپنی امت پر اسی طرح برقرار ہے شفقت و رحمت بھی اسی طرح قائم ہے بس اتنا ہے کہ آپ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہو گئے ورنہ وہاں نہ تو وصال ہے نہ وفات خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[1]

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسم کو حرام فرما دیا ہے اللہ کے نبی زندہ ہیں اور روزی دیے جاتے ہیں۔

---

[1] مسلم شریف جلد ا صفحہ ۴۸۶

امام جلال الدین سیوطی

ایک ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں میلاد شریف پر خوشی کرنی چاہیے یا وصال پر غم فرماتے ہیں۔

قد امر الشرع بالعقيقة عند الولادة وهي اظهار الشكر و فرح بالمولود ولم يامر عند الموت بذبح ولا بغيره بل نهى عن النباحة واظهار الجزع فدلت قواعد الشرعية على انه يحسن في هذا الشهر اظهار الفرح بولادة ﷺ دون اظهار الحزن فيه بوفاته[۲]

شریعت نے ولادت کے وقت خوشی کے اظہار اور عقیقہ کا حکم دیا لیکن موت کے وقت ذبح وغیرہ کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع فزع سے منع کیا پس قواعد شرعیہ دلالت کرتے ہیں کہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔

عیسائیوں اور مسلمانوں کا موازنہ

یہ سرخی دینے کے بعد معترض لکھتا ہے عیسائی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں اور مسلمان بھی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں یہ لکھ کر پھر نصیحت کی کہ امام الانبیاء نے فرمایا جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔ معترض نے یہاں سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے چونکہ عیسائی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں اگر مسلمان بھی اپنے نبی کا میلاد منائیں گے تو یہ ان کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے تو معترض کو سوچنا چاہیے کہ عیسائی روزے رکھتے ہیں کھانا کھاتے ہیں لباس پہنتے ہیں اب اگر عید میلاد النبی ﷺ صرف اس لئے منع ہے کہ عیسائی بھی

۱؎ مشکوۃ شریف جلد ا صفحہ ۱۲۱

۲؎ الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۱۹۳

اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں تو اعتراض کرنیوالوں کو روزے رکھنے سے کھانا کھانے سے اور لباس پہننے سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ ان تمام باتوں میں بھی مشابہت موجود ہے اگر یہ سب کام جائز ہیں تو عید میلاد النبی ﷺ میں ایسی کون سی بات ہے کہ وہ ناجائز ہے۔

حضور ﷺ کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے

بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

قدم النبی ﷺ المدینة فرأی الیهود تصوم یوم عاشوراء فقال ما هذا قالو هذا یوم صالح هذا یوم نجی الله بنی اسرائیل من عدوهم فصامه موسیٰ قال فانا احق بموسی منکم فصامه وامر بصیامه[1]

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کس لئے ہے انہوں نے کہا یہ اچھا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کے دشمنوں سے نجات دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا آپ نے فرمایا ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حق دار ہیں پس آپ نے روزہ رکھا اور روزے کا حکم فرمایا۔

حضرت زید بن ثابت

مشکوٰۃ شریف میں حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

امرنی رسول الله ﷺ ان اتعلم السریانیة وفی روایة انه امرنی رسول ﷺ ان اتعلم کتاب یهود[1]

رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سریانی زبان سیکھوں اور ایک روایت

---

[1] بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۶۸

میں ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں یہود کی خط و کتابت سیکھوں۔[1]
آپ غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے ایک اچھے عمل میں مشابہت سے منع نہیں فرمایا بلکہ حضور ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزے کا حکم بھی ارشاد فرمایا تو اب اس میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے اور حضور ﷺ نے اپنے عمل سے یہ ضابطہ بھی بیان فرمادیا کہ جس دن اللہ کی کوئی نعمت حاصل ہوا سے یادگار کے طور پر مناتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا جائز ہے اگر عمل خیر میں بھی مشابہت سے یہی حکم جاری ہوتا ہے کہ جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے تو معترض کو یہ خیال ہونا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس زمرے میں آتے ہیں بلکہ روزہ تو خود حضور ﷺ نے بھی رکھا اب بھی اگر کوئی میلاد النبی ﷺ کو بدعت ہی قرار دے اور اس پر غصے کا اظہار کرے تو اس کیلئے اکبر الہ آبادی کی رباعی کافی ہے۔

سال و مہ خوش ہیں روز خوش شب خوش
وحشی دشت خوش، مہذب خوش
ہیں غرض آپ کی ولادت سے
ماسوا ابلیس کے سب خوش

برکات میلاد

محدث ابن جوزی اپنی کتاب المیلاد النبوی میں میلاد کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ سے حرمین شریفین اور مصر، یمن، شام اور تمام بلاد عرب کے لوگ محافل میلاد منعقد کرتے ہیں ماہ ربیع الاول کا چاند نظر آتے ہی خوشیاں مناتے ہیں عمدہ لباس پہنتے ہیں غسل کرتے ہیں زیب و زینت کرتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں سرمہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۳۹۹

لگاتے ہیں اور ان ایام میں خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ میسر ہو نقد و جنس وغیرہ سے خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں میلاد مصطفیٰ ﷺ کے سننے اور پڑھنے کا بے شوق سے اہتمام کرتے ہیں اور اس پر اظہار مسرت کی بدولت بہت اجر وثواب اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں محفل میلاد شریف کے مجربات سے یہ بات بھی ہے جہاں یہ محفل منعقد ہوتی ہے وہاں خوب خیر و برکت سلامتی عافیت مال و دولت اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے اولاد پوتوں نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے آبادی اور شہروں میں امن وامان اور گھروں میں محفل کی برکت سے سکون وقرار رہتا ہے۔

حکایت

ابن جوزی یہ بیان کرنے کے بعد ایک نہایت ہی روح پرور اور ایمان افروز واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

بغداد شریف میں ایک شخص ہر سال محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت رہتی تھی جو سخت متعصب تھی ایک دن اس نے بڑے تعجب سے اپنے شوہر سے کہا ہمارے اس مسلمان پڑوسی کو کیا ہو گیا ہے جو ہمیشہ اس مہینے میں اپنی بہت بڑی دولت اور مال و زر فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے اس کے شوہر نے کہا غالباً یہ مسلمان گمان کرتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ اس ماہ میں پیدا ہوئے اور یہ خوشی ان کی ولادت باسعادت کی وجہ سے کرتا ہے اس کا خیال کہ نبی اکرم ﷺ اس خوشی و مسرت سے خوش ہوتے ہیں لیکن یہودیہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور جب رات ہوئی تو وہ سو گئی اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت نورانی شخصیت تشریف فرما ہیں اور اس کے ساتھ اس کے اصحاب کی ایک بہت بڑی جماعت ہے عورت نے یہ دیکھا تو بڑی متعجب ہوئی اور خواب میں ہی ایک صحابی سے پوچھا یہ شخصیت کون ہے جنہیں میں تم سب لوگوں میں سے زیادہ معزز

دیکھتی ہوں انہوں نے فرمایا یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں عورت نے کہا اگر میں ان سے کچھ عرض کروں تو جواب عطا فرمائیں گے صحابی نے فرمایا ہاں تو اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا اور قریب آ کر سلام عرض کر کے کہا یا رسول اللہ ﷺ حضور نے فرمایا اے اللہ کی بندی لبیک اس پر یہودی عورت رو پڑی اور کہنے لگی آپ مجھے اس طرح کیوں نواز رہے ہیں جب کہ میں آپ کے دین پر نہیں ہوں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے اس لئے جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دینے والا ہے اس نے عرض کیا میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

محفل میلاد

پھر اس کی آنکھ کھل گئی وہ اپنے اس خواب سے بے حد مسرور اور انتہائی خوش ہوئی کہ اس نے سید الانام حضور ﷺ کی زیارت کی اور مشرف با اسلام ہوئی اس نے خواب ہی میں عہد کر لیا تھا کہ اگر صبح کی تو اپنا تمام مال و زر صدقہ کر دوں گی اور محفل میلاد منعقد کروں گی پھر جب اس نے صبح کی اور اپنا عہد پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے دیکھا اس کا شوہر بھی نہایت خوش ہے اور اپنا سارا مال قربان کرنے پر تیار ہے اس وقت اس نے شوہر سے کہا بات ہے کہ میں تمہیں ایک نیک ارادے کی طرف راغب دیکھ رہی ہوں یہ کس لئے ہے شوہر نے اپنی عورت سے کہا یہ صدقہ اس ذات گرامی کیلئے جس کے دست مبارک پر تم نے آج رات اسلام قبول کیا عورت نے کہا اللہ تم پر رحم فرمائے تمہیں کس نے میری باطنی حالت پر مطلع کیا اس نے کہا اس ذات کریم نے جس کے دست اقدس پر تیرے بعد میں اسلام لایا عورت نے کہا اللہ تعالیٰ ہی حمد کے لائق ہے جس نے مجھے اور تمہیں دین اسلام پر جمع فرمایا اور ہم دونوں کو شرک و گمراہی سے نکال کرامت محمدیہ میں داخل فرمایا[1]۔

واقعہ ابولہب

ابولہب کی ایک لونڈی ثویبہ نے جب ابولہب کو سرکار مدینہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اجر سے نوازا امام بخاری اپنی کتاب بخاری شریف میں اس واقعہ کو یوں نقل فرماتے ہیں۔

فلما مات ابولهب أريه بعض اهله بشر حيبة قال له ماذا لقيت قال ابولهب لم الق بعد كم غير انى سقيت فى هذه بعتاقتى ثويبة[۲]

جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض اہل کو خواب میں اسے بدترین حالت میں دکھایا گیا انہوں نے ابولہب سے پوچھا کیا ملا تو ابولہب نے کہا تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی سوائے اس کے کہ اس (انگلی) کے ذریعے مجھے پلایا جاتا ہے ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے

جب ابولہب جیسے بدترین کافر کو حضور کی ولادت باسعادت کی خوشی میں اجر ملا تو اس مومن کے اجر کا اندازہ کون کرسکتا ہے جو صدق نیت سے حضور کے میلاد کی خوشی کرے رہا یہ سوال کہ کسی کافر کو اس کے کسی عمل خیر پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔

قَدِمنَآ اِلٰی مَاعَمِلُوا مِن عَمَلٍ فَجَعَلنٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا

جو کچھ کام انہوں نے کئے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات حضور کے خصائص میں سے ہے جس طرح

---

۱ الدر المنظم صفحہ ۱۰۰

۲ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۷۶۴

ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور انہیں اس پر اجر ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لولا انا لکان فی الدرك الاسفل[1]

اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔

اسی طرح سرکار کی ولادت کی خوشی منانے سے ابولہب کو بھی اجر ملا لہٰذا یہ بات آیات قرآنی کے خلاف نہیں اس کے بعد اگر کوئی شخص میلاد نہیں مناتا اور مصطفیٰ پر غمگین ہوتا ہے تو اس کیلئے ابن سید الناس کا قول کافی ہے۔

بلیس لعن الله رنة حین ورنة حین اهبط ورنة ولد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حین انزلت سورة[2]

ابلیس اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا دوسری مرتبہ جب اسے پستی میں گرادیا گیا تیسری مرتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

جمہور مسلمانوں کا عمل

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ بات ثابت ہوگئی جید ائمہ کرام فقہائے امت اور مشائخ عظام نے نہ صرف جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ وہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل میں شریک ہوکر اس کے برکات وانوار سے فیضیاب ہوتے رہے اور عام مسلمانوں کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ ربیع الاول کے مقدس مہینے میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے ہیں مختلف قسم کے صدقات اور عطیات کرکے نیکیاں جمع کرتے ہیں۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

---

[1] جلد ا صفحہ ۱۱۵

[2] عیون الاثر جلد ا صفحہ ۴۰

اتبعو السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار

تم سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

شروع سے لے کر آج تک مسلمان اپنے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کو عمل حسن تصور کرتے ہیں اور اسی میں آخرت کی کامیابی ہے جو مسلمانوں سے علیحدہ ہوا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

آخری گزارش

مخالفین میلاد سے یہ ہے کہ امت پہلے ہی افتراق و انتشار کا شکار ہے اگر آپ کے ہاں خلفائے راشدین کے دن منانا ان پر چھٹی کرنا اور اپنے مدارس کی تمام تقریبات وغیرہ جائز ہیں تو حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنے میں کونسی قباحت ہے اور اگر اس بدامنی اور بے چینی کے دور میں کوئی اپنے آقا کی پاکیزہ یادوں کو سہارا بناتا ہے تو آپ اس پر ناراض کیوں ہوتے ہیں اور محافل میلاد منعقد کرنے والے بھی یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ایسی محافل کو غیر شرعی حرکات سے محفوظ رکھیں تقریبات میں بدنظمی کے بجائے وقار کو ملحوظ خاطر رکھیں ایسی محافل میں باوضو شریک ہوں بھنگڑا رقص اور گانے باجے سے اجتناب کر کے محفل کے تقدس کو بحال رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کی اتباع میں زندگی کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبین

بزرگان دین کا نعتیہ کلام

(تیسرا حصہ) المعروف

میلاد کے ترانے

مرتب: صلاح الدین سعیدی

سنۂ ۱۹۶۵ء

ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور

تقریظ جمیل

مفتی اعظم پاکستان استاذ العلماء مفتی جمیل احمد نعیمی (کراچی)

دنیائے ادب و صحافت کے مہر درخشاں عزیزم صلاح الدین سعیدی آپ جیسے باادب اور عاشق رسول قلم کار' عظیم سرمایہ ہیں۔ مولائے کریم آپ کو نظر بد سے بچاتے ہوئے دین متیں کی مزید خدمت سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ ''بزرگان دین کا نعتیہ کلام''

۱) حصہ اوّل

۲) حصہ دوم

کے بعد اس کام کو مزید بڑھاتے ہوئے حصہ سوم اور حصہ چہارم بھی لا رہے ہیں۔

مولائے کریم اپنے اور اپنے محبوب کے صدقے آپ کو بزرگان دین کا نعتیہ کلام مشتہر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے نیز ہمیں نعت خوانی کے ادب و تقدس کو برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے پیشہ ور نعت خوانوں سے بچائے۔

احقر
جمیل احمد نعیمی

25 محرم الحرام 1429ھ 4 فروری 2008ء
استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نعیمیہ
بلاک نمبر 15 فیڈرل بی ایریا کراچی

سر صبح سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا

پیدائش محبوب کی شادی میں خدا نے
مدت کے گرفتاروں کو زنداں سے نکالا

رحمت کا خزانہ پئے تقسیم گدایاں
اللہ نے تہ خانۂ پنہاں سے نکالا

خوشبو نے عنادل سے چھڑائے چمن و گل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

ہے حسن گلوئے مہ بطحا سے یہ روشن
اب مہر نے سر ان کے گریباں سے نکالا

پردہ جو ترے جلوۂ رنگیں نے اٹھایا
صرصر کا عمل صحن گلستاں سے نکالا

اس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
تاریکیوں کو شام غریباں سے نکالا

اے مہر کرم تیری تجلی کی ادا نے
ذروں کو بلائے شب ہجراں سے نکالا

صدقے ترے اے مردمک دیدۂ یعقوب
یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا

ہم ڈوبنے ہی کو تھے کہ آقا کی مدد نے
گرداب سے کھینچا ہمیں طوفاں سے نکالا

امت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگ جاں سے نکالا

ان ہاتھوں کے قربان کہ ان ہاتھوں سے تم نے
خار رہ غم پائے غریباں سے نکالا

ارمان زدوں کی ہیں تمنائیں بھی پیاری
ارمان نکالا تو کس ارماں سے نکالا

یہ گردن پرنور کا پھیلا ہے اجالا
یا صبح نے سر ان کے گریباں سے نکالا

گلزار براہیم کیا نار کو جس نے
اس نے ہی ہمیں آتش سوزاں سے نکالا

دینی تھی جو عالم کے حسینوں کو ملاحت
تھوڑا سا نمک ان کے نمکداں سے نکالا

قرآں کے حواشی پہ "جلالین" لکھی ہے
مضموں یہ خط عارض جاناں سے نکالا

قربان ہوا بندگی پر لطف رہائی
یوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا

اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بجھتی
کیوں تو نے دھواں سینۂ سوزاں سے نکالا

مدفن نہیں پھینک آئیں گے احباب گڑھے میں
تابوت اگر کوچۂ جاناں سے نکالا

کیوں شور ہے کیا حشر کا ہنگامہ بپا ہے
یا تم نے قدم گور غریباں سے نکالا

لاکھوں ترے صدقے میں کہیں گے دم محشر
زنداں سے نکالا ہمیں زنداں سے نکالا

جو بات لب حضرت عیسیٰ نے دکھائی
وہ کام یہاں جنبش داماں سے نکالا

مونھ مانگی مرادوں سے بھری جیب دو عالم
جب دست کرم آپ نے داماں سے نکالا

کانٹا غم عقبےٰ کا حسنؔ اپنے جگر سے
امت نے خیال سر مژگاں سے نکالا

پرنور ہے زمانہ صبح شب ولادت
پردہ اٹھا ہے کس کا صبح شب ولادت

جلوہ ہے حق کا جلوہ صبح شب ولادت
سایہ خدا کا سایہ صبح شب ولادت

فصل بہار آئی شکل نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبح شب ولادت

پھولوں سے باغ مہکے شاخوں پہ مرغ چہکے
عہد بہار آیا صبح شب ولادت

پژمردہ حسرتوں کے سب کھیت لہلہائے
جاری ہوا وہ دریا صبح شب ولادت

گل ہے چراغ صر صر گل سے چمن معطر
آیا کچھ ایسا جھونکا صبح شب ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا گل میں ہزار گلشن
نشوونما ہے کیا کیا صبح شب ولادت

جنت کے ہر مکاں کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دنیا صبح شب ولادت

دل جگمگا رہے ہیں' قسمت چمک اٹھی ہے
پھیلا نیا اجالا صبح شب ولادت

چٹکے ہوئے دلوں کے مدت کے میل چھوٹے
ابر کرم وہ برسا صبح شب ولادت

بلبل کا آشیانہ چھایا گیا گلوں سے
قسمت نے رنگ بدلا صبح شب ولادت

ارض و سما سے منگتے دوڑے ہیں بھیک لینے
بانٹے گا کون باڑا صبح شب ولادت

انوار کی ضائیں پھیلی ہیں شام ہی سے
رکھتی ہے مہر کیسا صبح شب ولادت

مکہ میں شام کے گھر روشن ہیں ہر نگہ پر
چمکا ہے وہ اجالا صبح شب ولادت

شوکت کا دبدبہ ہے ہیبت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکان کسریٰ صبح شب ولادت

خطبہ ہوا زمیں پر سکہ پڑا فلک پر
پایا جہاں نے آقا صبح شب ولادت

آئی نئی حکومت سکہ نیا چلے گا
عالم نے رنگ بدلا صبح شب ولادت

روح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اڑا پھریرا صبح شب ولادت

دونوں جہاں کی شاہی ناکتخدا دولہن تھی
پایا دولہن نے دولہا صبح شب ولادت

پڑھتے ہیں عرش والے سنتے ہیں فرش والے
سلطان نو کا خطبہ صبح شب ولادت

چاندی ہے مفلسوں کی باندی ہے خوش نصیبی
آیا کرم کا داتا صبح شب ولادت

عالم کے دفتروں میں ترمیم ہو رہی ہے
بدلا ہے رنگ دنیا صبح شب ولادت

ظلمت کے سب رجسٹر حرف غلط ہوئے ہیں
کاٹا گیا سیاہا صبح شب ولادت

ملک ازل کا سرور سب سروروں کا افسر
تخت ابد پہ بیٹھا صبح شب ولادت

سوکھا پڑا ہے ساوا دریا ہوا سماوا
ہے خشک و تر پہ قبضہ صبح شب ولادت

نوابیاں سدھاریں جاری ہیں شاہی آئیں
کچا ہوا علاقہ صبح شب ولادت

دن پھر گئے ہمارے سوتے نصیب جاگے
خورشید ہی وہ چمکا صبح شب ولادت

قربان اے دو شنبے تجھ پر ہزار جمعے
وہ فضل تو نے پایا صبح شب ولادت

پیارے ربیع الاول تیری جھلک کے صدقے
چمکا دیا نصیبہ صبح شب ولادت

وہ مہر مہر فرما وہ ماہ عالم آرا
تاروں کی چھاؤں آیا صبح شب ولادت

نوشہ بناؤ ان کو دولہا بناؤ ان کو
ہے عرش تک یہ شہرہ صبح شب ولادت

شادی رچی ہوئی ہے بجتے ہیں شادیانے
دولہا بنا وہ دولہا صبح شب ولادت

محروم رہ نہ جائیں دن رات برکتوں سے
اس واسطے وہ آیا صبح شب ولادت

عرش عظیم جھومے کعبہ زمین چومے
آتا ہے عرش والا صبح شب ولادت

ہشیار ہوں بھکاری نزدیک ہے سواری
یہ کہہ رہا ہے ڈنکا صبح شب ولادت

بندوں کو عیش شادی اعدا کو نامرادی
کڑکیت کا ہے کڑکا صبح شب ولادت

تارے ڈھلک کر آئے کاسے کٹورے لائے
یعنی بٹے گا صدقہ صبح شب ولادت

آمد کا شور سن کر گھر آئے ہیں بھکاری
گھیرے کھڑے ہیں راستہ صبح شب ولادت

ہر جان منتظر ہے ہر دیدہ رہ نگر ہے
غوغا ہے مرحبا کا صبح شب ولادت

جبریل سر جھکائے قدسی پرے جمائے
ہیں سرو قد استادہ صبح شب ولادت

کس داب کس ادب سے کس جوش کس طرب سے
پڑھتے ہیں ان کا کلمہ صبح شب ولادت

ہاں دین والو اٹھو تعظیم والو اٹھو
آیا تمہارا مولےٰ صبح شب ولادت

اٹھو حضور آئے شاہ غیور آئے
سلطان دین و دنیا صبح شب ولادت

اٹھو ملک اٹھے ہیں عرش و فلک اٹھے ہیں
کرتے ہیں ان کو سجدہ صبح شب ولادت

آؤ فقیر آؤ منہ مانگی آس پاؤ
باب کریم ہے وا صبح شب ولادت

سوکھی زبانو آؤ اے جلتی جانو آؤ
لہرا رہا ہے دریا صبح شب ولادت

مرجھائی کلیو آؤ کملائے پھولو آؤ
برسا کرم کا جھالا صبح شب ولادت

تیری چمک دمک سے عالم جھلک رہا ہے
میرے بھی بخت چمکا صبح شب ولادت

تاریک رات غم کی لائی بلا ستم کی
صدقہ تجلیوں کا صبح شب ولادت

لایا ہے شیر تیرا نور خدا کا جلوہ
دل کر دے دودھ دھویا صبح شب ولادت

سحاب رحمت باری ہے بارھویں تاریخ
کرم کا چشمۂ جاری ہے بارھویں تاریخ

ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارھویں تاریخ
عدو کے دل کو کٹاری ہے بارھویں تاریخ

اسی نے موسم گل کو کیا ہے موسم گل
بہار فصل بہاری ہے بارھویں تاریخ

بنی ہے سرمۂ چشم بصیرت و ایماں
اٹھی جو گرد سواری ہے بارھویں تاریخ

ہزار عید ہوں ایک ایک لحظہ پر قرباں
خوشی دلوں پہ وہ طاری ہے بارھویں تاریخ

فلک پہ عرش بریں کا گمان ہوتا ہے
زمین خلد کی کیاری ہے بارھویں تاریخ

تمام ہوگئی میلاد انبیاء کی خوشی
ہمیشہ اب تری باری ہے بارھویں تاریخ

دلوں کے میل دھلے، گل کھلے، سرور ملے
عجیب چشمۂ جاری ہے بارھویں تاریخ

چڑھی ہے اوج پہ تقدیر خاکساروں کی
خدا نے جب سے اتاری ہے بارھویں تاریخ

خدا کے فضل سے ایمان میں ہیں ہم پورے
کہ اپنی روح میں ساری ہے بارھویں تاریخ

ولادت شہ دیں ہر خوشی کی باعث ہے
ہزار عید سے بھاری ہے بارھویں تاریخ

ہمیشہ تو نے غلاموں کے دل کئے ٹھنڈے
جلے جو تجھ سے وہ ناری ہے بارھویں تاریخ

خوشی ہے اہل سنن میں مگر عدو کے یہاں
فغان و شیون و زاری ہے بارھویں تاریخ

جدھر گیا سنی آواز یا رسول اللہ
ہر ایک جگہ اسے خواری ہے بارھویں تاریخ

عدو ولادت شیطاں کے دن منائے خوشی
کہ عید عید ہماری ہے بارھویں تاریخ

حسن ولادت سرکار سے ہوا روشن
مرے خدا کو بھی پیاری ہے بارھویں تاریخ

مولانا حسن رضا بریلوی ۱۹۰۸ء بریلی شریف

نبی الانبیاء ہیں رحمت و فضل خدا یارو
ہمیں فلیفرحوا فرماتا ہے رب العلیٰ یارو

ہے مطلب عید کا، یوم مسرت کے سوا کیا ہے؟
ہے میلاد النبی کی عید، تو عید علیٰ یارو

مناؤ عید میلاد النبی شان و تجمل سے
کہ خوشیوں کا کوئی موقع نہیں اس سے بڑا یارو

نہ در آئے کوئی مذموم بدعت جشن مولد میں
کہ بدعات سیئہ کا ہے جہنم ہی صلہ یارو

ہم ایام صحابہ بھی عقیدت سے مناتے ہیں
ہم اچھے کام کو ہرگز نہیں کہتے برا یارو

انہیں نفرت ہے میلاد النبی کے جشن سے اتنی
کہ شیطان کی طرح کرتے ہیں واویلا بڑا یارو

بڑا دکھ شیخ نجدی کو ہے اس روشن حقیقت سے
کہ چمکا ہے زمانے بھر میں اسم مصطفیٰ یارو

جو جلتے ہیں میلاد مصطفیٰ کا دیکھ کر چرچا
ہمیں کیا، چاہے ہو جائیں وہ جل جل کر فنا یارو

خدا آباد رکھے مصطفیٰ کے نعت خوانوں کو
بڑے خوش بخت ہیں سرکار کے مدحت سرا یارو

ہے یہ بارہ ربیع الاول کا دن' آج قلب مسلماں بڑا شاد ہے
ہوں عبادات و خیرات و خوشیاں نہ کیوں' چونکہ محبوب کا یوم میلاد ہے

آج کے دن نظر آئے تھے معجزے' خوشیاں غلمانوں حوروں فرشتوں نے کیں
ہوئیں خوشیاں جو آمد سرکار پر جشن میلاد انہی خوشیوں کی یاد ہے

اپنی گلیوں کی خوب صفائیاں کرو اور اپنے گھروں میں چراغاں کرو
چل پتہ جائے کہ دل مسلمان کا اپنے آقا کی الفت سے آباد ہے

جابجا خوبصورت لگیں جھنڈیاں' ہو سجاوٹ مساجد مکانات کی
منظر ہو ایسا دل کش بتائے جو خود کہ یہی پیارا دن عید میلاد ہے

یوم میلاد ہے آج جلسے کرو' کملی والے سے الفت کو ظاہر کرو
ان کی الفت نشانی ہے ایمان کی' ان کی تعظیم ایماں کی بنیاد ہے

ہے کدورت جسے جشن میلاد سے' جس کو بھاتی نہیں مدح سرکار کی
نقص ہے اس کے دین اور ایمان میں' قلب کو اس کے کرتا جو ناشاد ہے

کون سا دن فزوں اس سے خوشیوں کا ہے' سوگ کا دن سمجھتا ہے اس کو وہی
جس کا فانوس ایمان بے نور اور خانۂ دل اس کا برباد ہے

مخفی ہے جس میں اتحاد امت کا راز' شوکت دین و ملت بڑھاتا ہے جو
جو بڑا ہے بزرگی و عظمت میں بھی' وہی سرکار کا جشن میلاد ہے

ہے تمنا کہ محشر کے دن مصطفیٰ' مجھے فرمائیں یہ مژدۂ جانفزا
میری نعتیں تو لکھتا تھا بس اس لئے' اے گنہگار فاروقی تو آزاد ہے

قلبی تاریکیوں کا ازالہ کرو
دل میں عشق نبی سے اجالا کرو

اہل ایمان میں دین داری بڑھے
ان کو سرکار کا چاہنے والا کرو

منت کبریا ہے ہمارا نبی
مومنو! شکر باری تعالیٰ کرو

دھوم ڈالو محمد کے میلاد کی
اس کا چرچا جہاں میں دوبالا کرو

جس کو دکھ پہنچا تھا جشن میلاد سے
اس کا ہر سال بھر کس نکالا کرو

یہ بڑی شان والا ہے یوم النبی
اہتمام اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ کرو

درس دیتا ہے اچھے عمل کا یہ دن
اپنے جرم و خطا کا ازالہ کرو

جشن مولد شریعت کی حد میں رہے
اس میں کوئی کام نہ عیب والا کرو

سوگ چاہتے ہیں مولد کے دن جو شقی
ان کی باتوں کو نفرت سے ٹالا کرو

جشن مولد سے بیزار لوگوں کو تم
جشن دیوبند کا پیش حوالہ کرو

کھوپڑی جن کی الٹی ہے فاروقیا
ان کی بدھوشی کا بھی ازالہ کرو

جشنِ مولد سے کد چھوڑ دو منکرو
فکرِ بد سے نہ دل اپنا کالا کرو

سوچو! مولد کو نسبت ہے کس ذات سے
اپنی ہفوات پر تنگہ ڈالا کرو

جشنِ مولد سے نفرت کی آتش کا تم
گندا دھواں نہ منہ سے نکالا کرو

تم مناتے ہو ایامِ اصحاب کے
یوں خدم کو نہ آقا سے بالا کرو

یہ ہے رتبہ ہے خیر الوریٰ کا
کہ مظہر ہے وہ شانِ رب العلیٰ کا

خدا نے بنایا ہے ان کو محمد
تبھی چرچا ہر سو ہے ان کی ثنا کا

وہ ذات خدا کی دلیل قوی ہے
وہ شاہد اعظم ہے رب العلیٰ کا

وہی راز دار "مع اللہ لی" ہے
وہ کاشف ہے توحید رب العلیٰ کا

وہ مختار کل ہے باذن الٰہی
وہ قاسم ہے معطی کی ہر اِک عطا کا

بجا لاؤ تعظیم و توقیر اس کی
یہ فرمان ہم کو ہے رب العلی کا

وہ معبود ہرگز نہیں، عبدہ ہے
وہ قائدِ اعظم ہے راہ خدا کا

خدا نے جسے اپنی منت کہا ہے
مناتے ہیں میلاد اسی دلربا کا

وہ عالِم شہ دین کا بے وفا ہے
جو منکر ہے تعظیم خیرالوری کا

تعلق انہی علماء سے رکھو تم
ادب کرتے ہیں جو حبیب خدا کا

خدارا بنا اپنا مرشد اسی کو
جو شیدا ہے مخلوق کے حق نما کا

نہ جا ایسے پیروں کے نزدیک ہرگز
جو کرتے نہیں پاس شرع ھدیٰ کا

ہے ایماں کا مرکز بریلی نہ دیوبند
مگر ہے مدینہ مرے مصطفیٰ کا

خدارا یہ چھوڑو اکابر پرستی
فقط تھامو دامن حبیب خدا کا

خدارا بچو ان جماعتوں سے، جن کو
بھاتا نہیں چرچا صل علی کا

یقیں جانیے! میں نے جو کچھ کہا ہے
یہ جلوہ ہے فیضانِ احمد رضا کا

اے فاروقی بات اپنی اس پہ ختم کر
خدا ہے اسی کا جو ہے مصطفیٰ کا

مولانا محمد اقبال فاروقی (بکھر)

اے چاند ربیع الاول کے کبھی میرے بھی گھر آنگن میں اتر
آ میرے بھی من میں پھول کھلیں گھر میرے بھی مہکے مشک عنبر

ہاں ایسی بہار اول تھی یہی دن تھے ایسی ہی راتیں تھیں
آنگن میں آمنہ بی بی کے جب اترا نور کا وہ پیکر

ترا آنا مبارک ہو ایسا غم دونوں جہاں کے بھولیں مجھے
یوں پھوٹے چشمہ خوشیوں کا جوں بحر میں آئے مدو جزر

جبریل خلیل سے پوچھتا تھا کوئی اپنی حاجت کہ مجھ سے
سدرہ پہ نبی اب پوچھتے ہیں کوئی اپنی حاجت پیش تو کر

نبیوں کے نبیؐ شاہوں کے شاہ' ہر مفلس کے ملجا' ماویٰ
تھا کیسا خلق عظیم ترا کچھ بھی تو نہ تھا جز فقر کے گھر

بن تیرے حبیب ہے کون مرا' دردی میرا' دل کا محرم
میں کس سے حال بیان کروں میں کس کو دکھاؤں زخم جگر

جب میں نے درود پڑھا بے حد' تو کہا اب مانگ جو مانگتا ہے
کی عرض یہ میں نے حسن ازل! کچھ اور نہیں بس ایک نظر

کون ان کی حقیقت جان سکا' جانے تو خدا ہی جانے ہے
یہ صابر اتنا جانتا ہے وہی جان جہاں' وہی جان جگر

عید میلاد ہے شاہ کونین کی، شادیانے خوشی کے بجاتے چلو
کیسی مستی میں ہے آج خلقت سبھی، جھوم کر ان کی نعتیں سناتے چلو

آج نعمت خدا کی ہوئی ہے تمام، لوٹ لو لوٹ لو آج ہے فیض عام
بن کے آیا جو رحمت جہاں کیلئے، جشن میلاد اس کا مناتے چلو

ساز پر دل کے چھیڑو وہ نغمے نئے، وجد میں آئے سارا جہاں بن پیئے
رنگ ایسا جمے نہ کبھی ماند ہو، ذکر ان کا لبوں پہ سجاتے چلو

اک وہی ہیں مرا مقصد و مدعا، کاش آ جائیں وہ سب کرو یہ دعا
شوق دیدار ان کا اگر دل میں ہے، اپنی آنکھوں سے پردہ ہٹاتے چلو

آج خوشیوں میں شامل ہیں جن و ملک، رنگ بکھرا ہے اس کا زمیں تا فلک
کوئی تم بھی مسرت کا ساماں کرو، بام و در آج اپنے سجاتے چلو

تم سدا جب پڑھو گے درود و سلام، مل ہی جائے گا صابر تمہیں بھی دوام
دل پہ لکھ کر نبی جی کی رحمت کا نام، عشق احمد کا جھنڈا اٹھاتے چلو

آمد مصطفیٰ مرحبا مرحبا
ذکر صل علی مرحبا مرحبا

سیدہ آمنہ تیرے انگنا میں ہے
اترا بدر الدجیٰ مرحبا مرحبا

وہ محمد ہے احمد ہے محمود ہے
شان رب علا مرحبا مرحبا

جس پہ قربان ہیں حسن والے سبھی
وہ حسیں دلربا مرحبا مرحبا

نسل آدم کا اعزاز ہے فخر ہے
وہ ہے کہف الوریٰ مرحبا مرحبا

وہ ہے کامل مکمل ہے اکمل تریں
وہ ہے نور ھدیٰ مرحبا مرحبا

صاحب صدر ہیں بزم کونین کے
وہ ہیں صدر العلی مرحبا مرحبا

سب سے آخر میں آیا وہ بالانشیں
خاتم الانبیاء مرحبا مرحبا

وہ جو آئے تو سب ظلمتیں مٹ گئیں
نکلا شمس حرا مرحبا مرحبا

ہر مکاں لامکاں اس کے زیر قدم
ہر وراء سے وراء مرحبا مرحبا

اصل ہر شے کی ہے وہ ہی امی لقب
ابتداء مبتداء مرحبا مرحبا

دیکھتے ہی لگائے دلوں کو گرہ
اس کی زلف دو تا مرحبا مرحبا

حشر تک ان سا تم ڈھونڈتے ہی رہو
وہ ہے خیر الوریٰ مرحبا مرحبا

جس سے حاصل کریں سارے ہی روشنی
وہ ہے شمس الضحیٰ مرحبا مرحبا

عقل انسان سے، فہم سے ہے وراء
وہ شہ دوسرا مرحبا مرحبا

مقصد و مدعا، مصطفیٰ، مرتضیٰ
ہادی و مقتدیٰ مرحبا مرحبا

کھینچ لیتی دلوں کو ہے اپنی طرف
ان کی ہر اک ادا مرحبا مرحبا

تیرے شایانِ شاں نعت کیسے لکھے
صابر بے نوا مرحبا مرحبا

میثاق انبیاء کی ہے، اہل صفا کی ہے
عید میلاد اصل میں سنت خدا کی ہے

مالک نے عرش فرش سجائے خوشی میں تھے
سب قدسیوں کے جسم پہ خلعت عطا کی ہے

جب نور آمنہ کو ملا پھیلی سرخوشی
چوپائے بولے روشنی نور ھدیٰ کی ہے

پہنی تھی عرش و کرسی نے پوشاک نور کی
سدرہ کو روشنی ملی اب کے بلا کی ہے

قدسی تھے گرد عرش کھڑے حلقہ باندھ کر
آراستہ ارم بھی ہوئی انتہا کی ہے

اہل جناں تھے خوشیوں کے نغمات گا رہے
اور مشک سے مہکی ہوئی وسعت فضا کی ہے

گاتے تھے حور و غلماں سبھی سر خوشی کے گیت
ہر اک زباں پہ نعت ہی خیرالوریٰ کی ہے

میلاد کا یہ جشن ہے موجب نشاط کا
اس سے بڑی خوشی نہیں اہل وفا کی ہے

نکلا ہو جیسے کالی گھٹاؤں سے آفتاب
ہر سمت پھیلی روشنی مہر حرا کی ہے

باقی ہیں عیدیں صرف اسی عید کے طفیل
ہے عید وہی جس میں خوشی مصطفیٰ کی ہے

لیلائے قدر سے بھی ہے افضل شب میلاد
محتاج وہ بھی تو اسی فیض و عطا کی ہے

"فلیفرحوا" میں جشن منانے کا حکم ہے
میری نہیں یہ بات کلام خدا کی ہے

جتنی خوشی مناؤ گے ایمان ہی بڑھے گا
اس انبساط ہی میں خوشی کبریا کی ہے

لازم ہے شکر نعمت پروردگار کا
بعد از ثناء لب پہ صدا صل علیٰ کی ہے

ہر ماہ آکے نبیوں نے دی تھیں بشارتیں
حالت عجب خوشی سے دل آمنہ کی ہے

دائیاں بنی تھیں مریم و حوا و آسیہ
اللہ رے شان کیسی مرے مصطفیٰ کی ہے

احساں حلیمہ سعدیہ پر بھی کمال ہے
سوچو تو بات میرے نبی کی سخا کی ہے

آئی ندا کہ غسل کی حاجت نہیں انہیں
ہر عیب سے یہ پاک ولادت صفا کی ہے

کعبے نے جھک کے ان کی طرف سجدہ کر دیا
عظمت تو دیکھو کیسی حبیب خدا کی ہے

ہیبت سے گر گئے تھے سجدے میں سارے بت
کہنے لگے کہ آمد اس نور الہ کی ہے

سب شرق و غرب ہوگئے روشن تھے اس طرح
کہ قصر شام دیکھے نظر آمنہ کی ہے

آتش کدہ مجوس کا تھا سرد ہوگیا
اہل عجم پکارے نشانی بلا کی ہے

کنگرے تھے قصر کسریٰ کے چودہ وہیں گرے
ابلیس رویا ہار یہ میری انا کی ہے

کہتے ہیں جس کو کشف و ہدایت کا سلسلہ
عشق حضور پاک میں بازی فنا کی ہے

ہوتے ہی پیدا سجدہ کیا رب کی ذات کو
کہنے لگے کہ بات فقط لا الہ کی ہے

محفل میں ان کا آنا قرین قیاس ہے
شفقت یہ خاص صاحب زلف دوتا کی ہے

میلاد کی یہ شان ہو صابر سے کیا بیاں
اس کی نہیں ہے بات یہ ان کی عطا کی ہے

شادیانے مبارک کے بجنے لگے
مرحبا مرحبا قدسی کہنے لگے

ان کی آمد پہ روشن ہوئی یہ زمیں
آسماں کے کنارے چمکنے لگے

شرق سے غرب تک ہوگئی روشنی
ضو میں جس کی سبھی راہ چلنے لگے

محض کسریٰ کے محلوں کے کنگرے نہیں
بت بھی ہیبت سے سجدے میں گرنے لگے

نورِ پشت براہیم میں ان کا تھا
اس لئے شعلے بھی پھول بننے لگے

چہرۂ اقدس جب آپ کا چھپ گیا
ہجر کے روگ سینے میں پلنے لگے

لاکھوں ہی آنکھیں فرقت میں روئیں بہت
دل بھی پہلو میں سارے پگھلنے لگے

مجھ سے لاکھوں شکیب اور بھی ہیں یہاں
سارے دیکھے بنا ان پہ مرنے لگے

پروفیسر رانا صابر حسین شکیب وجدانی ۱۹۹۴ء (ساہیوال)

عید میلاد النبی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام
ہم غریبوں کی خوشی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

جو مناتا ہے خوشی سے عید میلاد النبی
یا خدا اس امتی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

ہر برس جس نے سجایا کوچہ و بازار کو
اس کی پوری زندگی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

جس کے صدقے رب نے بخشی عید میلاد النبی
اس رسول ہاشمی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

جس گھڑی پیدا ہوئے تھے رحمۃ للعالمیں
یا خدا ہوں اس گھڑی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

باعث تسکین جاں ہے باعث چین و سکوں
محفل ذکر نبی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

کاش اگلے سال بھی یونہی سبھی مل کر کہیں
جان و دل کی روشنی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

ان شاء اللہ ایک دن چل کر مدینے بھی عطاؔ
ہم پڑھیں گے اس خوشی پر ہر گھڑی لاکھوں سلام

عاشقو! خوشیاں مناؤ آمد محبوب ہے
راستہ دل کو بناؤ آمد محبوب ہے

آ رہے ہیں باعث تخلیق عالم مومنو!
پلکیں راہوں میں بچھاؤ آمد محبوب ہے

سنت رب العلیٰ ہے جشن میلاد النبی
چپے چپے کو سجاؤ آمد محبوب ہے

نعمتیں کونین کی ہیں جس کا صدقہ بالیقیں
اس نبی کے گیت گاؤ آمد محبوب ہے

لینے آغوش کرم میں رب کی رحمت چھا گئی
عاصیو! اب جھوم جاؤ آمد محبوب ہے

یاد آقا میں بہا کر دل سے اشک بے بہا
نار دوزخ کی بجھاؤ آمد محبوب ہے

خوش دلی سے خرچ کرکے مال و دولت چاہ میں
اپنی قسمت کو جگاؤ آمد محبوب ہے

محفلیں ذکر نبی کی جا بجا کرکے عطاؔ
رابطہ حق سے بڑھاؤ آمد محبوب ہے

مفتی محمد اکمل عطا قادری ؔ (کراچی)

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں
ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں

ندیاں پھر آنکھیں دکھلانے لگیں
چھوٹی چھوٹی جھیلیں پھر لہرا چلیں

جھومتی آئیں نسیمیں، نرم نرم
پتلی پتلی ڈالیاں لچکا چلیں

دل کھلے، کانوں میں رس پڑنے لگے
خوشنوا چڑیاں ترانے گا چلیں

تانوں کی بینوں میں پھر لہرا بجا
گیسوؤں کی ناگنیں لہرا چلیں

باغ دل میں وجد کے جھولے پڑے
آرزوئیں پھر ملاریں گا چلیں

سرخ، سبز، اودی، سنہری بدلیاں
دن ڈھلے، کیا چنریاں رنگوا چلیں

پھر نظر میں گدگدی ہونے لگی
دھانی دھانی بوٹیاں پھڑکا چلیں

لہلہانا، کھلکھلانا، واہ واہ
پتیاں، کلیاں، قیامت ڈھا چلیں

اُمڈی، گرجیں، چمکیں، کالی بدلیاں
بالوں نادانوں کا دل دھڑکا چلیں

پھر اٹھا پودوں کے جوبن میں ابھار
ننھی ننھی کونپلیں ہریا چلیں

مور کوکے سینہ پرداغ کے
یاد گیسو کی گھٹائیں آ چلیں

خوب برسیں، خوب برسیں، کھل گئیں
کھل کے پھر کچھ دیر میں گرما چلیں

ڈیرے، جھیلیں، تال، نہریں، ندیاں
کچھ کمر تک، کچھ گلے تک آ چلیں

پھول مہکے غنچے چٹکے گل کھلے
نو بہاریں جا بجا اٹھلا چلیں

بجرے چھوٹے کشتیاں پڑنے لگیں
نہریں لہروں کے مزے دکھلا چلیں

جبکہ پیدا شہ انس و جاں ہوگیا
دور کعبہ سے لوث بتاں ہوگیا

دل مکان شہ عرشیاں ہوگیا
لامکاں لامکاں لامکاں ہوگیا

سر فدائے رہ جان جاں ہوگیا
امتحاں امتحان امتحان ہوگیا

ان کے جلوہ کا جس دم بیاں ہوگیا
گلستاں مجمع بلبلاں ہوگیا

ہر ستارہ شب مولد مصطفیٰ
شمعداں شمعداں شمعداں ہوگیا

چرخ گردوں ترے روضۂ پاک کا
سائباں سائباں سائباں ہوگیا

جس کو اس کے مکاں کا پتہ مل گیا
بے نشاں بے نشاں بے نشاں ہوگیا

تھا براق نبی یا کہ نور نظر
یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہوگیا

حق شفاعت سے تیری گنہگاروں پر
مہرباں مہرباں مہرباں ہوگیا

گلشن طیبہ میں طائر سدرہ کا
آشیاں آشیاں آشیاں ہوگیا

یانبی لو خبر آتش غم سے میں
تفتہ جاں تفتہ جاں تفتہ جاں ہوگیا

گزرے جس کوچہ سے شاہ گردوں جناب
آسماں آسماں آسماں ہوگیا

عشق ابرو میں میں رمز قوسین کا
نکتہ داں نکتہ داں نکتہ داں ہوگیا

کس کے روئے منور کی یاد آگئی
دل تپاں دل تپاں دل تپاں ہوگیا

طوطی سدرہ مدح رخ پاک میں
گل فشاں گل فشاں گل فشاں ہوگیا

طوطی اسفہاں سن کلام رضاؔ
بے زباں بے زباں بے زباں ہوگیا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ۱۸۵۶ء ۱۹۲۱ء بریلی شریف

نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے کہ عرش کے چاند آ رہے ہیں
جھلک سے جن کی فلک ہے روشن وہ شمس تشریف لا رہے ہیں

زمانے بھر میں یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کھانا اسی کا گانا
تو نعمتیں جن کی کھا رہے ہیں انہی کے ہم گیت گا رہے ہیں

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

میں تیرے صدقے زمین طیبہ فدا نہ تجھ پہ ہو کیوں زمانہ
کہ جن کی خاطر بنا زمانہ وہ تجھ میں آرام پا رہے ہیں

تڑپ تڑپ کر میں دن گزاروں سسک سسک کر میں رات کاٹوں
کوئی تو کہہ دے یہ مجھ سے سالک حضور تشریف لا رہے ہیں

ہیں وجد میں آج ڈالیاں کیوں یہ رقص پتوں کو کیوں ہے شاید
بہار آئی یہ مژدہ لائی کہ حق کے محبوب آ رہے ہیں

خوشی میں سب کی کھلی ہیں باچھیں رچی ہے شادی مچی ہیں دھومیں
چرند ادھر کھلکھلا رہے ہیں پرند ادھر چہچہا رہے ہیں

شب ولادت میں سب مسلمان نہ کیوں کریں جان و مال قرباں
ابولہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں

حبیب حق ہیں خدا کی نعمت بنعمت ربک فحدث
خدا کے فرمان پر عمل ہے جو بزم مولد سجا رہے ہیں

پھنسا ہے بحر الم میں بیڑا بچے خدا ناخدا سہارا
اکیلا سالک ہیں سب مخالف ہموم دنیا ستا رہے ہیں

ماہ ربیع الاول آیا
رب کی رحمت ساتھ لایا

وقت مبارک رات سہانی
صبح کا تڑکا ہے نورانی

پیر کا دن تاریخ ہے بارہ
فرش پہ چمکا عرشی تارہ

آج کی رات برات رچی ہے
آمنہ کے گھر دھوم مچی ہے

گھر میں حوریں در پہ ملک ہیں
جن کی قطاریں تا بہ فلک ہیں

ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا
شور مچا اک صل علی کا

لو اب اٹھی گرد سواری
پیدا ہوئے محبوب باری

باغ خلیل کا وہ گل زیبا
کشت صفی کا نخل تمنا

رحمت عالم نور مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم

تم بھی اٹھو اب وقت ادب ہے
ذکر ولادت شاہ عرب ہے

تخت ہے ان کا تاج ہے ان کا
دونوں جہاں میں راج ہے ان کا

جن و ملک ہیں ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی شاہی

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں
سارے انہی کا منہ تکتے ہیں

شاہ و گدا ہیں ان کے سلامی
فخر ہے سب کو ان کی غلامی

کعبہ کی زینت انہی کے دم سے
طیبہ کی رونق ان کے قدم سے

کعبہ ہی کیا ہے سارے جہاں میں
دھوم ہے ان کو کون و مکاں میں

آمنہ بی کو شاہ مبارک
تم کو ذبیح اللہ مبارک

دان کرو کچھ جشن ہے بھاری
در پہ کھڑے ہیں سارے بھکاری

در پہ ہیں حاضر اپنے پرائے
آپ کے دم سے آس لگائے

ہم تو پرانے کمین ہیں در کے
نام لکھے ہیں پدر مادر کے

چشم کرم اللہ ادھر ہو
سالک خستہ پر بھی نظر ہو

مفتی احمد یار سالک نعیمی ۱۹۰۵ء۔۱۹۷۱ء (گجرات)

کوچہ کوچہ آنگن آنگن عید میلاد النبی
ہے بہار صحن گلشن عید میلاد النبی

سال کے ماتھے کا جھومر ہے یہی روز سعید
ساری عیدوں سے ہے احسن عید میلاد النبی

تیری آمد پر ''دل ما شاد'' اے پاکیزہ دن
اور ''چشم ما ہے روشن'' عید میلاد النبی

کافروں کے واسطے یہ موت کا پیغام ہے
مومنوں کے دل کی دھڑکن عید میلاد النبی

اے سعیدیؔ آج شکر حق بجا لاؤ بہت
مالک ومولا کا ہے ''مــــــن'' عید میلاد النبی

آئی گھڑی سہانی بارہ ربیع الاول
لائی ہے شادمانی بارہ ربیع الاول

ظلمت کی رات سمٹی غم کی بساط لپٹی
رحمت کی ہے روانی بارہ ربیع الاول

دن تھا نبی کا خواہاں شب تھی نبی کی طالب
دونوں کی رب نے مانی بارہ ربیع الاول

کافر کے واسطے یہ پیغام موت ہے اور
مومن کی زندگانی بارہ ربیع الاول

شکر خدا ادا ہو توصیف مصطفیٰ ہو
ہو خوب نعت خوانی بارہ ربیع الاول

صلاح الدین سعیدی ۱۹۶۵ء (لاہور)

جان و دل تجھ پر لٹائیں عید میلاد النبی
ہم ترے قربان جائیں عید میلاد النبی

بولہب سا سخت کافر جب ہے تجھ سے فیض یاب
کیوں نہ مومن فیض پائیں عید میلاد النبی

تیری خاطر ہم نے سارے غم بھلا ڈالے ہیں آج
پہنی فرحت کی قبائیں عید میلاد النبی

آج کے دن ہر مسلماں نور سے ہے مالا مال
لائی ہے نوری فضائیں عید میلاد النبی

تیرے آنے پر بجا لائیں خدا کا شکر ہم
اور نعتیں گنگنائیں عید میلاد النبی

ہے دعا اللہ سے کہ ہر تعصب چھوڑ کر
سب ترے سائے میں آئیں عید میلاد النبی

سال بھر کے سارے دن تجھ کو مبارک باد دیں
اور عیدیں ناز اٹھائیں عید میلاد النبی

آمد سرکار ہے دل شاد ہیں آباد ہیں
اور چہرے مسکرائیں عید میلاد النبی

اس کے صدقے میں گناہوں کی معافی مانگ لو
بخشواتی ہے خطائیں عید میلاد النبی

تیرے آنے سے تنی ہیں امت مرحوم پر
رحمت حق کی ردائیں عید میلاد النبی

دل ترے نغمے سنائیں عید میلاد النبی
اور روحیں گیت گائیں عید میلاد النبی

گردش ایام کا حاصل ہے یہ پاکیزہ دن
آ سعیدی ہم منائیں عید میلاد النبی

سعادت کے وہ بحر بے کراں تشریف لے آئے
شرافت کے جمال کہکشاں تشریف لے آئے

جنہیں کہتا ہے ایماں تاجور ختم نبوت کا
بالآخر خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے

شریعت کے وہ شارع' شارح اسرار قرآنی
حقیقت میں وہ حق کے ترجماں تشریف لے آئے

خطیب الانبیاء مرجع رسولوں کے' اماموں کے
حبیب کبریا' جان جہاں تشریف لے آئے

لواء الحمد کے حامل' وہ شافع روز محشر کے
کرامت کی وہ لے کر کنجیاں تشریف لے آئے

سر محشر جب آئیں گے تو کیسا غل بپا ہوگا
ارے دیکھو شفیع عاصیاں تشریف لے آئے

یہ دنیا ہے' یہاں منکر بھی ہیں' لیکن قیامت میں
سبھی ہوں گے وہ جن کے نعت خواں' تشریف لے آئے

وہ جنت کی طرف ہوں گے جو قائد سب رسولوں کے
وہی ہاں قاسم حورو جناں تشریف لے آئے

سخا باری، عطا باری، شفا باری، ضیاء باری
یہی ہے جن کی ساری داستاں تشریف لے آئے

ہم ان کے نام پر قرباں، ہم ان کے نور پہ واری
کرم کرنے کہاں سے وہ کہاں تشریف لے آئے

بفیض شیخ، اے آسی خلاصہ عرض کرتا ہوں
چمن اجڑا ہوا تھا، باغباں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ جان جسم و جاں تشریف لے آئے
مبارک ہو کہ آن این و آں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ اہل فرش کی بگڑی بنانے کو
خدائے وحدہ کے راز داں تشریف لے آئے

مبارک ہو مقام آدمیت کی حفاظت کو
حرم کی حرمتوں کے پاسباں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ تکمیل مکارم کی گھڑی آئی
زمانے میں خدا کے ترجماں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ تطہیر سیاست ہونے والی ہے
خدا کا شکر، نباض جہاں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ دنیا امن سے اب آشنا ہوگی
کہ دین امن کے بانی یہاں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ گویا اب بشر منزل پہ جا پہنچا
نبوت کے امیر کارواں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ حلم و علم ہے دنیا چمک اٹھی
کہ جان مہر بن کے مہرباں تشریف لے آئے

مبارک ہو کہ تسلیم و رضا کا دور آ پہنچا
کہ اب اخلاص کے روح رواں تشریف لے آئے

وہ آتی دیکھو کیا فرما رہے ہیں نقش لاثانی
خدا کے نور، رب کے ارمغاں تشریف لے آئے

مکاں میں جب شہ کون و مکاں تشریف لے آئے
لگا کچھ یوں کہ گویا تن میں جاں تشریف لے آئے

عجب انداز تھا ہر سمت بہجت کا، مسرت کا
یہی غل تھا، جو ہیں جان جہاں، تشریف لے آئے

زمین و آسماں اب نغمۂ میلاد پڑھتے تھے
کہ مقصود زمین و آسماں تشریف لے آئے

ادھر نغمہ سرا جانِ حزیں تھی، لو وہ آ پہنچے
ادھر تھا مطمئن قلب تپاں، تشریف لے آئے

ادھر دنیا تھی مستفسر بتاؤ آ گئے آقا؟
ادھر فطرت یہ کہتی تھی کہ ہاں! تشریف لے آئے

ادھر دشت و جبل میں گونج تھی اس آمد آمد کی
ادھر غل بحر میں تھا جان جاں تشریف لے آئے

اجی لو! شیطنت کا زور ٹوٹا، اور ٹوٹے گا
کہ اب خود تاجدار مرسلاں تشریف لے آئے

کہیں اخفا' کوئی محجوب' کچھ ابہام اب کیوں ہو
کہ اصل خلق و کشاف نہاں تشریف لے آئے

کریں کیوں وقت ضائع اب تلاش چارہ سازاں میں
کہ ہیں چارہ گر چارہ گراں تشریف لے آئے

جو سب پہ مہرباں' سب کے محافظ' سب کے حامی ہیں
جو بے سایہ ہیں سب پہ سائباں' تشریف لے آئے

تصور میں چلو میلاد پڑھنے آسی طیبہ میں
علی پور سے وہ شیخ مہرباں تشریف لے آئے

مبارک' خواجۂ ہمت نشاں تشریف لے آئے
مبارک قاسم خلد و جناں تشریف لے آئے

رہے جو ایک مدت پردۂ انوار باری میں
وہ بن کے اپنے مولا کی زباں تشریف لے آئے

رسولوں کے رسول اور سارے نبیوں کے نبی بن کر
امیروں کے امیر کارواں تشریف لے آئے

بشر کو اب بھٹکنے کی ضرورت ہی نہیں کوئی
کہ اب منزل شناس و راہداں تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ جن کے نور کے سارے مظاہر ہیں
خرد' ایمان' حور و قدسیاں' تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ جن کے گھر سے پاتے ہیں سکوں سارے
نظر' فہم و ذکاوت' قلب و جاں' تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ جن کے لطف کے طالب ہیں دنیا میں
حرم ہی کیا' زمین و آسماں' تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ گویا گھومتا ہے طوف میں جن کے
ازل سے تا ابد دورِ زماں تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ جو ہیں فاتح دور نبوت بھی
وہی ہاں خاتم پیغمبراں' تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ جن کے نام سے کونین روشن ہیں
مہ و مہر مکان و لامکاں تشریف لے آئے

یہ سب مرشد کی آسی مہر ہے مجھ ایسے ناقص پر
یہی نغمہ جو ہے ورد زباں ''تشریف لے آئے''

حبیب خالق کون و مکاں تشریف لے آئے
رسول مالک چون و چناں تشریف لے آئے

وہ جن کا نام لیتے ہی سکوں مل جائے بندوں کو
وہ جان ہر سکون و ہر اماں تشریف لے آئے

وہ جن کا ذکر سنتے ہی لبوں کو چومنے آئے
فلک سے سر گروہ قدسیاں' تشریف لے آئے

وہ جن کی یاد سے یادوں کی دنیا جگمگا اٹھے
نکھر جائے محبت کا سماں' تشریف لے آئے

وہ جن کی رحمتوں کے ایک لاہوتی تصور سے
مہک جائے جہان قلب و جاں تشریف لے آئے

وہ جن کی عظمتوں کی ایک ہلکی سی سخاوت سے
بشر ہے مرجع کون و مکاں تشریف لے آئے

وہ جن کے نام لیواؤں کے سر پر تاقیامت ہے
انہیں کی برکتوں کا سائباں تشریف لے آئے

وہ جن کا دین دنیا بھر کی ہر مشکل کا حل ٹھہرا
وہی عقدہ کشائے انس و جاں تشریف لے آئے

وہی خیرالوریٰ خیرالامم ہے جن کی امت بھی
وہی اصل الوریٰ رحمت نشاں تشریف لے آئے

وہی شاہنشہ کوثر وہی ہیں شافع محشر
لئے دستور فوز دو جہاں تشریف لے آئے

جناب شیخ فرماتے ہیں آسی تو نے کچھ سمجھا
کہاں سے وہ کرم کرنے کہاں تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ محبوب خدا تشریف لے آئے
زمیں پر صورت عرش علیٰ تشریف لے آئے

حبیب حق رسول حق زبان حق بیان حق
وہ حق وہ نور حق حق آشنا تشریف لے آئے

سبھی جن و بشر حور و ملک محتاج ہیں ان کے
سو ہر محتاج کے حاجت روا تشریف لے آئے

وہ خشت اول قصر نبوت فاتح ہستی
وہی ہاں بن کے ختم الانبیاء تشریف لے آئے

اندھیروں سے کہو ہو جاؤ غائب صحن ہستی سے
کہ اب شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ تشریف لے آئے

خدا نے جن کی خاطر محفل ہستی سجائی ہے
وہی سلطان لولاک لما تشریف لے آئے

وہ سب کے حامی' سب میں جلوہ گر' سب سے بہت اونچے
وہ سب کے' سب میں' سب سے ماوریٰ تشریف لے آئے

وہ سب کے چارہ گر بھی' چارہ ساز و چارہ فرما بھی
وہ سب کے غمگسار و غمزدا تشریف لے آئے

وہی ہیں خازن دولت' وہی ہیں قاسم نعمت
کہ بخشیں سب کو سب کا مدعا' تشریف لے آئے

وہ اصل آرزو' عین طلب' نعمت بھی' منعم بھی
وہ جان ہر عطا و ہر سخا' تشریف لے آئے

سگ دربار مرشد' آسی ناچیز کیا جانے
جنہیں پہچانے صرف ان کا خدا تشریف لے آئے

حبیب کبریا' سلطان دیں تشریف لے آئے
شہ ہر دوسرا نور مبیں تشریف لے آئے

اٹھی دنیا سے زحمت' ہر طرف اب ہن برستا ہے
وہ دیکھو رحمۃ للعلمین تشریف لے آئے

نہ ہوں مایوس' جو ڈوبے ہوئے ہیں قعر عصیاں میں
کریں توبہ' شفیع المذنبیں' تشریف لے آئے

پیام امن و ایماں بھی' نوید خلد و غفراں بھی
تعالیٰ اللہ ہے جن کی جبیں' تشریف لے آئے

جو دیتے ہیں خبر سب کی' جو لیتے ہیں خبر سب کی
فلک سے جانب فرش زمیں' تشریف لے آئے

چمک اٹھی زمیں' حل و حرم سب جگمگا اٹھے
وہ دیکھو دہر میں مہر مبیں' تشریف لے آئے

خدا کے نور کا پیکر' خدا کے حسن کا مظہر
نہیں جن کا کوئی ہمسر کہیں' تشریف لے آئے

وہ دو عالم کے دولہا' ہاں وہ نوشہ بزم جنت کے
لئے دامن میں فردوس بریں' تشریف لے آئے

میں ان کے نام پر قرباں' میں ان کے کام پر قرباں
مدار خیر' خیرالمرسلیں' تشریف لے آئے

طفیل شیخ اے آسی کہیں منظور ہو جائے
یہ رنگ نعت و طرز دلنشیں' "تشریف لے آئے"

پروفیسر محمد حسین آسی ۲۰۰۶ء (شکرگڑھ)

کشتی انسانیت گرداب میں تھی غوطہ زن
اور طوفان ہلاکت چار سو تھا موجزن

اہل رومہ عیش میں گم اہل ایراں ہرزہ کا
مصر اور شام و عرب کا دیدنی تھا حال زار

چار سو معبود تھے لات و منات و اہر من
پتھروں کو مان بیٹھے تھے خدا اہل زمن

دیوتاؤں کی پرستش ہند میں تھی ہو بہو
گمرہی اور شرک کا سکہ رواں تھا چار سو

ظلم و استبدادؔ جور و جبر اور غارت گری
ایک ادنیٰ فعل تھا ان کیلئے عصمت دری

عورتوں کی عزت و حرمت نہ تھی پیش نظر
بیٹیوں کو دفن کر دیتے تھے زندہ بے خبر

دفعتہً تاریکیوں کے ابر سارے چھٹ گئے
آسماں سے شرک و لادینی کے بادل ہٹ گئے

حبذا خورشید عالمتاب جلوہ گر ہوا
مشرق و مغرب کا ہر گوشہ مثال زر ہوا

ساعت راحت فزا آئی زمانے کیلئے
نور کی بارات ظلمت کو مٹانے کیلئے

دستک لاہوت پر رحمت کے دروازے کھلے
ہادیٔ عالم ہدایت کیلئے بھیجے گئے

غل ہوا کسریٰ کے ایواں زلزلے میں آ گئے
قصر قیصر کے درو دیوار سب تھرا گئے

گر گئے سجدے میں کعبے کے بتان آذری
یوں ہوا آغاز دور انحطاط بت گری

نوع انساں غرق ذلت تھی گرفتار بلا
ڈوبتے لوگوں کو رحمت کا سہارا مل گیا

آسیائے ظلم میں جب پس رہی تھی کائنات
ظلم کے ماروں کو بخشی آپ نے آ کر نجات

مدتوں سے۔ تھا خزاں دیدہ چمن اجڑا ہوا
آپ نے آ کر اسے لہکا دیا' مہکا دیا

دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف آئی بہار
پھول مہکے چہچہائے طائران مرغزار

ہر کہیں اہل چمن تھے سر بلند و مفتخر
ہوگئے سارے زمین والے موقر معتبر

کوثر و تسنیم کے مالک! حبیب کبریا
مہر و ماہ ہیں آپ کے روئے منور کی ضیاء

آپ کی ذات مبارک درخشاں دو جہاں
آستان پاک پر جھکتا ہے بیشک آسماں

موجزن ہے آپ کی شفقت کا بحر بیکراں
پی رہا ہے آب زمزم ہر کوئی پیر و جواں

تربیت سے آپ کی سلمان کو رتبہ ملا
خاک ایراں سے اٹھا' افلاک کا ہمسر ہوا

آپ کے حسن توجہ کا نمونہ ہے بلال
مشرق و مغرب میں جس کی مل نہیں سکتی مثال

آپ کی آغوش رحمت سے وہ ٹھہرا معتبر
سید و مولا جسے کہتے تھے سب اہل نظر

السلام اے جانِ رحمت کعبہ دنیا و دیں
السلام اے صاحبِ جود و کرم نورِ مبیں

السلام اے ہادیٔ برحق، حبیبِ کردگار
آپ مصباح الظلم ہیں ظلمتوں میں نور بار

السلام اے فخرِ عالم وجہِ تخلیقِ حیات
در حقیقت آپ کے دم سے سجی ہے کائنات

السلام اے شہسوارِ مرکبِ رشد و ہدیٰ
پرچمِ توحید آ کر آپ نے لہرا دیا

آپ ہیں شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور الھدیٰ
آپ ہیں کھف الوریٰ اور آپ ہیں صدر العلیٰ

آپ کا ہے نامِ نامی باعثِ تسکینِ جاں
آپ کی عظمت کا سکہ چار جانب ہے رواں

آپ ہیں رافع ہمارے آج بھی اور کل بھی ہیں
آپ ہیں شافع ہمارے آج بھی اور کل بھی ہیں

عشق کے ماروں کا قبلہ آپ ہیں بس آپ ہیں
درد کے ماروں کا ملجا آپ ہیں بس آپ ہیں

ملتِ اسلامیہ کے درد کا درماں ہیں آپ
جملہ علت ہائے ملت کے شفا ساماں ہیں آپ

آ پڑی دنیا اب آقا آپ کے قدموں میں ہے
اس کے دردوں کا مداوا آپ کے قدموں میں ہے

حال مسلم کیا کہوں؟ کس درجہ ہے سنگیں ہوا
مشرق و مغرب ہے اس کے خون سے رنگیں ہوا

ہر کہیں ہیں بجلیاں اور قحط ہیں' آلام ہیں
اہل ایماں ہر جگہ' ناشاد ہیں' ناکام ہیں

ظلم و جور و قہر کا سکہ رواں ہے چار سو
اور مسلماں ہیں ہدف قریہ بہ قریہ کو بہ کو

آج پھر افغانیوں پر ہے قیامت سربسر
گر رہی ہیں بجلیاں سی ان کے جسم و جان پر

خانماں برباد پھرتے ہیں بچارے در بدر
پھر بھی باطل کے مقابل ہوگئے سینہ سپر

ندیاں خوں کی رواں آج نورستان میں
لاکھوں آئے ہیں مہاجر بن کے پاکستان میں

حبشہ و فلپین کے سارے مسلماں جاں بلب
لڑ رہے ہیں زندگانی کی لڑائی روز و شب

آپ کے ہیں نام لیوا' آپ کے خدمت گزار
ہو رہے ہیں خوار و رسوا' مبتلائے اضطرار

بصرہ و بغداد میں ہنگامۂ محشر بپا
سر زمین سعدی و خیام ہے ماتم سرا

نام لیوا آپ کے باہم ہیں مصروف جدال
رات دن جاری برابر مومنوں کا ہے قتال

سارے ایرانی، عراقی مبتلائے حرب و کرب
اور فلسطینی مجاہد منتشر تا شرق و غرب

ان کی جدوجہد آزادی ابھی ناکام ہے
ان غریبوں پر ستم اور جور صبح و شام ہے

گو ہوئی اہل عرب کو تیل کی دولت عطا ہیں
شوکت و قوت سے ہیں محروم اب تک باخدا

ہے جلالت ہے شجاعت سے مبرا ہر کوئی
تیل کی دولت سے بھی بگڑی نہ ان کی بن سکی

چند لاکھوں نے کروڑوں کا کیا جینا حرام
لے نہ پائے آج تک صیہونیوں سے انتقام

اک قیامت سی بپا ہے خطہ لبنان میں
امتی ہیں آپ کے بدحال ہندوستان میں

جرم ان کا صرف یہ ہے آپ کا لیتے ہیں نام
شہر میں، قریہ میں ہر جا ہے انہی کا قتل عام

ان کی عزت، ان کی عصمت برسر نیلام ہے
بے کسوں کا ہر زمانے میں یہی انجام ہے

خطہ کشمیر میں لاکھوں مسلماں زیر دام
کتنی صدیوں سے ہوئے مجبور و محکوم و غلام

آپ کے در پر کھڑے ہیں دست بستہ ہے دعا
مبتلائے درد و غم ملت پہ ہو لطف و عطا

قوم و ملت کو عطا ہو پھر وہی روز سعید
شوکت سنجر شکوہ ارسلان و بایزید

کیا کہوں؟ کیسے کہوں؟ میں کچھ بتا سکتا نہیں
تن بدن پر زخم ہیں کتنے دکھا سکتا نہیں

باغ ہستی میں گل و نسریں کا ہے بیشک ظہور
مجھ کو کانٹے ہی ملے اے صاحب یوم النشور

ہیں ریاض دہر میں جس چیز کا طالب رہا
وہ کلی نہ مل سکی مجھ کو نہ وہ گل ملا

دوست بھی دشمن بنے ہیں میری جان زار کے
ظلم پہلے کم نہ تھے کچھ ہر طرف اغیار کے

در پئے آزار ہیں میرے زمین و آسماں
آپ فرمائیں کہ ان حالات میں جاؤں کہاں؟

آپ نے بخشی بوصیری کو ردائے نور زا
میری جانب بھی محبت کی نظر بہر خدا

چشم رحمت پڑ گئی تو ہوگیا وہ سرخرو
مجھ کو بھی در پر بلالیں بس یہی ہے آرزو

بدر کے ملجا و ماوی آپ ہیں لاریب ہیں
باخدا غم مداوا آپ ہیں لاریب ہیں

آج میلاد النبی ہے آج ہے روز سعید
آج دنیا کو حیات پرسکوں کی ہے نوید

آج مجبوروں کا دن ہے، آج مقہوروں کا دن
آج محکوموں، غلاموں، درد مندوں کی ہے عید

درد و غم سے رستگاری کا زمانہ آگیا
ظلم و جبر و قہر کے ماروں کا ہے روز سعید

آج کے دن قیصر و کسریٰ کے ایواں ہل گئے
آج روز مرگ ہے، بہر شیاطین پلید

آج جلوہ گر ہوئے بیکس یتیموں کے رفیق
بے سہاروں کے سہارے محسن و عاطف وحید

آج رنگ و نسل و خوں کے مٹ گئے سب امتیاز
آج ٹھہرایا گیا، تقویٰ کو معیار سدید

ہوگئے منسوخ سب پہلے صحائف یک بیک
زندگی کا ضابطہ ٹھہرا ہے قرآن مجید

علم و حکمت اور دانش کے خزانے مل گئے
باب رحمت کھل گیا از رحمت رب مجید

آج انساں ہوگیا ہے سرفراز و باوقار
شکر انعام خدائے پاک ہے بہر عبید

جس تجلی کی ہوئی موسیٰ کو رویت طور پر
اس کے پرتو کی ہے اب گھر آمنہ بی بی کے دید

روشنی جس کی شعاعوں سے ہے پھیلی شش جہت
بدر وہ خورشید چمکا واہ کیا روز سعید

باعث صد خیر و برکت عید میلاد النبی
ہے سرا سر ابر رحمت عید میلاد النبی

آج کا دن لے کے آیا ہے جلو میں رحمتیں
ہے یہ دل افروز ساعت عید میلاد النبی

آج چمکا ہے سر فاران اک مہر منیر
نور زا روز سعادت عید میلاد النبی

مشرق و مغرب ہوئے روشن' اندھیرے چھٹ گئے
ہوگئی کافور ظلمت عید میلاد النبی

دل فگاروں کی تسلی کیلئے پیغام نو
ہے سکینت در حقیقت عید میلاد النبی

جو غلامی کے شکنجے میں پڑے تھے ہر طرف
ان کی آزادی برأت عید میلاد النبی

تھے گرفتار ضلالت عہد عیسیٰ سے جو لوگ
آگئی ان کی ہدایت عید میلاد النبی

بے کسوں کو جس نے بخشا ہے جہانبانی کا گر
وہ نشان فتح و نصرت عید میلاد النبی

بدر کامل قریۂ جاں کو منور کر گیا
تا ابد روشن سلامت عید میلاد النبی

صاحبزادہ سعید بدر قادری ۱۹۳۹ء (لاہور)

یہ کس کی جستجو میں مہر عالم تاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بے تاب تھا بے خواب پھرتا تھا

یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں

یہ کس کی شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمین کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں رنگتیں کس کیلئے ایام نے بدلیں
پیا پے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامال خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک ''صبح عید'' کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہ افلاک ہونا ہے
یہ سب کچھ ایک دن نذر شہ لولاک ہونا ہے

زندگی مردہ تھی روح زندگی افسردہ تھی
خامی تخلیق اپنے آپ سے آزردہ تھی

جلوے شرمندہ تھے اپنی خامی تکمیل سے
عشق تھا روپوش اب تک حسن کی قندیل سے

ساز فطرت تھا ابھی مضراب سے نا آشنا
نغمہ تھا اک لذت بیتاب سے نا آشنا

سو رہی تھی زندگانی خواب کی آغوش میں
آرزوئیں دم بخود تھیں حسرت خاموش میں

باغ سے موج شمیم جانفزا اٹھتی نہ تھی
نالۂ جانکاہ بلبل کی صدا اٹھتی نہ تھی

آنکھ تھی لیکن ابھی تک اشک سے محروم تھی
کامیابی کی تمنا رشک سے محروم تھی

روح نے اب تک دعاؤں کے مزے پائے نہ تھے
خامشی نے التجاؤں کے مزے پائے نہ تھے

عالم ایجاد تھا کچھ اس طرح یعنی نہ تھا
آفرینش لفظ تھا' شرمندۂ معنی نہ تھا

یک بیک امید کے گھر میں خوشی پیدا ہوئی
زندگی کے واسطے اک زندگی پیدا ہوئی

سینۂ ہستی میں کروٹ لی دل بیتاب نے
پڑھ لیا یعنی حرارت کا سبق سیماب نے

روئے فطرت پر محبت کی ضیاء پیدا ہوئی
حسن کی آنکھیں جھکیں' ان میں حیا پیدا ہوئی

ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آ گئی
اور چمن کے پتے پتے پر جوانی آ گئی

سینۂ غنچہ میں اک میٹھی کسک پیدا ہوئی
گل میں خوشبو اور شاخوں میں لچک پیدا ہوئی

سبزۂ خوابیدہ جاگا لہلہانے کیلئے
ہوگئیں بیتاب کلیاں مسکرانے کیلئے

آج زانوئے ازل پر صبح نے انگڑائی لی
مسکرا کر اک کرن نے ہاتھ میں شہنائی لی

غل ہوا دنیا میں ختم المرسلیں پیدا ہوا
مخزن اسرار قدرت کا امیں پیدا ہوا

کشتیٔ ارض و سما کا ناخدا پیدا ہوا
ابتدا و انتہا کا پیشوا پیدا ہوا

عرش پر سے شادیانوں کی صدا آنے لگی
ساز الفت سے ترانوں کی صدا آنے لگی

فرش پر روح الامیں آنے لگے جانے لگے
طائران قدس نغمے نعت کے گانے لگے

دھیمے دھیمے رس بھرے نغمے ہوا میں بس گئے
میٹھے میٹھے گیت حوروں کے فضاء میں بس گئے

بس گیا آ کر فضاء میں لشکر نورانیاں
اور پیش نور مطلق جھک گئیں پیشانیاں

پر فرشتوں کے کھلے انوار لہرانے لگے
نور کے بادل زمیں پر پھول برسانے لگے

کعبۂ توحید پر رکھ کر جبیں سات آسماں
جھک گئے تعظیم کو پیش زمیں سات آسماں

تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبی
آپ خالق نے منائی ''عید میلاد النبی''

حفیظ جالندھری مرحوم ۱۹۰۰ء۔۱۹۷۸ء (لاہور)

آؤ مشتاقان محفل، محفل میلاد میں
رحمتیں بے حد ہیں نازل محفل میلاد میں

عطر ملنا، بانٹنا شیرینی، سلگانا بخور
ہیں یہ امت کے مشاغل محفل میلاد میں

ذکر حق، نعت پیغمبر، اجتماع مومنیں
جمع ہیں یہ سب فضائل محفل میلاد میں

گھر میں جب دھوپ آ گئی گویا کہ سورج آ گیا
خود بدولت خود ہیں شامل محفل میلاد میں

قاریٔ میلاد جب اٹھ کر لگے پڑھنے سلام
سب اٹھے محفل کی محفل محفل میلاد میں

حیف اس پر جب کھڑے سب ہوں کہ وہ بیٹھا رہے
ہو کے پابند سلاسل محفل میلاد میں

کچھ تو اس محفل میں پایا ہے جو یوں آداب سے
سر کے بل آتا ہے بیدلؔ محفل میلاد میں

نبی کی شان و شوکت ہے قیام محفل مولد
عجب تعظیم حضرت ہے قیام محفل مولد

عبث کہتے ہیں بدعت ہے قیام محفل مولد
طریق اہلسنت ہے قیام محفل مولد

کھڑا ہو دست بستہ محفل اقدس میں اے شاغل
ادب کی خاص ہیئت ہے قیام محفل مولد

ہے اہل علم کی سنت، یہ سنت دیکھ "شامی" میں
اسی معنی میں سنت ہے قیام محفل مولد

نہ اس میں رفع سنت ہے، نہ شرک و کفر و بدعت ہے
یہ رد شرک و بدعت ہے قیام محفل مولد

خدا کا شکر نعمت ہے، نبی کی شان رفعت ہے
یہ دونوں کی اطاعت ہے قیام محفل مولد

سوا چند گمرہوں کے دیکھ لو مشرق سے مغرب تک
مقبولِ امت ہے قیام محفل مولد

حریم کعبہ میں بیت المقدس اور مدینے میں
یہ کہتے ہیں سعادت ہے قیام محفل مولد

نہ ہوں خوش مفتیان منع گر عشاق قائم ہیں
تو قائم تا قیامت ہے قیام محفل مولد

حصول فیض رحمت ہے نزول خیر و برکت ہے
وصول عشق حضرت ہے قیام محفل مولد

اٹھے جب صف بصف محفل کھڑا ہو تو بھی اے بیدلؔ
ادب کی خاص صورت ہے قیام محفل مولد

مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

عید میلاد النبی پھر آ گئی
ہر طرف اللہ کی رحمت چھا گئی

اہل دل کے دل خوشی سے کھل گئے
اہل کیں کینے سے ہو بے دل گئے

سب خوشی سے پھولنے پھلنے گئے
کچھ حسد کی آگ میں جلنے لگے

ہم ہیں نوری چاہتے ہیں نور ہی
اور تم بہتر ہو اس سے دور ہی

محفل میلاد سے غافل نہ ہو
یعنی ان کی یاد سے غافل نہ ہو

کلمۂ توحید ہے اک امر خیر
کفر ہے لیکن رسالت کے بغیر

جو زباں کرتی نہیں ذکر رسول
وہ خدا کا نام لے تو ہے فضول

جلسۂ سیرت ہو یا میلاد ہو
کوئی بھی صورت ہو ان کی یاد ہو

خود کریں سیرت کا جلسہ منعقد
محفل میلاد سے پھر کیسی ضد

دور تیری تلخیاں ہو جائیں گی
کھا مٹھائی محفل میلاد کی

خود کھڑا ہو غیر کا دامن نہ تھام
کر قیام اور پڑھ محمد پر سلام

کم نہیں ہے بم سے حق حق کا کلام
جس سے باطل کا گرا قلعہ تمام

مولانا محمد بشیر المعروف حاجی حق حق (۱۹۱۶ء ۲۰۰۶ء) (کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ)

آمنہ بی بی کے گلشن میں آئی ہے تازہ بہار
پڑھتے ہیں صلی اللہ وسلم آج درو دیوار
نبی جی اللہ اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

بارہ ربیع الاول کو وہ آیا ہے در یتیم
ماہ نبوت مہر رسالت صاحب خلق عظیم
نبی جی اللہ اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

حامد و محمود اور محمد دو جگ کا سردار
جان سے پیارا راج دلارا رحمت کی سرکار
نبی جی اللہ اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

اول و آخر سب کچھ جانے دیکھے بعید و قریب
غیب کی خبریں دینے والا اللہ کا وہ حبیب
نبی جی اللہ اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

دور بلائیں کرنے والا امت کا غم خوار
حافظ و حامی شافع و نافع رحمت کر سرکار
نبی جی اللہ اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

پیاری صورت ہنستا چہرہ منہ سے جھڑتے پھول
نور کا پتلا چاند سے اجلا حق کا پیارا رسول
نبی جی اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

جبریل آئے جھولا جھلانے لوری دے ذیشان
سو جا سو جا رحمت عالم میں تیرے قربان
نبی جی اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

کفر و شرک کی کالی گھٹائیں ہوگئیں ساری دور
مشرق و مغرب دنیا اندر ہوگیا نور ہی نور
نبی جی اللہ اللہ ھو لا الہ الا ھو

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۰ء ۱۹۸۴ء (کراچی)

یہ کون آیا کہ ہر شاخ برہنہ مسکرا اٹھی
یہ کون آیا کہ کشت دیدہ و دل لہلہا اٹھی

یہ کون آیا کہ تشنۂ آرزوؤں پر بہار آئی
یہ کون آیا کہ عرش و فرش تک اک نور پھیلا ہے

یہ کون آیا کہ سجدے سے مچلتے ہیں جبینوں میں
یہ کون آیا کہ ٹھنڈک پڑ گئی پیاسی زمینوں میں

یہ کون آیا کہ دیوار حرم سرد چراغاں ہے
یہ کون آیا کہ شاخ آرزو خوش بو بداماں ہے

یہ کون آیا کہ آدم کا شرف ہی معتبر ٹھہرا
یہ کون آیا کہ ہر اک لفظ ہے حکم خدا جس کا

یہ کون آیا کہ ظلمات شب ماتم مٹی یک سر
یہ کون آیا کہ تا حد نظر پھیلے خنک منظر

یہ کون آیا کہ تپتے ریگ زاروں پر گری شبنم
یہ کون آیا کہ نظم جبر و باطل بھی ہوا برہم

یہ کون آیا کہ محراب یقیں میں جشن برپا ہے
یہ کون آیا کہ ابر نور و نکہت کھل کے برسا ہے

یہ کون آیا کہ حرف آگہی کو مل گئے معنی
یہ کون آیا کہ جس کی منتظر ساری خدائی تھی

یہ کون آیا کہ چھائی ہے فضا میں سرمدی راحت
یہ کون آیا کہ حوا کو ملی ہے چادر رحمت

یہ کون آیا کہ اتری ہے دھنک کالی زمینوں پر
یہ کون آیا کہ محراب یقیں چمکی جبینوں پر

یہ کون آیا کہ جو توقیر انساں کی ضمانت ہے
یہ کون آیا کہ اب تک ہم نوا ابر شفاعت ہے

یہ کون آیا کہ ہر تارِ نفس بھی گنگناتا ہے
یہ کون آیا کہ پلکوں پر چراغاں ہوتا جاتا ہے

یہ کون آیا کہ ارض و سما پر وجد سا طاری
یہ کون آیا کہ چشمہ فیض کا ہے آج بھی جاری

یہ کون آیا کہ جو شاداب لمحوں کا امیں ٹھہرا
یہ کون آیا کہ خورشید محبت نقش پا جس کا

یہ کون آیا کہ رحمت کی گھٹائیں جھوم کر آئیں
یہ کون آیا کہ امیدیں بھی انسانوں کی بر آئیں

یہ کون آیا کہ قندیلوں میں کرنیں جھلملاتی ہیں
یہ کون آیا کہ گلشن میں فضائیں گنگناتی ہیں

یہ کون آیا کہ نخلستاں سجے ہیں ریگ زاروں میں
یہ کون آیا کہ کرنیں بٹ رہی ہیں ماہ پاروں میں

یہ کون آیا کہ جو مقصود تخلیق دو عالم ہے
یہ کون آیا کہ جو انسان کے زخموں کا مرہم ہے

یہ کون آیا کہ جو ننگے سروں پر ایک سایہ ہے
یہ کون آیا کہ جو کون و مکاں کے سر کی چھایا ہے

یہ کون آیا کہ ہر سو رنگ بکھرے ہیں فضاؤں میں
یہ کون آیا کہ خوش بو ناچ اٹھی ہے ہواؤں میں

یہ کون آیا کہ ارض جاں پہ رحمت کے سحاب آئے
یہ کون آیا کہ دامان سحر میں آفتاب آئے

یہ کون آیا کہ ہونٹوں پر درودوں کی سحر جاگی
جوارِ دیدہ و دل میں انہی کی رہ گزر جاگی

یہ کون آیا کہ فصل لالہ و گل لہلہا اٹھی
یہ کون آیا کہ میری شام غم بھی گنگنا اٹھی

یہ کون آیا کہ جس کے نور سے ہے ارض جاں روشن
یہ کون آیا کہ جن و بشر کی داستاں روشن

یہ کون آیا کہ دستار سخن میں چاندنی اتری
یہ کون آیا کہ غار روز و شب میں روشنی اتری

یہ کون آیا کہ پھرتی ہے دھنک مکے کی گلیوں میں
یہ کون آیا کہ خوش بو جھومتی ہے بند کلیوں میں

یہ کون آیا کہ جس کو حاصل کون و مکاں کہیے
یہ کون آیا کہ جس کو ہر صدی کا حکمراں کہیے

ریاض اس پیکر انوار رحمت کی ثناء لکھیے
اس کی ذات اقدس کو محمد مصطفیٰ لکھیے

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

لئے زندگی کا پیغام آگئے ہیں
مبارک ہو خیرالانام آگئے ہیں

تباہی سے انسانیت کو بچانے
خود انسانیت کے امام آگئے ہیں

مٹانے جہالت کی تاریکیوں کو
رسالت کے ماہ تمام آگئے ہیں

غریبوں ضعیفوں یتیموں کو مژدہ
کہ سر چشمۂ فیض عام آگئے ہیں

عطا کرنے بگڑے ہوئے میکشوں کو
ہدایت کا لبریز جام آگئے ہیں

تصور کا عالم بھی کتنا حسیں ہے
مدینے کے دیوار و بام آگئے ہیں

ہر اک شئے پہ ہے عالم کیف طاری
یہ گردش میں کس شے کے جام آگئے ہیں

رسائی ہوئی ان کے قدموں تک اسلم
عقیدت کے جذبات کام آگئے ہیں

اسلم کاشمیری جماعتی ۱۹۲۴ء ۲۰۰۵ء

نوید امن و راحت رحمۃ للعالمیں لائے
بشارت نوع انساں کو ہے خیر البشر پیدا

وہ جس نے عالم ایجاد کی تاریکیاں دھوئیں
وہ جس نے شام ظلمت میں کیا نور سحر پیدا

وہ جس نے سارے عالم کو نوید اوج و رفعت دی
خزف پاروں میں جس نے کر دیئے لعل و گہر پیدا

وہ جس نے بینواؤں کو سلیمانی عطا کی تھی
غلاموں میں کیا تھا جس نے شاہوں کا جگر پیدا

ثبات و عزم و خود داری کے سب آئین سکھائے تھے
تن بے جاں میں شاہیں کے کئے تھے بال و پر پیدا

وہی ان خاک کے ذروں کو پھر پارس بنائیں گے
انہی کے اک اشارے سے ہوئے تھے دو قمر پیدا

یہ مرجھائی ہوئی کھیتی مگر پھر سے لہلہائے گی
خزاں دیدہ چمن میں ہوں گے پھر برگ و ثمر پیدا

وہ پھر امت کی یہ ڈوبی ہوئی کشتی ترائیں گے
اسی طوفاں میں ہو جائے گی پھر رہ گزر پیدا

یقیں ہے ملت مردہ میں جان تازہ آئے گی
''کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا''

آج وہ دن ہے کہ رفعت مدح پیغمبر میں ہے
آج وہ دن ہے کہ شان طور اس منبر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ ظاہر ہوتے ہیں ختم الرسل
مرحبا صل علیٰ کا شور بحر و بر میں ہے

آج وہ دن ہے لرزتے ہیں سلاطین زمن
زلزلہ ایوان کسریٰ قلعہ قیصر میں ہے

آج وہ دن ہے جھکی پڑتی ہے رحمت کی گھٹا
بعد مدت آج پھر آسودگی ہر گھر میں ہے

آج وہ دن ہے چھپتا پھرتا ہے شیطاں لعیں
اک ہزیمت کا سا نقشہ اس کے کل لشکر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ اوندھے منہ گرے لات وھبل
آج سے نقصاں ہی نقصاں ''صنعت آذر'' میں ہے

آج وہ دن ہے فرشتوں کا زمین پر ہے ہجوم
خدمت روح الامیں آج آمنہ کے گھر میں ہے

آج وہ دن ہے جس کا تھا جہاں کو انتظار
''جشن میلاد مبارک'' آج ہر اک گھر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ فرحت محو شوق دید ہے
جسم اس محفل میں ہے جاں گنبدا خضر میں ہے

مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی جماعتی ۱۸۸۴ء ۱۹۴۷ء (حیدر آباد دکن)

شہنشاہ عالی وقار آ رہا ہے
شہنشاہ ذی اقتدار آ رہا ہے

ہے جس کی اطاعت خدا کی اطاعت
وہ آقائے باختیار آ رہا ہے

لباس بشر میں وہ نور مجسم
بصد شان عزو وقار آ رہا ہے

بشیر و نصیر و امین دو عالم
شہِ دیں بصد افتخار آ رہا ہے

زمین فلک جس کے زیر نگیں ہیں
خدائی کا وہ تاجدار آ رہا ہے

غریبی مسرت سے اترا رہی ہے
غریبوں کا والی و یار آ رہا ہے

چمکنے لگے ہیں یتیموں کے چہرے
یتیمی کا اک غمگسار آ رہا ہے

اٹھیں اس کی تعظیم کو اہلسنّت
ہدایت کا جو شاہکار آ رہا ہے

صلوٰۃ و سلام اس کی حضرت میں برہاںؔ
جو محبوب پروردگار آ رہا ہے

مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ

مومنو خوشیاں مناؤ کملی والا آ گیا
رب سلم گنگناؤ کملی والا آ گیا

چہرۂ والفجر سے اور گیسوئے واللیل سے
دل کو آئینہ بناؤ کملی والا آ گیا

جھک گیا سجدے میں بیت اللہ بھی تعظیم کو
اب دیئے دل کے جلاؤ کملی والا آ گیا

گود میں لے کر حلیمہ سعدیہ نے یوں کہا
عظمتوں کے گیت گاؤ کملی والا آ گیا

جشن میلاد النبی میں ان کے ذکر پاک سے
نجدیوں پر قہر ڈھاؤ کملی والا آ گیا

چاند سورج اور ستارو کہکشاں ارض و فلک
روشنی اپنی بڑھاؤ کملی والا آ گیا

یا رسول اللہ کا نعرہ لگاؤ سنیو
اپنے دشمن کو بھگاؤ کملی والا آ گیا

تم بھی اے نصرت نعیمی محفل میلاد میں
پھول نعتوں کے کھلاؤ کملی والا آ گیا

مولانا رجب علی نصرت نعیمی (کراچی)

سکون دل و جان ہے جشن مولد
کہ رحمت بد امان ہے جشن مولد

آمد ختم الرسل کی خوشی میں
مناتا مسلمان ہے جشن مولد

وہ رحمت و فضل خدا بن کے آئے
تقاضائے قرآن ہے جشن مولد

مکرم ہیں اسلامی تہوار سارے
مگر سب کا سلطان ہے جشن مولد

کرو توبہ اس دن گناہوں سے کیونکہ
وسیلۂ ذیشان ہے جشن مولد

خیرات کثرت سے ہوتی ہے اس میں
محشر کا سامان ہے جشن مولد

یہ باتیں ہیں شیطان کی ترجمانی
کہ باعث نقصان ہے جشن مولد

محمد کا تذکار رب کو پسند ہے
یہ مقبول رحمٰن ہے جشن مولد

نہ ہو گر "خلاف شرع" کام اس میں
تو فیضان ہی فیضان ہے جشن مولد

یہ تبلیغ قرآن و سنت کا بے شک
ذریعۂ ذیشان ہے جشن مولد

غفوریؔ مضطر کے زخم جگر کا
سکوں بخش درمان ہے جشن مولد

کر دیا چاند نے اعلانِ ربیع الاول
اب دل و جان سے ہو قربانِ ربیع الاول

ہاتھ سے چھوڑ نہ دامانِ ربیع الاول
چن لے حامد گل فیضانِ ربیع الاول

جلوہ فرما ہوئے اس ماہ میں محبوب خدا
حبّـــــــــــــــذا صلی علیٰ شانِ ربیع الاول

رخ ہے ہنگام سحر وقت تہجد گیسو
اور قدِ شمع شبستانِ ربیع الاول

روز عید اس کا ہر اک روز ہے ہر شب شب قدر
لمعۂ نور ہے ہر آنِ ربیع الاول

نور اسی ماہ کا پھیلا ہے زمانے بھر میں
ہے زمانے پہ یہ احسانِ ربیع الاول

دل میں ہو یاد نبی لب پہ رہے ذکر نبی
مشغلہ ہے یہی شایانِ ربیع الاول

رشحہ دہر پہ نازاں نہ ہوں ساون بھادوں
بارش نور ہے بارانِ ربیع الاول

عطر آگیں ہے درودوں سے فضائے عالم
ہیں یہ اے دل گل و ریحانِ ربیع الاول

مست رہتے ہیں مئے ذکر نبی سے ہر دم
کتنے ہشیار ہیں مستانِ ربیع الاول

جان ہے سارے برس کی یہ مہینہ حامد
اور میلاد نبی جانِ ربیع الاول

ہوگا حامد جو کبھی شاہ مدینہ کا کرم
جا کے دیکھوں گا وہاں شان ربیع الاول

مولانا حامد رضا خاں ۱۸۸۲ء تا ۱۹۴۳ء (بریلی شریف)

عین شایان پیمبر عید میلاد النبی
عیدِ اور اللہ اکبر عید میلاد النبی

حسن جاں افروز بن کے محفل کونین میں
چار سو ہے جلوہ گستر عید میلاد النبی

وجہ تسکین دل مضطر ہے یہ روز سعید
سب کی امیدوں کا محور عید میلاد النبی

یوم میلاد نبی ہی افضل الایام ہے
اور سب عیدوں سے بہتر عید میلاد النبی

آج کا دن ہے کتاب زندگی کا پیش لفظ
نقش حسن کلک داور عید میلاد النبی

کیف میں ڈوبی ہوئی ہے باغِ ہستی کی فضا
کس قدر ہے روح پرور عید میلاد النبی

اس کی ضو سے مٹ گئی ہیں کفر کی تاریکیاں
نور حق سے ہے منور عید میلاد النبی

جس کے آگے ہیچ ہے گلزار جنت کی بہار
پیش کرتی ہے وہ منظر عید میلاد النبی

ہر طرف ہے دھوم میلاد شہ کونین کی
ہو رہی ہے آج گھر گھر عید میلاد النبی

مل گئی عصیاں شعاروں کو نوید مغفرت
رحمت حق ہے سراسر عید میلاد النبی

ہیں نچھاور اس پہ باغ خلد کی رعنائیاں
ہے جمال حق کی مظہر عید میلاد النبی

اے قمر! عظمت میں عزت میں شرف میں شان میں
دونوں عیدوں سے ہے بڑھ کر عید میلاد النبی

مولانا غلام حسین قمر یزدانی (پنوانہ ضلع سیالکوٹ)

جلوۂ حق نما، شاہد قدسی، صاحب ماطغیٰ مصطفیٰ آ گئے
مظہر کبریا، رحمت دوسرا، سید انبیاء مجتبیٰ آ گئے

زینت عرشیاں شوکت فرشیاں، مصدر کن فکاں، ساکن لامکاں
نکہت گلستاں، نیر ذوفشاں، حسن عالم کی بن کر ضیا آ گئے

سید انس و جاں، حامئی بیکساں، دستگیر جہاں، غمگسار زماں
سید سروراں، نازش مہوشاں، نائب ذات رب العلیٰ آ گئے

مظہر ذوالمنن، جوہر ہر چمن، حسن سرو و سمن، شہنشاہ زمن
لے نرالی پھبن اور نیا بانکپن ساری دنیا کے حاجت روا آ گئے

مطلع ہر سحر، نور شمس و قمر، مالک بحر و بر، جلوۂ ہر نظر
عالم ہر خبر، خوبرو خوب تر، بن کے یوسف کے بھی پیشوا آ گئے

حضرت حاجی محمد یوسف نگینہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۲ء ۱۹۸۹ء پیلے گوجراں سمندری فیصل آباد

جب جگ میں ضلالت چھائی تھی
تب جوش میں رحمت آئی تھی

پھر بھیجے خدا نے پیارے نبی ﷺ
تا رستے پہ آئیں بندے سبھی

جب کفر کے بادل چھائے تھے
تب پیارے محمد آئے تھے

آپ آئے جہاں میں اجالا ہوا
حق بات کا بول ہی بولا ہوا

اور جھوٹ کا منہ پھر کالا ہوا
آیا احمد نور میں ڈھالا ہوا

توحید کے نغمے گائے تھے
تب پیارے محمد آئے تھے

وہ نور زماں وہ نور زمیں
وہ نور مجسمٔ ماہ مبیں

وہ رحمت عالم در ثمیں
مانند نہ ان کی جگ میں کہیں

وہ نور تھے اور بے سائے تھے
وہ پیارے محمد آئے تھے

انہیں سب سے اونچی شان ملی
بے مثل کتاب قرآن ملی

سرداری انس و جان ملی
گویا فضل و کرم کی کان ملی

تب حق نے قدم جمائے تھے
جب پیارے محمد آئے تھے

جو دنیا میں آپ نہ آتے اگر
نہ ہی ہوتی زمین نہ شمس و قمر

نہ شہر نہ قصبے نہ کوئی نگر
نہ پھول اور پھل نہ یہ شجر و حجر

ہوئے امن کے گلشن سائے تھے
جب پیارے محمد آئے تھے

فضل حق خان گلشن شرقپوری

محمد مصطفیٰ آئے حبیب کبریا آئے
بصارت اور بصیرت کیلئے بن کر ضیاء آئے

بہر سو کفر کے اور شرک کے گہرے اندھیرے تھے
اندھیروں کو مٹانے کیلئے شمس الضحیٰ آئے

خدا کا اور بندوں کا تعلق کب سے تھا ٹوٹا
وہی پھر جوڑنے بندوں سے رشتہ خدا آئے

دعاء ابراہیمی اور نوید حضرت عیسیٰ
وہی آئے وہی آئے وہی ہیں با خدا آئے

یتیموں کو یتیمی کے تھپیڑوں سے بچانے کو
مبارک ہو یتیموں کے وہ بن کر آسرا آئے

تڑپتے چیختے اور بلبلاتے بے سہاروں کی
وہی بن کر دوا آئے وہی بن کر شفا آئے

چلو ماں باپ کی ان کے لحد کی پائنتی چومیں
وہ جن کے لاڈلے رحمت کی بن کر ہیں گھٹا آئے

کرم بن کر بھرم بن کر وہی کحل البصر بن کر
بصر کو وہ نظر بخشی نظر ہم کو خدا آئے

میرے بختوں کی بدبختی کو خوش بختی کے پانی سے
مصفیٰ و مزکیٰ کرنے کو نور خدا آئے

میں اکثر مست رہتا ہوں انہی کی یاد میں ہمدم
کہ ان کی یاد مجھ کو مست کرنے بارہا آئے

مقدر کا ستارہ میرا چمکے یوں ظفر چشتی
اندھیری کوٹھڑی میں دل کی وہ نور خدا آئے

علامہ عبدالحق ظفر چشتی ۱۹۳۹ء (لاہور)

ہو مبارک اہل ایماں عید میلاد النبی
ہوگئی قسمت درخشاں عید میلاد النبی

خوب خوش ہیں حور غلماں عید میلاد النبی
اور فرشتے بھی ہیں شاداں عید میلاد النبی

نور کی پھوہار برسی چار سو ہے روشنی
ہوگیا گھر گھر چراغاں عید میلاد النبی

چار جانب دھوم ہے سرکار کے میلاد کی
جھومتا ہے ہر مسلماں عید میلاد النبی

عرش پر چاروں طرف صل علیٰ کی دھوم ہے
آگئے، ہیں نور یزداں عید میلاد النبی

غنچے چٹکے پھول مہکے ہر طرف آئی بہار
ہوگئی صبح بہاراں عید میلاد النبی

عید میلاد النبی تو عید کی بھی عید ہے
بالیقیں ہے عید عیداں عید میلاد النبی

خوب جھومو اے گنہگارو! تمہاری عید ہے
ہوگیا بخشش کا ساماں عید میلاد النبی

ان شاء اللہ آج ''عیدی'' میں ملے گی مغفرت
ہے جبھی شیطاں پریشاں عید میلاد النبی

یانبی اپنی ولادت کی خوشی میں اپنا غم
دیجئے طیبہ کے سلطاں عید میلاد النبی

عید میلاد النبی کا واسطہ عطار کو
بخش دے مولائے رحمان عید میلاد النبی

مولانا الیاس عطار قادری ۱۹۵۲ء (کراچی)

یاحبیب خدا، سرور دوسرا، مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا
جلوۂ والضحیٰ، چہرۂ مصطفیٰ مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

پیکر نور، نور علیٰ نور ہیں، آپ مختار و محبوب و منظور ہیں
آپ کی ہر ادا، باصفا، حق نما، مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

تیرا دیدار، دیدار حق بالیقیں، تیری گفتار شرح کتاب مبیں
تیری رفتار پر شب اسریٰ فدا، مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

عشق طیبہ میرا تجھ کو ہے ڈھونڈتا' مجھ کو تیرے سوا کچھ نہیں سوجھتا
ہو کرم کی نگاہ' پُرخطا' پُرعطا مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

یاحبیب خدا' آپ کے ماسوا کون سنتا ہے فریاد صلِ علیٰ
غم میں ہوں مبتلا' ساقیا کچھ پلا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

حسرت دید ہر دم ستائے مجھے' کون احوال میرے سنائے تجھے
آپ سے کیا نہاں' سب عیاں برملا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

میرے تاریک دل کو جلا بخشئے میرے قلب حزیں کو غذا بخشئے
ہے یہی التجا' میرے مشکل کشا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

جام عرفان طیبہ پلا دیجئے' درد فرقت خدارا مٹا دیجئے
دیجئے نوری چہرے سے پردہ اٹھا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

آپ کے میکدے کی سدا خیر ہو' آپ اس کو بھی دیتے ہیں جو غیر ہو
بحر جود و سخا ہے رواں آپ کا مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

ہے یہ تابش قصوری غلام آپ کا' ذکر کرتا ہے یہ صبح و شام آپ کا
ہو مقدر میں اس کے بھی جام آپ کا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

علامہ محمد منشاء تابش قصوری ۱۹۸۴ء (مرید کے ضلع شیخوپورہ)

حالات قبل طلوع

رات بڑھتی رہی جورو بیداد کی
ہر طرف کفر کی تیرگی چھا گئی

حسن و اخلاص کا چاند گہنا گیا
چاندنی عقل و حکمت کی سنولا گئی

تیشہ کفر سے امن غارت ہوا
شرک و بدعت کی ہر سو گھٹا چھا گئی

حالات بعد طلوع

یک بیک سینۂ کفر کو چیر کر
نور ایمان کی روشنی آ گئی

مہر غار حرا جگمگانے لگا
تیرگی ظلم و نفرت کی گھبرا گئی

نور عرفاں سے ہر دل چمکنے لگا
کبر و نخوت کو اک نیند سی آ گئی

پھر اٹھی کوہ فاراں سے نوری گھٹا
ہر طرف امن کے پھول برسا گئی

مصلح انسانیت کا امیں آ گیا
پھر یہ دنیا نئی زندگی پا گئی

مبارک ہو کہ یہ عین سعادت کا زمانہ ہے
حبیب کبریا کا جان رحمت کا زمانہ ہے

مٹی باطل پرستی حق کی نصرت کا زمانہ ہے
کٹی شام الم صبح مسرت کا زمانہ ہے

وہ آئے دہر میں اب دور ظلمت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

زمانہ جس زمانے کا رہا ہر دم تمنائی
زمانہ وہ ولادت جب شہ کونین نے پائی

زمانہ جس نے عظمت ہر زمانے سے سوا پائی
زمانہ جس زمانے کی قسم خالق نے فرمائی

امام الانبیاء فخر رسالت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

نوید حضرت عیسیٰ محمد مصطفیٰ آئے
براہیمی دعا کا ماحصل خیرالوریٰ آئے

جہاں والوں کو سمجھانے جہاں کے مقتدا آئے
صنم آباد کعبہ میں لئے نور ہدیٰ آئے

یہ نور اولین ختم رسالت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

تھے جن کے امتی بننے کے موسیٰ بھی تمنائی
رہائی حضرت آدم نے جن کے نام سے پائی

جمال یوسفی میں نور کی جن کے تھی رعنائی
ادا اک اک مرے اللہ کو جن کی پسند آئی

اسی محبوب حق نور نبوت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

گرے کسریٰ کے کنگورے جو وہ باطل شکن آئے
بجھا آتش کدہ فارس کا جب شاہ زمن آئے

جھکی محراب کعبہ جب وہ صدر انجمن آئے
گرے سجدے میں بت سارے حبیب ذوالمنن آئے

جہانِ کفر میں شانِ رسالت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

مٹی دختر کشی اور بنت حوا کو ملی عظمت
ملی بیواؤں کو حرمت اور یتیموں کو ملی شفقت

غلاموں بیکسوں کو آپ کے در سے ملی ثروت
وہ آئے بن کے عالم کیلئے اک سایۂ رحمت

یقیناً یہ عروج آدمیت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

دعا کیجے مسلمانوں میں باہم پیار ہو جائے
دعا کیجے کہ بے دینی سے جاں بیزار ہو جائے

دعا کیجے دلوں میں الفت سرکار ہو جائے
دعا کیجے رسول پاک کا دیدار ہو جائے

دعا کا اور اظہار عقیدت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

وہ ہیں بحر عطا کان سخا اور قاسم نعمت
انہیں کے در سے اے مصلحؔ ملی ایمان کی دولت

ہے ان کی ذات اقدس ہر زمانے کیلئے رحمت
دعا پائے گی ان کے ہی وسیلے سے قبولیت

مرے سرکار کے لطف و عنایت کا زمانہ ہے
خدا کا فضل ہے عید ولادت کا زمانہ ہے

میرے دل اے بے قرارِ عید میلادِالنبی
آ گئی فصل بہارِ عید میلادالنبی

ہے لبِ گل پر درود اور لب پہ بلبل کے سلام
آئی گلشن میں بہارِ عید میلادالنبی

صاحب لولاک کا صدقہ ہے ساری کائنات
سارا عالم ہے نگارِ عید میلادالنبی

رب نے قرآن میں کیا ہے ذکر میلاد رسول
کتنا اونچا ہے وقارِ عید میلاد النبی

آؤ خلد آباد والو تم بھی آ کر دیکھ لو
دائرہ میں ہے بہارِ عید میلادالنبی

وہ نہ آتے تو یہ عیدیں کس طرح ہوتیں نصیب
ساری عیدیں ہیں نثارِ عید میلادالنبی

ان کی آمد کی بشارت دے گئے ہیں انبیاء
تھا سبھی کو انتظارِ عید میلاد النبی

تذکرہ آمد کا تم بھی کرتے تھے اہل کتاب
کیوں نہ آیا؟ اعتبارِ عید میلادالنبی

منحرف تعظیم کا پہلے بھی تھا شیطاں لعین
آج بھی ہے سوگوارِ عید میلادالنبی

اختیار و عظمت سرور کے جو قائل نہیں
کیسے کرتے اختیارِ عید میلادالنبی

رحمت عالم سراپا نور کا ہے تذکرہ
ہے منور ہر جوارِ عید میلادالنبی

ہے حرم کی سرزمیں سارے جہاں سے خوب تر
ہر گلی ہے مشکبارِ عید میلادالنبی

بولہب معتوب کو بھی تھوڑی راحت مل گئی
تھا جو اک دن خوشگوارِ عید میلادالنبی

مجھ سا بیکس بھی تیرے محبوب کی امت میں ہے
رحم اے پروردگارِ عید میلادالنبی

حضرت عیسیٰ و مہدی مصلح اب آنے کو ہیں
خوب ہوگا اشتہارِ عید میلادالنبی

مل کر منائیں ہم سبھی میلاد سرور کی خوشی
ہے جشن میلاد النبیؐ ہے جشن میلاد النبی

دنیا میں ہر طرف تھا شیطانیت کا چرچا
انسان خود ہی اپنا دشمن بنا ہوا تھا

اللہ کی عبادت جو ہے رہ ہدایت
اس سے تھی سب کو غفلت حیوانیت تھی عادت

کیسی درندگی تھی کرتے تھے قتل لڑکی
منحوس و لعنتی تھی بیوہ کی زندگی بھی

تھا ظلم کا اندھیرا تھا کفر ہی کا ڈیرا
خالق کو رحم آیا اک آفتاب بھیجا

رشد و ہدیٰ کے خاور آئے حبیب داور
انسانیت کے رہبر مکہ کی سر زمیں پر

ظالم ہوئے پشیماں کافر ہوئے پریشاں
شیطاں ہوا ہراساں انساں ہوئے مسلماں

ہونے لگی عبادت پھر مل گئی ہدایت
مٹنے لگی عداوت بڑھنے لگی محبت

اسلام کی روش پر تھا گامزن اب انساں
اپنایا جس نے ایماں کہلایا اہل ایماں

میرے محمد مصطفیٰ سب کے نبی ہیں آخری
ہے جشن میلاد النبی ہے جشن میلاد النبی

چالیس سے تھے اک کم ایمان والے انساں
چالیس ہو نہ پائیں اس پہ تھا کفر کوشاں

اس وقت کافروں نے اسلام کی فنا کی
تدبیر ایک سوچی تھی قتل مصطفیٰ کی

بیڑا اٹھا لیا تھا خطاب کے پسر نے
یعنی عمر نبی کو اٹھے تھے قتل کرنے

شمشیر لے کے فوراً وہ ہوگئے روانہ
کفار کی خوشی کا کوئی نہ تھا ٹھکانہ

اک راہ رو نے ان کو یہ راہ میں خبر دی
شاید خبر نہیں ہے کچھ تم کو اپنے گھر کی

بہنوئی اور بہن بھی ایمان لا چکے ہیں
اللہ کی اطاعت میں سر جھکا چکے ہیں

اتنا سنا تو ان کو کچھ اور طیش آیا
جا کر بہن کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا

درس کلام حق کا تھا شغل نیک جاری
گھر میں پڑھا رہے تھے دونوں کو ایک قاری

غصہ میں پھر عمر نے دونوں کو خوب مارا
پہنچائے زخم کاری پیٹا بہت ستایا

تکلیف پائی دونوں نے راہ میں خدا کی
چھوڑا نہ حق کا دامن ہرگز ہوئے نہ شاکی

حق کی طلب میں ان کو ثابت قدم جو پایا
کچھ سوچ کر عمر نے دونوں کو پھر بلایا

بولے دکھاؤ جس کی کرتے تھے تم تلاوت
بولی بہن کہ پہلے کر لیجئے طہارت

جب پاک ہوگئے تو حق کا کلام دیکھا
دیکھا تو خوب دیکھا سمجھا تو خوب سمجھا

حق کا کلام پڑھ کر بے خود ہوئے وہ اتنے
احساس کے اثر سے آنسو لگے تھے گرنے

شمع ھدیٰ کی کرنیں دل میں اتر گئی تھیں
جو کفر کے اندھیرے پامال کر گئی تھیں

فوراً اٹھے وہاں سے پہنچے نبی کے در پر
اصحاب میں تھے جلوہ فرما وہاں پیمبر

دستک جو دی عمر نے دروازہ بند پا کر
چپکے سے اک صحابی نے ان کو دیکھا آ کر

بولے عمر کھڑے ہیں تلوار ہاتھ میں ہے
لگتا ہے مجھ کو ایسا شیطاں گھات میں ہے

بولے یہ حمزہ اچھی نیت ہے گر عمر کی
تو خیر ورنہ ان کو میں راہ دوں سفر کی

آقا نے ان کو روکا تشریف لائے آگے
اور خود ہی اپنے ہاتھوں دروازہ کھولا جا کے

دست کرم سے ان کو سرکار نے جھنجھوڑا
تقدیر کو پھر ان کی بیدار کر کے چھوڑا

بول اٹھے یہ عمر کہ ایمان اب عطا ہو
یعنی کہ جسم بے جاں کو جان اب عطا ہو

ایمان لائے حق پر حق کی رضا کی خاطر
پھر جان وقف کر دی اپنی خدا کی خاطر

تکبیر گونج اٹھی پھر تو خدا کے گھر سے
طاقت ملی ہے مضلح اسلام کو عمر سے

روشن ہو جس سے دل وہ ہے شمع ہدیٰ کی روشنی
ہے جشن میلاد النبی ہے جشن میلاد النبی

کافر ہوئے پریشاں لائے عمر جو ایمان
جو قتل کو چلے تھے وہ ہوگئے مسلماں

بوجہل و عتبہ سارے سردار اہل مکہ
سازش کے واسطے تھے تیار اہل مکہ

مل جل کے بیٹھے دارالندوہ میں سارے افسر
شامل تھا اس میں شیطاں بھی شیخ نجد بن کر

اسلام اور پیمبر کو کس طرح مٹائیں
اور کفر کی ذلالت کو کس طرح بچائیں

تدبیر اس کی ان کو کوئی نہ سوجھتی تھی
یوں لگ رہا تھا جیسے مشکل ہے کامیابی

کوئی یہ کہہ رہا تھا تم ان کو قتل کر دو
تو کوئی کہہ رہا تھا چپکے سے قید کرلو

شیطان نے ہر اک کے ہر مشورہ کو کاٹا
اس میں تھی کیا خرابی ہر ایک کو بتایا

بوجہل بولا لوگو سب ایک ساتھ اٹھو
اور چل کے پھر یکایک بیت نبی کو گھیرو

تلوار سے نبی پر یکبارگی ہو حملہ
الزام قتل پھر تو اک شخص پر نہ ہوگا

ان کا قبیلہ سب سے بدلا نہ لے سکے گا
پھر جائیں گے مسلمان اسلام بھی مٹے گا

یہ رائے جب سنی تو شیطان جھوم اٹھا
اس رائے کے موافق ہی اس کا فیصلہ تھا

پھر کافروں نے آکر گھر کو نبی کے گھیرا
بچ کر نکل نہ پائیں اتنا تھا سخت پہرہ

آقا علی سے بولے بستر پہ میرے لیٹو
جس کی ہو جو امانت تم صبح اس کو دے دو

پھر تم مدینے آنا بالکل نہ خوف کھانا
اللہ ہے محافظ اس نے ہی ہے بچانا

سرکار اتنا کہہ کر باہر کی سمت آئے
اشرار مکہ اس دم تھے گھات ہی لگائے

حق کا کلام پڑھ کر پھینکے جو سنگریزے
آقا کے معجزے سے دشمن ہوئے سب اندھے

مکہ سے کرکے ہجرت پہنچے مدینہ حضرت
آقا کی منتظر تھی طیبہ کی ساری خلقت

بوڑھے جوان و بچے خوشیاں منا رہے تھے
صدیق ساتھ میں تھے سرکار آ رہے تھے

کچھ بچیاں خوشی کے اک گیت گا رہی تھیں
سرکار کی محبت میں گنگنا رہی تھیں

دیکھو وداع کی گھاٹی سے چمکا بدر کامل
واجب ہے شکر اس پر جو دین میں ہو داخل

وہ میہماں ہمارے ہم ان کے میزباں ہیں
اللہ کے کرم سے وہ ہم پہ مہرباں ہیں

آمد سے ان کی طیبہ میں ہر سمت چھائی تھی خوشی
ہے جشن میلادالنبی ہے جشن میلادالنبی

فتح مبیں کا مژدہ اللہ نے سنایا
آقا نے اس کی کرکے تفسیر یوں بتا دیا

ہم فتح پا کے اک دن مکہ میں ہوں گے داخل
کفار زیر ہوں گے رب کی رضا ہے شامل

پھر وقت ایسا آیا حکم حبیب رب سے
طیبہ سے کوچ کو سب، تیار ہو گئے تھے

رخت سفر جو باندھا اصحاب ساتھ میں تھے
تھا دس ہزاری لشکر اور جھنڈے ہاتھ میں تھے

مرعوب ہوگئے تھے کفار مکہ سارے
خلق نبی سے لیکن سب کے تھے پار بیڑے

پورا کیا خدا نے فتح مبیں کا مژدہ
کعبہ بھی پاک ہو کر شکر خدا میں جھوما

باطل خداؤں والے سب زیر ہوگئے تھے
غلبہ ہوا جو حق کا کفار کانپ اٹھے

اللہ کے نبی نے سب کو امان دے دی
جو لوگ آئے در پر کی ان کی جان بخشی

دے دی امان اس کو جو اس کا ملتجی تھا
دروازہ بند کر کے گھر پر رہا جو بیٹھا

پائی امان اس نے ہتھیار جس نے ڈالے
مامون ہوگئے سب کعبہ میں آنے والے

بخشا گیا جو پہنچا ابن حرب کے گھر پر
تھا دشمنوں پہ یوں بھی فیض حبیب داور

مفرور عکرمہ تھے یہ ان کی بیوی بولی
سرکار عکرمہ کی بھی ہوگی جان بخشی

فرمایا مصطفیٰ نے بیشک میں بخش دوں گا
لے آؤ جلد ان کو میں کچھ نہیں کہوں گا

جب آئے عکرمہ تو بولے یقیں نہیں تھا
مجھ جیسے دشمنوں پر ایسا کرم بھی ہوگا

کلمہ مجھے پڑھا لو اپنا مجھے بنا لو
بیعت میں کر رہا ہوں بخشو میری خطا کو

دشمن جو تھے سرکار نے ان سے بھی کی ہے دوستی
ہے جشن میلاد النبیؐ ہے جشن میلادالنبی

خائف تھی اک ضعیفہ اکتائی زندگی نے
گٹھڑی لئے وہ سب کو تکتی تھی بے کسی سے

وہ بعد فتح مکہ رہنا نہ چاہتی تھی
اس کو تھی اک عداوت اللہ کے نبی سے

دشمن سمجھ رہی تھی سرکار دو جہاں کو
دیکھا کبھی نہیں تھا سنتی تھی ہر کسی سے

گٹھڑی اٹھا نہ پائی کمزور اس قدر تھی
طالب تھی گو مدد کی کہتی نہ تھی کسی سے

وہ چاہتی تھی کوئی ساماں اٹھائے اس کا
لے جائے دور اس کو اس شہر کی گلی سے

سرکار بھی ادھر سے گزرے کسی غرض سے
بیکس کا حال پوچھا اور بولے عاجزی سے

اے ماں نہ ہو پریشاں میں ہوں مدد کو حاضر
میں تیرا سارا ساماں پہنچاؤں گا خوشی سے

گٹھڑی اٹھائی سر پر سرکار دو جہاں نے
اس کو نجات دے دی پھر اس کی بے کسی سے

خوش ہو کے وہ ضعیفہ دینے لگی دعائیں
کیوں کر نہ ہو کوئی خوش بے دام نوکری سے

کہنے لگی بتاؤ کیا نام ہے تمہارا
اس سر زمیں پہ مجھ کو لگتے ہو اجنبی سے

دیکھو یہیں پہ آیا اک شخص ہے محمد
کرتا ہے سب پہ جادو ملتا ہے جب کسی سے

جو اس کی بات سن لے ہو جائے بس اس کا
حیران ہوگئی ہوں میں اس کی رہبری سے

اے سیدھے سادھے اس کے چکر میں تم نہ آنا
یہ ہے میری نصیحت سننا نہ بے دلی سے

القصہ مختصر وہ سب کہہ کے چپ ہوئی جب
سرکار محو حیرت تھے اس کی کج روی سے

فرمایا مصطفیٰ نے میں ہوں وہی محمد
اچھی ہے کیا عداوت مجھ جیسے آدمی سے

چاہو اگر ہدایت رب کی کرو عبادت
ہرگز نہ منہ کو موڑو تم میری پیروی سے

خلق نبی کو اس نے پہلے پہل تھا دیکھا
نادم ہوئی ضعیفہ خود اپنی بات ہی سے

مائل ہوئی ضعیفہ اسلام کی روش پر
پیغام حق سنا جب اللہ کے نبی سے

کہنے لگی تمہی ہو حق پر میں آج سمجھی
کر لو مجھے مسلماں لگ جاؤں راستی سے

مصلح وہ لائی ایماں سرکار دو جہاں پر
دل ہوگیا منور ایماں کی روشنی سے

فاسق تھے جو انساں ہوئے خلق نبی سے متقی
ہے جشن میلاد النبی ہے جشن میلادالنبی

مل کر منائیں ہم سبھی میلاد سرور کی خوشی
ہے جشن میلاد النبی ہے جشن میلادالنبی

ڈاکٹر مصلح الدین حبیبی، پرتاپ گڑھ، اتر پردیش، بھارت

تصانیف

صلاح الدین سعیدی

ڈائریکٹر
تاریخ اسلام فاونڈیشن
لاہور

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ فیصل آباد جولائی 1996ء

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ ڈیرہ غازی خاں ستمبر 1996ء

نعت سعیدی (حصہ اول) مطبوعہ کراچی اپریل 1986ء

نعت سعیدی (حصہ دوم) مطبوعہ لاہور جولائی 1998ء

نعت سعیدی (حصہ سوم) مطبوعہ لاہور جولائی 2002ء

جنوبی پنجاب میں فکر رضا کے پہلے ترجمان
مطبوعہ لاہور ستمبر 2006ء
جنوبی پنجاب میں فکر رضا کے پہلے ترجمان
دوسرا ایڈیشن مطبوعہ لاہور نومبر 2006ء

بزرگان دین کا اُردو نعتیہ کلام
(حصہ اول) مطبوعہ لاہور مارچ 2007ء
بزرگان دین کا اُردو نعتیہ کلام
(حصہ دوم) مطبوعہ لاہور جولائی 2007ء
بزرگان دین کا اُردو نعتیہ کلام
حصہ سوم المعروف میلاد کے ترانے مطبوعہ قادری رضوی

انتخاب حدائق بخشش اُردو
مطبوعہ لاہور مئی 2004ء
انتخاب حدائق بخشش اُردو
دوسرا ایڈیشن مع اضافات مطبوعہ لاہور 2005ء
قادری رضوی کتب خانہ

بچوں کے لیے بنیادی اسلامی معلومات مطبوعہ لاہور دسمبر 2006ء

تاریخ وتحقیق بیبیاں پاک دامن لاہور، مطبوعہ لاہور فروری 2006ء

باتوں سے خوشبو آئے
مطبوعہ لاہور جون 2006ء

رشوت کی مذمت
مطبوعہ لاہور اکتوبر 2006ء

نظام مصطفیٰ میں جہیز کا تصور
اگست 2006ء

اسلام اور اسکے تقاضے مطبوعہ لاہور ستمبر 2002ء

رسائل میلاد النبی فروری 2008 مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ